تین طلاقوں کی شرعی حیثیت

مؤلفہ

فاضلِ جلیل حضرت مولانا مولوی محمد نبی بخش حلوائی صاحبِ تفسیرِ نبوی رحمۃ اللہ علیہ

اطلاع النّاس
فی طلاق الثّلٰث

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۰

الحمد للہ رب العالمین علٰی کل حال و فی کل حین الصلوۃ والسلام الایمان الا کملان علٰی سیدالانبیاء والمرسلین سیدنا محمد. کلّما ذکرک الذاکرون غفل عن ذکرک الغافلون و رضی اللہ عن عترت رسول اللہ وعنا وعن جمیع الحاضرین والغائبین ☆

امابعد! فقیر صانہ القدیر محمد نبی بخش حنفی مذہبا" و نقشبندی مشربا" حلوائی لاہوری اہل اسلام و اہلسنّت والجماعت کی خدمت میں عرض گذار ہے کہ یہ چند اوراق مسئلہ طلاق ثلاثہ اور اس کے متعلقات میں تحریر ہوئے ہیں اور بمطابق فتوٰی علماء کرام کے مسلمان عمل کریں اور ماجور من اللہ ہو وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم ☆

قولہ تعالٰی فی القرآن العظیم ☆ فانکحوا ماطاب لکم من النساء مثنٰی و ثلث و رباع فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ ☆ "یعنی نکاح کرو جو تمہیں خوش آئیں عورتوں سے دو دو' تین تین' چار چار پھر اگر تم ڈرو کہ نہ انصاف کر سکو گے تو ایک ہی کافی ہے۔"

وقولہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم النکاح من سنتی فمن رغب عن سنتی

فلیس منی ☆ "یعنی حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نکاح کرنا میری سنت سے ہے پھر جس شخص نے منہ پھیرا میری سنت سے وہ میرے سے نہیں۔" پھر نکاح پانچ قسم پر منقسم ہے :

(۱) فرض (۲) واجب (۳) سنت (۴) مکروہ (۵) حرام

(۱) فرض اس شخص پر ہے جس کو غلبہ شہوت سے زنا ہو جانے کا یقین ہو۔

(۲) واجب اس پر کہ جو اس درجہ سے کم ہو مگر غلبہ شہوت کا ہو۔

(۳) سنت اس پر جو معتدل مزاج ہو۔

(۴) مکروہ اس پر جو عورت کے حقوق ادا کرنے سے قاصر ہو۔

(۵) حرام اس پر جو یقیناً عورت کے حقوق ادا کرنے سے عاجز ہو۔

پس جو شخص مہر و خرچہ و مکان و صحبت وغیرہ سے عاجز ہو اس کو نکاح جائز نہیں اور اگر یقیناً ادائیگی سے عاجز ہے تو حرام ہے۔ نکاح یعنی عقد کرنا' باندھ دینا اور طلاق یعنی بندھی ہوئی چیز کو کھول دینا۔ لہٰذا اس کی تین گرہیں رکھی گئیں اگر تینوں گرہیں کھول دی جائیں خواہ دفعتاً" ایک ہی بار یا متفرق طور سے تو وہ چیز قابو سے نکل جائے گی۔ اگرچہ مشاہدہ ہے کہ ایک گرہ سے چیز کھولے نہیں کھلتی اور تین گرہ کو ایک تصور کر لینا حماقت ہے اور اصطلاح شریعت میں طلاق نکاح فسخ کرنے کا نام ہے۔ طلاق کا لفظ معنی سے خالی نہیں ہوتا جب لفظ طلاق بولے گا تو نکاح کی گانٹھ کھل جائے گی چونکہ تفریق بین الزوجین یعنی بیوی اور خاوند کی جدائی ہے اور اگرچہ طلاق عندالضرورت مباح ہو جاتی ہے مگر خدا تعالیٰ کے نزدیک بہت برے مباحات سے ہے جو تین طہر میں تین طلاق ہوں اور ایک ہی لفظ سے تین طلاق دینا حرام ہے مگر تینوں طلاقیں عورت پر نافذ ہو جائیں گی اور احسن طریق یہ ہے کہ جب آدمی نہایت ہی مجبور اور بے قرار ہو جائے اور عورت کو کسی صورت رکھ نہ سکے تو ایک طلاق دے دے کیونکہ طلاق سے بھی حاجت اس کی پوری ہو جاتی ہے پھر اگر رجوع نہ کیا اور

چھوڑ دیا یہاں تک کہ اس کی عدت گزر گئی تو سخت وعید میں داخل ہوا جیسے کہ حق تبارک تعالیٰ نے جادوگروں کی مذمت میں فرمایا :

فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ ☆ "یعنی یہ لوگ سیکھتے ہیں ہاروت و ماروت سے وہ سحر کہ جس سے تفرقہ ڈالیں درمیان مرد اور اس کی عورت کے۔" اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ البتہ ابلیس اپنا تخت پانی پر بچھا رکھتا ہے پھر اپنے لشکر کو آدمیوں میں فتنہ و فساد ڈالنے کے لیئے بھیجتا ہے' جن کا ادنیٰ مرتبہ میں بہت بڑا ہوتا ہے از روئے فتنہ کے تو حاضر ہوتا ہے ایک ان کا اور عرض کرتا ہے (پیش سردار اپنے کے) کہ میں نے ایسا ایسا کیا تو ابلیس کہتا ہے تو نے کچھ نہیں کیا۔ پھر ایک اور ان کا شیطان آتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ میں نے نہیں چھوڑا اس کو یہاں تک کہ درمیان اس کے اور اس کی عورت کے جدائی ڈال دی ہے تو ابلیس اسے اپنے نزدیک کر لیتا ہے اور کہتا ہے کہ تو اچھا ہے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے اور کہا اعمش نے کہ شیطان اس کو اپنے سینہ سے لگا لیتا ہے۔ کذا فی مظہری

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بہت برا حلالوں کا خدا تعالیٰ کے نزدیک طلاق ہے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے کہ حیض میں بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے ساتھ اجماع کے اختلاف ہے اس میں (شیعہ) امامیہ کا کہ وہ کہتے ہیں ہرگز واقع نہیں ہوتی اور ہمارے نزدیک واقع ہو جاتی ہے مگر حرام ہے اس سے رجوع کر لینا واجب ہے۔ اور جو حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے گزری وہ دلالت کرتی ہے وقوع طلاق اور اس کی حرمت اور وجوب رجعت پر یہ ترجمہ ہے تفسیر مظہری کی عبارت عربی جلد اول مطبوعہ حصار صفحہ ۲۳۷۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ طلاق دینا خدا تعالیٰ کے نزدیک نہایت برا فعل ہے اور اس میں شیطان لعین کی خوشی و رضا ہے اور عورت و مرد میں تفرقہ ڈالنے پر ساحروں کی مذمت قرآن مجید میں فرمائی اور شیطان

کو یہ تفرقہ اور جدائی اس لئے پسند ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت نہ بڑھے اور حدیث پاک میں ہے کہ اگر ایک امتی بھی آپ کا بڑھ گیا تو حضور ﷺ کی اتنی ہی عزت بڑھے گی، اسی حکمت سے تین طلاق یکمشت حرام ہیں کہ میاں بیوی کا تعلق ان سے بالکل ٹوٹ جاتا ہے اور قطع تعلق نکاح موجب قطع تناسل و تولد اولاد ہے جو موجب کثرت امت مرحومہ کا ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی لیئے نکاح کی رغبت دلائی کہ اس میں ترقی دین و دنیا اور حق تبارک کی خوشنودی اور رضا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا باعث ہے:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دنیا سے تین چیزیں مجھے محبوب ہیں ایک خوشبو، دوسری عورتیں، تیسری نماز - پس جب نکاح سنت انبیاء کرام خصوصاً حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم و اولیائے عظام رحمہم اللہ تعالیٰ کی جاری ہے، بلکہ جس پر شہوت کا غلبہ ہوا اس پر فرض فرمایا لہٰذا اس محبوب امر کا تعلق قطع کرنا منع اور حرام ٹھہرایا کہ اس میں سب کی ناراضگی اور قطع تناسل و توالد ہے، اس لئے فرمایا کہ اگر تو ایک ہی طلاق دے دے کہ اس سے ضرورت رفع ہو جاتی ہے اور وہ بھی اس حالت میں کہ جب عورت حیض سے پاک ہو اور ابھی صحبت بھی نہ کی ہو تو ایک طلاق دے دے یا احسن طریقہ سے پھر تین حیض کا انتظار کرے اور یہ عدت اس واسطے مقرر فرمائی کہ شائد طبیعت سے نفرت دور ہو جائے اور سلوک کی صورت بن جائے۔ اتنے عرصہ میں زبان سے یا ہاتھ سے رجوع کر لیا تو عورت نکاح میں رہتی ہے اور اگر نفرت دور نہ ہو تو دوسرے طہر میں قبل از وقت دوسری طلاق دے، اب بھی نکاح سے رجوع کر سکتا ہے لیکن اگر نفرت باقی ہے تیسرے طہر میں طلاق دے اب تین طلاق کے بعد وہ عورت خاوند پر ایسی حرام ہو گئی کہ بیگانیوں سے بھی زیادہ - اب خاوند کو عورت سے پرہیز فرض ہوا لیکن بعد از طلاق ثلاثہ اگر مرد کی طبیعت میں محبت ظاہر ہو تو شارع علیہ السلام نے اس کی سزا مقرر

فرمائی ہے کہ جب تک عورت دوسرے مرد کے ساتھ بعد عدت نکاح و صحبت نہ کرے اور وہ دوسرا خاوند بلاوجہ یعنی فساد دین کے طلاق نہ دے اور عدت نہ گزر جائے تب تک خاوند اول پر حرام ہے اور مشکل یہ ہے کہ نکاح دوسرے خاوند کا اگر اس غرض سے ہے کہ یہ عورت پہلے پر حلال ہو جائے تو دونوں پر لعنت ہو گی۔ پس نکاح ثانی بہ نیت بقاء ازدواج ہونا چاہئے اور بغیر فساد و ضرر دین کے دوسرے نکاح کو توڑنا حرام ہے اور اگر توڑے تو اسی طریقہ سے جو ابھی بیان ہوا یعنی ہر طہر میں ایک ایک طلاق دے اور نان و نفقہ و مہر مسمی خاوند اول و ثانی پر واجب الادا کر دیا گیا ہے تاکہ کوئی شخص ایسی بری طلاق کا مرتکب نہ ہو۔ اگر مرتکب ہو تو پہلے ان سب اخراجات کا بوجھ اپنے ذمے تصور کر لے اگر ادا نہ کرے تو عورت بذریعہ قضاء قاضی لے سکتی ہے۔

غور کا مقام ہے کہ شارع علیہ السلام نے طلاق پر کس قدر زجر و توبیخ فرمائی ہے اور تین طلاق ایک ہی بار کو سب نے حرام فرمایا جو کسی صورت حلال نہیں۔ عوام الناس اور جاہلوں کا یہ طریقہ ہو گیا ہے کہ ذرا خفگی اور غصہ سے بغیر مارنے پیٹنے، تنبیہہ کرنے کے جھٹ پٹ "تین طلاق" دے دیتے ہیں۔ اگر اپنی زبان سے بھی تین کا لفظ نہ کہیں تو کاتب و منشی کو کہتے ہیں کہ طلاق نامہ لکھ دے اور وہ جاہل یا غیر مہذب لوگ مسائل سے ناواقف ہونے سے تین طلاق لکھ دیتے ہیں۔ پھر جب غصہ جاتا رہا اور ٹھنڈے ہوئے تو عورت یاد آئی کہ اب دوبارہ اس سے صلح ہوئی تو ادھر ادھر مولویوں سے نکاح کی صورت پوچھتے ہیں علماء اہلسنّت والجماعت فرماتے ہیں کہ یہ نکاح بغیر حلالہ ہرگز جائز نہیں۔ اب دوسرے مرد کو عورت سے صحبت کی اجازت دینا بھی ناگوار و دشوار معلوم ہوتا ہے کہ اس میں ہتک عزت سمجھتے ہیں اور نہیں سوچتے کہ یہ حکم شریعت مطہرہ فرما رہی ہے گھر کی بات نہیں ہے، اس میں خدا اور رسول ﷺ کی رضا مقدم ہے اور آخرت کی سرخروئی پر دنیا پرست جاہل جب کوئی صورت جواز نکاح کی نہیں دیکھتے تو رفتہ رفتہ بارغبت شیطانی و خواہش نفسانی کسی لامذہب وہابی سے پوچھتے ہیں

تو لامذہب صاحب جھٹ فتویٰ دیتا ہے کہ ایک ہی دفعہ کی تین طلاق ایک گنی جاتی ہے۔ اگر عدت میں ہے تو رجوع کر لے اور اگر عدت گذر چکی ہے تو نکاح کر لے اور اگر سائل عرض کرے کہ جناب فتویٰ زبانی تو آپ نے فرما دیا مگر لکھ بھی دیں تو فوراً حدیث مسلم و ابوداؤد جو سخت ضعیف اور متروک لائحہ عمل ہے لکھ دیتے ہیں۔ اور مسلم کی یہ حدیث کہ جب حضرت امیرالمومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم عام سنایا کہ تین طلاق یکبارگی تین طلاق ہیں اور وہ عورت خاوند اول پر بغیر حلالہ کے جائز نہیں ہوتی تب ابوالصہبائے نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ بھلا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و صدیق اکبر خلیفہ اول اور دو یا تین سال خلیفہ ثانی کے عہد میں یکبارگی تین طلاقیں ایک بتائی جاتی تھیں، پس لامذہب وہابیوں نے اس سوال و جواب کو حدیث نبوی ﷺ مقرر کیا حاشا و کلا ایسا ہرگز نہیں۔

نہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین طلاق کی ایک بنائی، نہ حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بلکہ جب خلیفہ ثانی کو یہ خبر ہوئی تو سب کو بلا کر فرمایا کہ عوام کا یہ خیال غلط ہے کیونکہ عوام یہ سمجھتے ہیں کہ لفظ طلاق تکرار تاکید کے لیئے ہے یا برائے اخبار یہ کہتے ہیں طلقتک طلقتک طلقتک یا انت طالق انت طالق اور سمجھتے ہیں کہ پہلے لفظ سے ایک طلاق واقع ہو گئی اور دوسرے لفظ اس کی تاکید میں ہیں، یہ غلط فہمی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مطلب یہ تھا کہ عوام الناس اپنے ذہن میں یہ کاروائی کرتے تھے کہ تین کو ایک بتاتے تھے اپنے خیال سے نہ کہ بحکم شرع۔

دوسری حدیث ابوداؤد کی سند لاتے ہیں کہ ابو رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی عورت کو تین طلاق دیں، پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں گیا اور پشیمانی ظاہر کی تو آپ نے فرمایا کہ رجوع کرے، اس کا جواب یہ ہے کہ ابوداؤد نے ایک باب علیحدہ اس طور پر منعقد کیا۔ باب فی نسخ المراجعت عن الطلاق یعنی یہ

باب طلاق سے رجوع کرنے کے منسوخ ہونے میں ہے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی ایک باب طلاق ثلاثہ مجموعی کا لاتے ہیں جس میں یہی آیت لکھی ہے اور رفاعہ کی عورت کا تذکرہ کیا کہ جب رفاعہ نے طلاق ثلاثہ دی تو عبدالرحمن کے ساتھ نکاح کیا، عبدالرحمن ذرا ست تھا اس عورت نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ میں اپنے سابقہ خاوند رفاعہ کے پاس جانا چاہتی ہوں، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تک تو عبدالرحمن کے ساتھ صحبت نہ کرے اور وہ طلاق نہ دے تب تک تو رفاعہ پر حرام ہے۔ اس حدیث پاک سے علماء کرام نے سند پکڑی کہ حلالہ میں صحبت ضروری ہے۔ اس حدیث سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ رفاعہ کی تین طلاق یکبارگی تھیں اور یہی بخاری کی غرض ہے۔

ابو رکانہ کی حدیث کو علماء نے مردود کہا ہے کہ راوی اس کے مجہول ہیں جیسا کہ نووی اور عینی نے مشرح بیان کیا اور کہا کہ ابو رکانہ کی دوسری حدیث دلالت کرتی ہے کہ یہ طلاق بتہ تھی یعنی ایک طلاق بائن تھی تو حضرت نے ارشاد فرمایا کہ تو مراجعت بالنکاح کر لے اور ابوداؤد نے بہت سے صحابہ کا نام لیا کہ سب متفق ہیں کہ تین طلاق کے بعد مراجعت بالنکاح حرام ہے الابحیلة حلالة الجواب عن الکل فیصلة خلیفة ثانی لاکھ اصحاب کے اتفاق سے ہے جس میں بیس مجتہدین ہیں اور اتفاق جمہور امت و ائمہ دین و مجتہدین کلھم کا فیصلہ حرام پر ہے یعنی تین طلاق یکبارگی والی کی حرمت کا مرتکب ہرگز کوئی نہ ہوگا۔

نووی نے شرح صحیح مسلم میں کہا کہ فی سنن ابوداؤد ان ذکر فی لم یدخل بھا فقال بھا قوم من اصحاب ابن عباس فقالوا لایقع الثلث علی غیر المدخول بھا لانھا بواحدة لقوله انت طالق فیکون قوله ثلثًا حاصلاً بعد البینونة فلا یقع به شیئا وقال الجمھور ھذا غلط بل یقع علیھا الثلث لانھا قوله " انت طالق " معناه " ذات طلاق " و بھذا للفظ یصلح للواحد والعدد و قوله بعد ثلث تفسیر

له واما هذه الرواية لابی داؤد فضعيفة رواها ايوب السجستانی من قوم المجهولين عن طاؤس عن ابن عباس فلايحتج بها والله اعلم ☆

یعنی سنن ابوداؤد میں ہے کہ یہ غیر مدخولہ کی بابت ہے۔ اس قول پر تمام صحابہ نے اتفاق کیا معہ ابن عباس کے یاروں کے' انہوں نے کہا کہ غیر مدخولہ کے حق میں تین طلاق یکبارگی واقع نہیں ہوتیں اس لیئے کہ وہ ایک ہے واسطے کہنے اسکے کے' تو یہ کہنا اس کا تین بار حاصل ہو گا بعد بائن ہونے کے تو کوئی چیز اس پر واقع نہیں ہو گی اور کہا جمہور نے کہ یہ قول غلط ہے بلکہ تینوں طلاق اس عورت پر واقع ہو جاتی ہیں' اس لئے کہ کہنا اس کا انت طالق معنی اس کا نہ ہے ذات طلاق یعنی تو طلاق والی ہے۔ اور لفظ انت طالق کے واسطے ایک' اور متعدد طلاقوں کے اور اس کا کہنا انت طالق بعد اس کے تین بار تفسیر ہو گی قول اول کی اور یہ روایت ابوداؤد کی ضعیف ہے۔ روایت کیا اس کو ایوب السجستانی نے قوم مجہول سے انہوں نے طاؤس سے' اس نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

صاحب "تفسیر مظہری" نے تیسری طلاق کا ثبوت فرمایا' اگر کہا جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے تحت قولہ تعالیٰ الطلاق مرتان یعنی طلاق دو ہی بار ہے تو تیسری کا ذکر کہاں ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو فرمایا آپ ﷺ نے او تسریح باحسان یا رخصت کرنا اس کو اچھی طرح سے' روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اپنی ناسخ میں اور سعید بن منصور نے اپنی سنن میں اور ابن مردویہ نے حدیث ابی زین الاسدی سے مرسلا" اور نکالا دارقطنی نے حماد بن سلمہ سے' اس نے قتادہ سے' اس نے انس سے متصلا" اور صحیح کیا اس کو ابن قطان نے اور کہا بیہقی نے لیس شئی نیز روایت کیا اس کو دارقطنی اور بیہقی نے حدیث عبدالواحد بن زیادہ سے' اس نے اسمٰعیل سے' اس نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور سب نے کہا کہ صواب یہ ہے کہ عبدالواحد نے اسمٰعیل سے روایت کی اور اس نے ابی رزین سے'

اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے۔ مرسلا" کہا بیہقی نے اس طرح روایت کی محدثین کی جماعت نے ثقاقت سے اس سے خوب ثابت ہوا کہ تیسری طلاق کا وجود ہے جس سے رجعت نہیں ہو سکتی۔

تفسیر مظہری صفحہ ۲۳۵ مطبوعہ حصار کے حاشیہ میں کہا کہ تمام طلاقیں تین ہیں ایک لفظ خواہ متعدد الفاظ مختلف سے اور ایک طہر میں تینوں حرام ہیں اور بدعت' آدمی اس سے گنہگار ہوتا ہے۔ خلاف ہے واسطے شافعی کے کہ وہ کہتے ہیں کہ نہیں ڈر لیکن اس پر اجماع ہو گیا ہے کہ جو شخص اپنی عورت کو کہے انت طالق تین بار تو وہ تینوں اسی وقت واقع ہو جائیں گی ساتھ اجماع کے اور امامیہ یعنی رافضی کہتے ہیں کہ ہرگز واقع نہیں ہو گی بدلیل قولہ تعالیٰ الطلاق مرتٰن الا اور کہا بعض حنبلیوں نے کہ ایک طلاق واقع ہو گی۔

روایت کی گئی ہے کہ ابا لصبا سے صحیحین میں کہا ابا لصبا نے ابن عباس سے کہا آپ نہیں دیکھتے کہ تین طلاق کی ایک بنائی جاتی تھی زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و ابی بکر اور دو سال خلافت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں۔ تو جواب میں فرمایا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے البتہ تھے لوگ جلدی کرتے اس امر میں کہ تھا جس میں ان کے لئے کرنا تاخیر کا پس اگر چھوڑیں ہم اس کو اوپر ان کے' پس چھوڑو تو یہی اوپر ان کے اس قول تک کہ یہاں دو مقام ہیں ایک تین طلاق واقع ہونے کی صورت میں اور دوسرا انکا یہ کہ وہ شخص مطلقہ ثلاثہ کرنے والا گنہگار ہے اور ہمارے لئے یکبارگی تین طلاق واقع ہو جانے کی دلیل سنت اور اجماع اور حدیث ہے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی کہ انہوں نے اپنی عورت کو حالت حیض میں طلاق دی پھر آپ نے ارادہ کیا اس کے بعد طلاق دوسری دیں پس یہ خبر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے فرمایا اے عمر! کے بیٹے کیا تجھے اللہ تعالیٰ نے اس طرح کا حکم کیا ہے البتہ تو نے سنت کی مخالفت کی ہے کہ طہر کی حالت میں طلاق دے تو ہر طہر میں

پھر آپ نے مجھے رجعت کا حکم کیا پس فرمایا جس وقت عورت پاک ہو حیض سے تو طلاق دے نزدیک اس کے یا اسے روک' میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا آپ معلوم فرماتے ہیں کہ اگر میں عورت کو تین طلاق دوں تو کیا وہ میرے لئے حلال ہے کہ اس کو رجوع کر لوں تو حضور ﷺ نے فرمایا' نہیں۔ اب رجعت وہ تیرے سے جدا ہو گئی اور تو گنہگار ہو گا۔ روایت کیا اس حدیث کو دارقطنی اور ابن ابی شیبہ نے اپنی تصنیف میں حسن سے قولہ اور ابن ہمام نے کہا ابوداؤد کا اس کو ضعیف کہنا مردود ہے اس لئے کہ تابع ہوا اس کا شعیب بن رزیق اسدی ثقہ" روایت کیا اس کو طبرانی نے اور جو حدیث ابھی مروی ہوئی جس میں دلیل ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔

پس تحقیق حکم کیا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین طلاق یکبارگی واقع ہو جانے کا' حضور ﷺ کے صحابہ میں اس امر کا مقرر ہو جانا صحابہ کی حضوری کی دلیل ہے اوپر منسوخ ہو جانے قول ابن عباس کے نزدیک تمام صحابہ کے اگرچہ اس سے پہلے خلافت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں یہ امر مخفی رہا' البتہ ابن عباس کا فتویٰ اس روایت کے خلاف ہے جو روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اور فتویٰ ابن عباس کا یہ ہے کہ روایت ہے مجاہد سے کہ میں ابن عباس کے پاس تھا کہ آیا ایک آدمی آپ کے پاس اور عرض کی کہ اس نے اپنی عورت کو تین طلاقیں دیں پس آپ خاموش ہو گئے یہاں تک کہ گمان کیا میں نے کہ آپ اس عورت کو اس کی طرف واپس کریں گے پھر فرمایا ایک تمہارا البتہ طلاق دیتا ہے پھر سوار ہوتا ہے حماقت پر پھر کہتا ہے اے ابن عباس حالانکہ اللہ عزوجل نے فرمایا ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا اور جو خدا تعالیٰ سے ڈرتا ہے تو اللہ تبارک تعالیٰ اس کے لیئے خلاصی کی جگہ بناتا ہے تو نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور تیرے سے اب تیری عورت جدا ہو گئی۔

طحاوی میں ہے کہ ایک آدمی نے اپنی عورت کو تین طلاقیں دیں تو کہا ابن

عباس نے کہ تو نے اپنے رب کی نافرمانی کی' اب تیری عورت تجھ سے جدا ہو گئی۔ لم یتق اللہ فیجعل لک مخرجا (الحدیث) اس طرح بہت احادیث قاضی مظہری نے نقل فرمائی ہیں جن سے یکبارگی تین طلاق کا واقع ہو جانا مصرح ہے اور وہ حدیثیں ہمارے مکرم مولانا مولوی ابو یوسف' محمد شریف سلمہ الرحمٰن کے فتویٰ میں بھی تحریر ہیں اور حدیث فاطمہ بنت قیس بلفظ الثلث غیر صحیح والصحیح۔ انہ طلقها البتة وایضاحین طلقها کان زوجها غائبا عنها فی سویته ولم یکن بمحضر من رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حتی یظهر تقریره وانما ثبت تقریره فی وقوع الثلث وایضا حدیث فاطمة بنت قیس رواه عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و قال لاندری صدقت ام کذبت حفظا ام نسیت و اثر عبدالرحمٰن ابن عوف و حسن رضی اللہ تعالیٰ عنهما لیس بحجة فی مقابلة الموالی وما ذکر الخصم من حدیث ابن عباس یمکن تاویله بان قول الرجل انت طالق انت طالق انت طالق کان واحدة فی الزمن الاول لقصد التاکید فی ذالک الزمان ثم یقصدون التجدید فالزموا ثلثا فی زمن عمر و الثالثة فی زمن عثمان قال داؤد هذا اصح ☆

فاطمہ بن قیس والی حدیث میں لفظ ثلاثہ غیر صحیح ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ مطلقہ ہوئی البتہ جس وقت وہ مطلقہ کی گئی تو خاوند فاطمہ کا اس سے غائب تھا کسی لشکر میں تھا اور نہیں ہوئی ہے وہ طلاق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں کیونکہ اس سے تقریر ظاہر ہوتی ہے اور تقریر تو وقوع طلاق ثلاثہ میں ہوتی ہے نیز فاطمہ بن قیس کی حدیث کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رد کر دیا اور فرمایا کہ ہم نہیں جانتے تو سچ کہتی ہے یا جھوٹ تو اسے یاد رکھتی ہے یا بھول گئی اور اثر عبدالرحمٰن بن عوف و حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما حجت نہیں مرفوع حدیث کے مقابلہ میں جو خصم نے حدیث ابن عباس کی ذکر کی اس کی تاویل ہو سکتی ہے کہ کہنا کسی کا اپنی عورت کو انت طالق' انت طالق انت طالق تو یہ زمانہ اول میں بہ قصد تاکید ایک ہوتی تھی (

یعنی دوسری دو طلاق پہلی کی تاکید سمجھی جاتی تھیں کوئی نئی طلاق نہ سمجھتے تھے)۔

ہمارے اس زمانہ میں پھر ہو گئے نئے طلاق کا قصہ کرنے والے، پھر لازم کر لیں صحابہ نے تینوں طلاقیں زمانہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تیسرے زمانہ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اور کہا ابوداؤد نے یہ بہت صحیح کہا ہے پس حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یکبارگی یا متفرق طلاق ثلاثہ کو ایک جاننا اور اس پر عملدر آمد کسی صحیح مرفوع حدیث سے ہرگز ثابت نہ ہوا اور فتویٰ ابن عباس میں اس کے برخلاف بلکہ وقوع طلاق ثلاثہ پر اجماع صحابہ موجود ہے جس پر اعتراض و انکار مفقود لاکھ صحابہ میں سے جب کسی نے چون و چرانہ کی تو اب آخری زمانہ کے حشرات الارض کو سوجھی طرفہ یہ کہ منکرین کا دعویٰ، نہ کتاب سے موید، نہ سنت سے ثابت اور بعض جاہل قولہ تعالیٰ الطلاق مرتان سے طلاق ثلاثہ کی نفی کر کے مضحکہ اطفال بنتے ہیں لہذا وہابیہ کے علماء معتمدین ہی سے شہادت لیجئے مگر پہلے تفسیر الطلاق مرتان گوش ہوش سے سن لیجئے۔

مفسرین فرماتے ہیں الطلاق مرتان الایہ کے ماقبل رجوع کرنے کا ذکر تھا اور اس آیت میں کھول کر فرما دیا کہ کب تک خاوند کو رجوع کرنے کا حق پہنچتا ہے ؟ تو فرمایا کہ دو طلاق تک پھر تیسری طلاق کے بعد علاقہ منقطع ہو جاتا ہے۔ جاہلیت میں مرد عورت کو طلاق دے کر پھر رجوع کر لیتا تھا اس کے بعد ہزار طلاق دیتا اور رجوع کر لیتا تو اس میں عورت کو بڑی وقت پیش آتی لہذا فرما دیا کہ دو طلاق تک رجوع کرنے کا اختیار ہے پھر اس کے بعد اگر ایک طلاق اور دیدی تو اب عورت خاوند اول سے بالکل جدا ہو جائے گی اور حق رجوع ہرگز نہ رہے گا جو کچھ عورت کو مہر، زیور، کپڑا بخش دیا ہے واپس نہ لیں۔ مگر ایک صورت میں لے سکتا ہے اور وہ خلع ہے یعنی جب بخوبی ثابت ہو گیا کہ اب میاں بیوی کی باہم موافقت ہرگز نہ ہوگی اور بیوی اس سے طلاق طلب کرتی ہے اور اس کے نکاح میں رہنا نہیں چاہتی تو بیوی نے جو کچھ مہر وغیرہ لیا

ہے واپس دے دے یا کچھ کم و بیش دیکر اپنا پیچھا چھوڑا لے تو کچھ مضائقہ نہیں جائز ہے۔ طلاق دینے کے بعد عورت کے تین حال ہیں اول یہ کہ مرد اس سے رجوع کر لے، یعنی عدت کے اندر ملاپ کر لے تو اس کو فامساک بمعروف میں بیان فرما دیا۔ دوسری صورت یہ کہ رجوع نہ کرے یہاں تک کہ عدت گزر جائے اور بالکل جدا ہو جائے تو اس کو تسریح باحسان میں بیان فرمایا۔ تیسری صورت یہ ہے کہ ایک اور طلاق تیسری دیکر بالکل ایسا انقطاع اور تعلق توڑ دے کہ اب نکاح سے بھی حق رجوع کا نہ رہے جیسا اس آیت میں فرمایا :

فان طلقها فلا جناح علیهما ان یتراجعا طلاق مرتن کے بعد فان طلقها متصل ہے اور ان دونوں آیتوں کے بیچ میں ولا یحل لکم آیت خلع بطور جملہ معترضہ آگئی ہے اور فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ یعنی تیسری طلاق کے بعد خاوند اول پر وہ عورت حلال نہیں ہو گی جب تک دوسرے خاوند سے بعد عدت نکاح کر کے وطی نہ کر لے، پھر وہ خوشی سے چھوڑے اور اس کی عدت گذار کر پھر پہلے خاوند سے کر سکتی ہے ورنہ نہیں۔

امام وہابیہ مولوی وحید الزمان مترجم صحاح وغیرہ اپنی تفسیر وحیدی علی القرآن کے صفحہ ۴۸ میں آیت مذکورہ بالا کی تفسیر میں لکھتا ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی عورت کو ایک ہی دفعہ تین طلاق دے دیں تو اختلاف ہے کہ ایک طلاق پڑے گی یا تینوں پڑ جائیں گی اور بغیر حلالہ کے وہ عورت اب اس مرد کے نکاح میں نہیں آسکتی۔ اس کے بعد لکھتا ہے کہ ابن قیم، شوکانی اور نواب بھوپال کے نزدیک ایک طلاق ہو گی غور کا مقام ہے کہ لاکھ صحابہ کے حضور میں یہ اجماع ہوا اور تابعین و تبع تابعین و ائمہ اربعہ مجتہدین اور کروڑوں علماء سلف و خلف کے مقابلے میں میاں صاحب لکھے ابن قیم سخت متعصب اور عقل کی کمی رکھتا تھا جیسا کہ زرقانی وغیرہ لکھتا ہے اور شوکانی کی خط و کتابت اہل نجد سے ہے۔ محمد بن عبدالوہاب اور شوکانی کا زمانہ ایک اور باہم تحریرا"

ملاپ تھا اور نواب بھوپال غالی ' غیر مقلد ' ائمہ کا مخالف جیسا کہ اس کی تصنیف سے ظاہر ہے ' ان تین مخالفوں کا اختلاف ذرہ بھر کی بھی حقیقت نہیں رکھتا۔ چنانچہ قاضی مظہری نے فرمایا ہے کہ جس حدیث پر ائمہ اربعہ میں سے کسی نے عمل نہیں کیا وہ حدیث ضرور ضعیف ہے۔ اب فرمائیں کہ ابوداؤد والی ضعیف و منسوخ پر کسی نے ائمہ میں سے عمل کیا بلکہ اس کے خلاف نووی وغیرہ علماء محققین سے ثابت ہے اب حشرات الارض کے نزدیک محقق وہ جو اجماع صحابہ و ائمہ مجتہدین متین و جمہور علماء ' سلف و خلف کے مخالف ہوں ' زہے تعصب نفسانی و غرور شیطانی اب لیجئے جس طرح شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف وحید الزمان مذکور اپنی کتاب " عقائد الحدیث " میں کرتا ہے وہی محدث جلیل القدر اپنی کتاب " عقد الجید " مطبوعہ محمدی لاہور کے صفحہ ۹۰ میں فرماتے ہیں ملاحظہ ہو :

فقیہ یفتی بمنهب سعید بن المسیب و یزوج بزوج الاول بقیت مطلقة بثلث نطلیقات کما کان ویعزر الفقیه و فقیه یحتال فی الطلاقات الثلاث و یاخذ الرشی بذالک ویزوجها الاول بدون الدخول الثانی هل یصح النکاح وما جزاء من یفعل ذالک قالوا یسود ویبعدو فی الفتاوی الاعتمادیة من الفتاوی السمرقندی ان سعید المسیب رجع عن قوله ان دخول المحلل لیس بشرط فی التحلیل ولوقضی به قاض لاینفذ قضاءه ولوحکم به فقیه لایصح ویعزر الفقیه ☆

ترجمہ : ایک فقیہ ہے کہ سعد بن مسیب کے مذہب پر فتویٰ دیتا ہے اور مطلقہ ثلاثہ کا نکاح زوج اول سے کر دیتا ہے تو وہ مطلقہ ثلاثہ ویسی کی ویسی ہی رہے گی اور فقیہ کو تعزیر دی جائے گی اور ایک فقیہ ہے کہ تین طلاق میں حیلہ کرتا ہے اور اس میں رشوت لیتا ہے اور اس عورت کا نکاح بدون دخول زوج ثانی کے زوج اول سے کر دیتا ہے کیا یہ نکاح صحیح ہو جاتا ہے اور ایسا کرنے والے کی کیا سزا ہے تو سب نے جواب دیا

کہ منہ کالا کر کے نکالا جائے۔ فتاویٰ عمادیہ میں فتاویٰ سمرقندیہ سے منقول ہے کہ سعید المسیب نے اپنے اس قول سے (کہ عورت مطلقہ ثلاثہ کے) حلال ہونے میں محلل کے دخول کی شرط نہیں ہے رجوع کیا پس اگر یہی حکم قول مرجوع سعید ابن مسیب پر دیوے) تو اس کا حکم جاری نہیں ہو گا اور کوئی فقیہ اگر ایسا حکم دے تو صحیح نہیں ہو گا اور فقیہ کو تعزیر دی جائے گی۔ صفحہ ۹۰

غرض ان کے مانے ہوئے محدث کی تحریر سے ثابت ہو گیا کہ خلاف جمہور جو کوئی ابن قیم و شوکانی و بھوپالی کی پیروی کرے اس کا منہ کالا کر کے شہر بدر کر دیا جائے اور اگر قاضی مفتی ایسا فتویٰ لکھے تو اس کو بھی تعزیر ہو گی کیا ہم کو شریر قلیلوں کی پیروی کا حکم ہے یا اجماع صحابہ و مذہب ائمہ مجتہدین و جمہور علماء سلف و خلف کی پیروی کا خود ہی انصاف فرمائیں اور اجماع کا مخالف قرآن پاک کی رو سے دوزخی ہوتا ہے۔ بقولہ تعالیٰ وہابی پنجابیوں کا امام حافظ لکھوی اپنی تفسیر محمدی منزل اول سورۃ البقرہ صفحہ ۱۹۰ مطبوعہ گلزار محمدی لاہور میں لکھتا ہے الطلاق مرتن (الایۃ)

طلاق ایہی دو واری پھر زن رکھنے نال بھلیائی
یا چھڈے نال بھلائی اسنوں کرے نہ قصد برائی

یعنی حق رجوع جو مرداں بعد طلاقوں آوے
اوہ دو طلاقاں تائیں ثابت تریجی کہے گواوے

ایہ آیت بھیجی دوہنہ تائیں رب حق رجوع ٹھرایا
تریجی بعد رجوع نہ جائز خصم کرن ہور آیا

فرجے ہور طلاق کہے زن روانہ اوس کدائیں
تریجی پچھے تازن کرے نکاح خصم ہور تائیں

وچ " نبوی تفسیر " ایہ مسئلہ واضح طور پچھانی
لکھیا ہے حلوائی دوجے باجہ نہ روا زنانی

طلاق کے متعلق علماء اہلسنّت والجماعت کے فتاوے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۰

الحمد للہ رب العالمین علٰی کل حال و فی کل حین والصلوۃ والسلام علی سیدالمرسلین عدد ماذکرہ الذاکرون و غفل عن ذکرہ الغافلون وعلی آلہ واصحابہ وائمۃ المجتہدین و علی جمیع المؤمنین امابعد ☆

یہ فتوے ہیں طلاق میں جس میں علماء کرام حنفیہ عظام کے فتویٰ جمع ہیں تاکہ اہلسنّت و جماعت وہابیہ کی غلط بیانی و دھوکہ دہی سے بچیں اور فقیر صانہ القدیر محمد نبی بخش حلوائی کو دعائے مغفرت سے یاد فرمائیں۔ وماتوفیقی الاباللہ العلی العظیم ○

سوال : کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی عورت کو زبانی تین طلاق دے دی ہیں اب وہ رجوع کرنا چاہتا ہے کیا شریعت محمدیہ میں وہ رجوع کر سکتا ہے یا نہیں ؟

جواب : وباللہ التوفیق ' عورت مذکورہ پر تین طلاق واقع ہو گئیں اب وہ عورت شخص مذکور پر حلال نہیں ہو سکتی تو تینکہ دوسری جگہ اپنی مرضی سے نکاح پڑھائے پھر وہ خاوند اپنی مرضی سے طلاق دے' قرآن شریف اور احادیث نبویہ اور ائمہ اربعہ اور جماہیر علمائے سلف و صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالٰی عنہم کا یہی ارشاد ہے۔

قال اللہ تعالٰی الطلاق مرتٰن فامساک بمعروف اوتسریح باحسان الی قولہ تعالٰی فان طلقھافلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ یہ آیت مطلق ہے اور نص ہے وقوع طلاق ثلاثہ پر اگرچہ ایک ہی طہر میں ہو اور حدیث سہل

بن سعد الساعدی رضی اللہ تعالٰی عنہ میں آیا ہے وطلقھا ثلثا (متفق علیہ) اس حدیث میں بھی وقوع طلاق ثلث پر دلالت ہے اگرچہ ایک ہی طہر میں ہو' اگرچہ ایک ہی کلمہ سے ہو کیونکہ اگر ایک دفعہ طلاق ثلاثہ لغو یا غیر واقعہ ہوتی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عویم عجلانی کو منع فرماتے اور حضور سکوت نہ فرماتے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح میں اسی حدیث سے استدلال کیا ہے عن نافع قال کان ابن عمر اذا سئل فمن طلق ثلاثًا قال لو طلقت مرۃ او مرتین فان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امرنی بھذا فان طلقتھا ثلاثًا فقد حرمت علیک حتی تنکح زوجا غیرہ۔ وعصیت اللہ تعالٰی فیما امرک من طلاق امرتک ☆ (متفق علیہ)

یہ حدیث صریح ہے وقوع طلاق ثلاثہ میں گو ایک کلمہ سے ہو یا متعدد سے ایک طہر میں ہو یا متعدد میں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم کیا تحلیل کا بغیر سوال کے کسی قید کے اگر کوئی قید موجب عدم وقوع طلاق ہوتی تو حضرت ضرور دریافت فرماتے عن عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ ان اباہ طلق امرأتہ الف تطلیقۃ فانطلق عبادۃ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فسالہ فقال بانت بثلاث تطلیقات فی معصیۃ اللہ ☆ (رواہ عبدالرزاق ذکرہ فی فتح القدیر) یہ حدیث صریح ہے کہ ایک بار تین طلاق کہنے سے تین طلاق واقع ہو جاتی ہیں۔

عن رکانۃ قال اتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقلت یا رسول اللہ انی طلقت امرأتی البتۃ فقال ما اردت بھا فقلت واحدۃ قال واللہ قال واللہ قال فھو ما اردت ☆ (رواہ الترمذی و ابوداؤد) یہ حدیث بھی دلیل ہے کہ یکبارگی تین طلاق دینے سے واقع ہو جاتی ہیں کیونکہ اگر طلاق ثلاثہ یکبارگی نہ ہوتی تو آپ اس کی نیت نہ دریافت کرتے فقد ثبت بما ذکرنا ان الاحادیث الصحیحۃ المذکورۃ تدل علی وقوع طلاق الثلث ولو کان بکلمۃ واحدۃ اومتعددۃ فی طھر واحد او متعدد

ولو بدون تخلل الرجعة عن محمد بن ایاس قال طلق رجل امرأته ثلاثا قبل ان
یدخل بھاثم بدء له ان ینحکھا فجاء یستفتنی فذھبت معه اسال له فسال عبداللہ
بن عباس و اباھریرۃ عن ذلک فقالا لانری ان تنکحھا حتی تنکح زوجا غیرہ
قال فانما کان طلاقی ایاھا واحدۃ قال ابن عباس ارسلت من یدذکر ماکان لک من
فضل رواہ مالک ولامام محمد والطحاوی باسناد صحیح وعن محمد بن ایاس
ان ابن عباس و اباھریرۃ و عبداللہ بن عمرو بن العاص سئلوا عن البکر یطلقھا
زوجھا ثلثا فکلھم قال لاتحل له حتی تنکح زوجا غیرہ (رواہ ابوداؤد)

قال الامام مالک فی مؤطا بلغه ان رجلا قال لابن عباس انی طلقت امراتی
مائه تطلیقة فماذاتری علی فقال له ابن عباس طلقت منک بثلاث و سبع و
تسعون اتخذت بھا ایات اللہ ھزوا (رواہ عبدالرزاق و ابوبکر بن ابی شیبۃ والطحاوی
باسناد صحیح)

وعن علقمة عن عبداللہ انه سئل عن رجل طلق امرأته مائة تطلیقة قال
ثلث تبینھا منک وسائرھا عدوان (رواہ الطحاوی) عن معاویة بن ابی یحییٰ
قال جاء رجل الی عثمان بن عفان فقال طلقت امرء تی الفا فقال بانت منک
بثلث (رواہ وکیع ذکرہ فی فتح القدیر) و عن عامر الشعبی ان رجلا اتی شریحا
فقال له انی طلقت امرء تی عدد النجوم فقال یکفیک من ذلک ثلث (مسند
ابوحنیفه)

قال الامام النووی فی شرح مسلم وقال اختلف العلماء فی من قال لامرء
ته انت طالق ثلاثا فقال الشافعی و مالک و ابوحنیفه و احمد و جماھیر العلماء
من السلف والخلف، وقع الثلاث - انتھی و قال الشیخ ابن الھمام و ذھب
جمھور الصحابة والتابعین و من بعدھم من ائمة المسلمین الی انه یقع الثلاث
انتھی وقال الزرقانی فی شرح مؤطا الامام مالک فی صدد کتاب الطلاق

والجمھور علی وقوع الطلاق الثلث بل حکی ابن عبدالبر الاجماع قائلاان
خلافه شاذ لایلتفت الیه انتھی

قال العینی فی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری و ذھب جماھیر
العلماء من التابعین ومن بعدھم منھم النخعی والثوری و ابوحنیفه و مالک و
الشافعی و احمد و آخرون کثیرون الی ان من طلق امرأته ثلثا وقعن علیھا
لکنه یأثم و قالوا من خالف فیه فھو شاذ مخالف لاھل السنة وانما تعلق به اھل
البدعة ومن لایلتفت الیه لشذوذہ عن الجماعة انتھی - وقال العلامة العینی فی
شرح ھدایة فی فصل الطلاق قبل الدخول اذا طلق الرجل امرأته قبل الدخول بھا و
قعن علیھا عند عامة العلماء وھو مذھب عمر و علی و ابن عباس و ابی ھریرۃ و
عبداللہ بن عمرو بن العاص و عبداللہ بن مسعود و انس بن مالک رضی اللہ
تعالیٰ عنھم و به قال سعید بن المسیب و محمد بن سیرین و عکرمة و ابراھیم
و عامر الشعبی و سعید بن جبیر والحکم و ابن ابی لیلی والاوزاعی و سفیان
الثوری و ابن المنذر انتھی، واللہ اعلم بالصواب

قال النووی اما حدیث ابن عباس فاختلف العلماء فی جوابه تاویله
والاصح ان معناہ انه کان فی اول الامر اذا قال انت طالق انت طالق انت طالق ولم
ینوی التاکید ولا ستیناف یحکم بوقوع طلقة واحدۃ لقلته ارادتھم الاستیناف
بذلک محمد علی الغالب الذی ھوارادۃ التاکید فلما کان زمن عمر و کثرا
استعمال الناس بھذہ الصیغته و غلب منھم ارادۃ الاستیناف بھا حملت
عندالاطلاق علی الثلث عملا بالغالب السابق الی الفھم فی ذلک العصر واللہ
اعلم بالصواب☆

ترجمہ و حاشیہ

۱۔ رکانہ سے ہے کہ کہا اس نے کہا کہ میں آیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
خدمت میں پس عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے اپنی عورت کو
طلاق دی ہے تو حضور ﷺ نے فرمایا کیا ارادہ کیا تھا تو نے اس طلاق سے پس میں نے
عرض کی ایک طلاق کا تو فرمایا قسم خدا کی، قسم خدا کی وہ طلاق وہی ہے جو تو نے ارادہ
کیا۔ اس سے یعنی ایک لفظ سے تین واقعہ ہونے کے۔

۲۔ قولہ فقد ثبت الخ پس البتہ ثابت ہوا جو ہم نے ذکر کیا کہ احادیث صحیح مذکورہ
دلالت کرتی ہیں اوپر واقع ہونے طلاق ثلاثہ کے اگرچہ ایک کلمہ یا متعدد کلموں سے
ہوں، ایک طہر یا متعدد طہروں میں، اگرچہ بدون حیل حجت کے ہوں جیسے روایت ہے
محمد بن ایاس سے کہا اس نے کہ ایک آدمی نے اپنی عورت کو تین طلاقیں پہلے دخول
کرنے سے دے دیں پھر اسے خیال ہوا کہ اس سے نکاح کرلے تو فتویٰ لینے کو چلا گیا
میں نے بھی ساتھ اس کے سوال کیا تو پوچھا عبداللہ بن عباس اور ابوہریرہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہما نے واقع طلاق سے پھر فرمایا نہ دیکھ کہ نکاح کرے تو اس کو یہاں تک کہ
نکاح کرے وہ خاوند ثانی سے بجز تیرے تو کہا محمد بن ایاس نے کہ تھی طلاق میری
عورت کو ایک بار تو فرمایا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے پہنچا دی تو نے اپنے ہاتھ سے جو
تھی واسطے تیرے زیادتی سے۔ روایت کیا اس کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے یعنی تین ہی طلاقیں
تھیں زیادتی سے سو وہ سب اس کو پہنچ گئیں اب دوسرا خاوند کئے بغیر کام نہیں بنتا اور
ایسا ہی روایت کیا اس حدیث کو امام جعفر الطحاوی نے ساتھ صحیح اسناد کے اور روایت
ہے محمد بن ایاس سے البتہ ابن عباس و ابوہریرہ و عبداللہ بن عمرو بن العاص پوچھے گئے
بکرے کہ اس کو اس کے خاوند نے تین طلاقیں دیں تو سب نے کہا کہ نہیں، حلال
واسطے اس کے یہاں تک کہ کرے وہ عورت خاوند دوسرا بغیر اس کے روایت کیا اس

حدیث کو ابوداؤد نے صحیح اسناد سے کہا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مؤطا میں کہ اس کو خبر ملی کہ
ایک آدمی نے ابن عباس سے عرض کی کہ میں نے اپنی عورت کو سو طلاق دی ہیں پس
آپ اس میں کیا دیکھتے ہیں اوپر میرے تو فرمایا اس کو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے عورت
تیرے سے تین طلاق سے مطلقہ ہوگئی اور تین کم سو سے تو نے خدا تعالیٰ کی آیتوں کا
ٹھٹھا کیا۔ روایت کیا اس کو عبدالرزاق و ابوبکر ابن ابی شیبہ اور طحاوی نے صحیح اسناد سے
اور روایت کی علقمہ نے عبداللہ سے کہ وہ پوچھے گئے ایک آدمی سے کہ اس نے اپنی
عورت کو سو طلاقیں دیں تو فرمایا آپ نے کہ تین طلاقوں سے تیری عورت تیرے لئے
جدا ہوگئی اور باقی سب خدا تعالیٰ کی نافرمانی اور سرکشی ہے۔ روایت کیا اس کو طحاوی
نے اور معاویہ بن ابی یحییٰ سے روایت ہے کہ کہا اس نے کہ ایک آدمی نے عثمان بن
عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی میں نے اپنی عورت کو
ہزار طلاق دی ہے تو آپ نے فرمایا وہ تین طلاق سے تیرے سے جدا ہوگئی روایت کیا
اس کو ترمذی نے ذکر کیا اس کو فتح القدیر میں اور عامر الشعبی سے ہے کہ ایک آدمی
شریح کے پاس آیا اور عرض کی کہ میں نے اپنی عورت کو جتنے آسمان کے تارے ہیں
اتنی طلاقیں دی ہیں تو آپ نے فرمایا کہ کافی ہیں تجھ کو ان سے تین یعنی تین طلاق
سے وہ تیرے سے جدا ہوگئی (مسند ابوحنیفہ) امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں کہا کہ
اس شخص کے اہل علم کا اختلاف ہے کہ جس نے اپنی عورت کو کہا تجھے تین طلاق تو
فرمایا امام شافعی و مالک و ابوحنیفہ و احمد اور سلف و خلف کے جمہور علماء نے کہ وہ تینوں
طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔ اور کہا شیخ ابن ہمام نے اسی طرف گئے ہیں جمہور صحابہ اور
تابعین اور ائمۃ المسلمین جو ان کے بعد ہوئے کہ وہ تینوں واضح ہو جاتی ہیں۔ اور کہا
زرقانی نے شرح مؤطا امام مالک میں " صدر کتاب الطلاق " میں کہ جمہور علماء اوپر
وقوع طلاق ثلاثہ کے ہیں بلکہ ابن عبداللہ نے اس پر اجماع مکاتب کیا اور قائل ہے
اس امر کا کہ اس کے خلاف شاذ ہے اس کی طرف توجہ نہ کی جائے۔ اور کہا عینی نے

"عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری" میں کہ جمہور علماء تابعین میں سے اور ان کے بعد والے منجملہ جن کی امام نخعی اور نووی اور ابوحنیفہ و مالک و شافعی و احمد اور بہت سے دوسرے اس طرف ہیں کہ جو شخص اپنی عورت کو تین طلاق ایک ہی لفظ سے دے دے تو واقع ہو جائے گی اس عورت پر لیکن وہ گنہگار ہو گا اور فرمایا انہوں نے کہ جو شخص اس سے خلاف کرے وہ مخالف ہے۔ اہلسنت والجماعت کے اور بجز اس کے نہیں کہ اس کے ساتھ تعلق اہل بدعت کا ہے اور جو شخص اس طرف توجہ نہ کرے تو وہ بڑی جماعت سے خارج ہوا۔ اور کہا علامہ عینی نے شرح ہدایہ میں فصل "طلاق قبل الدخول" میں جب کسی آدمی نے اپنی عورت کو طلاق دی دخول کرنے سے پہلے نزدیک عامہ علماء کے اس عورت پر وہ واقع ہو جائے گی اور وہ مذہب عمرو علی و ابن عباس و ابی ھریرہ و عبداللہ بن عمرو ابن العاص و عبداللہ بن مسعود و انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنھم کا ہے اور ساتھ اسی کے قائل ہوئے سعید ابن المسیب و محمد بن سیرین و عکرمہ و ابراہیم و عامرالشعبی و سعید ابن جبیر و حاکم و ابی لیلیٰ و اوزاعی و سفیان ثوری و ابن منذر رحمتہ اللہ علیہم۔ واللہ علم بالصواب

نووی نے کہا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کے جواب میں علماء کی مختلف تاویلیں ہیں پس بہت صحیح یہ ہے کہ جو رویہ پہلے تھا کہ جب کسی نے کہا عورت کو تجھے طلاق تجھے طلاق اور اس میں تاکید و استیناف کی نیت نہ کرے تو اس وقت حکم کیا جاتا تھا ایک طلاق کا' ان کا علیحدہ طلاق کی نیت نہ کرنے سے باعث غلبہ رویہ پر عمل کرنے کے کہ وہ ارادہ کرتا ہے تاکید کا تین بار کہنے سے تو پھر جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ آیا اور تین طلاق کو لوگ ایک طلاق میں زیادہ استعمال کرتے اور غالب ہوا ان کا ارادہ علیحدہ طلاق کا ان لفظوں سے تو حمل کیا گیا اوپر تین طلاقوں کے عندالاطلاق اوپر غلبہ عمل سابق کے۔

ابویوسف محمد شریف عفی اللہ عنہ کوٹلی لوہاراں مغربی واقعی مولانا مولوی محمد

شریف صاحب نے یہ جواب مطابق مذہب حنفیہ کے لکھا ہے مسلمان بھائیوں کو اسی مسئلہ کے موافق عمل کرنا لازم ہے۔

بقلم محمد کرم الٰہی بحکم حضرت مولانا حاجی حافظ صوفی محمد عبداللہ صاحب لڈری ضلع میرپور۔ قد اصاحب من اجاب

ابو محمد الیاس امام الدین از کوٹلی لوہاران مغربی ضلع سیالکوٹ' اقول و باللہ التوفیق مطلقہ ثلاثہ سے بغیر حلالہ کے زوج اول کے نکاح کا محل و جواز مفتر و سیاہ قابل شہربدر اور لعین ہے کمافی الجوہرہ والشامی۔ والفتوحات واذاکان الطلاق ثلثافی الحرۃ اوثنتین فی الامۃ لم تحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ نکاحا صحیحاو یدخل بھا ثم یطلقھا اویموت عنھا المواد بالدخول الوطئی حقیقۃ وثبت شرط الوطئی باشارۃ النص و ھوان یحمل النکاح علی الوطئی حملا للکلام علی الا فادۃ دون الاعادۃ لاالعقد فلستفید باطلاق اسم الزوج اویزاد عن النص بالحدیث مشھور وھو قولہ علیہ السلام لا تحل للاول حی تذوق سیلہ الاخرو لاخلاف لاحدین العلماء فی ھذا اسوی سعید بن المسیب وقولہ غیر معتبر حتی لو قضی بہ القاضی لاینفذ قضاء کذافی جواھرہ صفحہ ٢٣ فی الزھدی انہ ثابت باجماع الامۃ و فی المنیۃ ان سعیداؒ رجع عنھا الی قول الجمھور فمن عمل بہ یسود وجھہ ویبعد ومن افتی بہ یعزر ذکر فی الخصاصۃ عندمن اتی فعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین فانہ مخالف الاجماع ولا ینفذ قضاء القاضی بہ ونمامہ فیہ شامی ج ٢ صفحہ ٨٨٥۔

ترجمہ : " بحالت تین طلاق آزاد میں اور دو طلاق کنیز میں خاوند اول پر حلال نہیں جب تک وہ عورت دوسرا خاوند نہ کرے اور وہ خاوند دخول نہ کرلے پھر طلاق دے یا مرجائے۔ دخول سے مراد وطی حقیقی ہے اور یہ شرط اشارۃ نص سے ثابت ہے۔ اس طرح کہ نکاح کو وطی پر حمل کیا جائے بوجہ افادہ کے نہ بطور تکرار کے کیونکہ عقد زوج

سے ہی مستفید ہے یا نص پر حدیث مشہور علیہ کی سے زیادہ کیا جائے اور وہ قول حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے پہلے خاوند کو مطلقہ ثلاثہ حلال نہیں جب تک دوسرے خاوند کا مزانہ چکھے اور علماء کرام میں سے سوا سعید بن مسیب کے کسی کو اس میں اختلاف نہیں اور سعید کا قول غیر معتبر ہے حتیٰ کہ اگر قاضی اس قول پر فیصلہ کر دے تو اس کا فیصلہ نافذ نہیں ہوگا۔ کمافی الجوہر اور زاہدی میں ہے کہ شرط دخول اجماع امت سے ثابت ہے اور منیہ میں ہے کہ سعید نے جمہور کے قول کی طرف رجوع کر لیا اور جو اس پر فتویٰ دے اس کو تعزیر لگائی جائے اور خلاصہ میں ذکر کیا پس اس مفتی پر اللہ تعالیٰ کی لعنت اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت کیونکہ وہ مخالف اجماع کا ہے اور قاضی کا فیصلہ اس قول پر نافذ نہیں ہوگا۔"

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ اگر کوئی شخص اپنی عورت کو ایک لفظ میں تین طلاق دے تو کیا یہ طلاق ہوئی؟ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تین واقع ہوتی ہیں جیسا کہ حق عزوجل نے فرمایا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ الی ان قال کہ اخیر میں ایک شخص استادہ ہوا کہ بلند آواز سے بے ادبی کے ساتھ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب کر کے کہنے لگا اے صاحب! ہم اس لفظ کے ساتھ تین طلاق کا حکم آپ سے نہیں مانتے اور نہ تصویب ان کی جنہوں نے اس لفظ کو ایک طلاق بتایا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا مارے غضب کے اس شخص پر اور با آواز بلند فرماتے ہیں تین طلاق ہاں تین طلاق ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ کیا تم فروج کو حلال بناتے ہو' پس حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہی فرماتے ہیں کہ اطراف والوں نے سنا اور وہ شخص مضمحل ہو گیا اور زمین پر اس کا نشان نہ رہا۔ میں دریافت کرتا تھا کہ کون شخص ہے جس نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غصہ دلایا کسی نے مجھ سے کہا کہ ابلیس لعین تھا

فتوحات ج ۳ ۷۴۴ ہذا اعندی فی الباب واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب فقیر یعقوب عفی عنہ سلامت پوری۔

فتویٰ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی عورت کو کہا تجھ کو تین طلاق ہیں واقعتاً" مذہب مذہب اہلسنت والجماعت میں ایک طلاق واقع ہوگی یا تین بصورت دیگر اگر کوئی حاکم یا قاضی تین کے واقع ہونے کا حکم دے تو نافذ ہوگا یا نہیں (حافظ فضل الٰہی جلالپوری پوسٹ بکس نمبر ۱۲۰ لاہور)۔

جواب: بعون الملک الوہاب مذہب مذہب اہل سنت والجماعت جمہور سلف و خلف کے نزدیک اس لفظ سے تین طلاق ہی واقع ہو جاتی ہیں ہاں ظاہریہ (غیر مقلدین) اور روافض کے نزدیک ایک طلاق واقع ہوتی ہے اس مسئلہ کی تصریح کتب معتبرہ ذیل میں ہے۔

(۱) ردمختار جلد دوم مطبوعہ استنبول صفحہ ۵۷۶ و صفحہ ۵۷۷ میں ہے۔
ذہب جمہور صحابۃ والتابعین و من بعدھم من ائمۃ المسلمین الی انہ یقع الثلاث اس پر اجماع حکوتی ہے بعدازاں فرماتے ہیں وقد ثبت النقل عن اکثرھم صریحا بایقاع الثلث ولم یظہر لھم مخالف فماذا بعد الحق الا الضلال وعن ھذا قلنا لوحکم حاکم بانھا واحدۃ لم ینفذ حکم لانہ لایسیغ الاجتھاد فیہ فھو خلاف لا اختلاف انتہی

(۲) علامہ عینی فرماتے ہیں و منھب جماھیر العلماء من التابعین ومن بعدھم منھم الاوزاعی ونخعی والثوری رحمتہ اللہ علیھم وابوحنیفۃ واحمد و اصحابہ و مالک و اصحابہ والشافعی و اصحابہ واحمد واصحابہ و اسحق و ابوثور و

ابوعبید و آخرون کثیرون علی لن من طلق امرء نه ثلاثا وقعن ولکنه یأثم وقالوا من خالف فیه فهو شاذ مخالف لاهل السنة وانما تعلق به اهل البدعة ومن لایلتفت الیه لشذوذه من الجماعة انتہی۔

(۳) علامہ طحاوی معانی الاثار جلد نمبر۲ صفحہ ۳۳ و ۳۴ میں یہ فیصلہ فرماتے ہیں کہ تین طلاق دفعۃً" اور یہی مذہب حضرت امام ابوحنیفہ و ابویوسف و امام محمد رحمتہ اللہ علیہم کا ہے۔

(۴) علامہ عینی شرح ہدایہ جلد دوم صفحہ ۲۲۶ میں فرماتے ہیں۔ وقالت الظاهرية والشيعة لايقع الطلاق فی حالة الحيض والثلاث بكلمة بكلمته واحدة وعند الامامية لايقع شيئا اصلاوبه قال الظاهرية وعند انويلية منهم واحدة ويزعون انه قول علی انتهی۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ تین طلاق کہنے سے ایک طلاق شیعہ اور ظاہریہ کا مذہب ہے نہ کہ مذہب اہلسنت و جماعت کا بعض لوگ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بروایت طاؤس تین طلاق دفعتاً" کی ایک بیان کرتے ہیں یہ روایت مرجوح ہے اور بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے مقابلہ میں قابل التفات نہیں کیونکہ اس وقت حضرت عبداللہ کی عمر ۱۳ یا ۱۵ برس کی تھی جب آنحضرت صلی علیہ وآلہ وسلم نے انتقال فرمایا ان کے علاوہ عبداللہ بن مسعود اور حضرت عمر فاروق اور حضرت ابوھریرہ اور حضرت علی وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم بڑی عمروں والے تھے اور مدت دراز سفر و حضر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت سے مشرف ہوئے اور آپ کے اقوال مبارک سنے اور افعال دیکھے یہ سب ہی فرماتے ہیں جو مذکور ہوا یعنی تین طلاق کی تین ہی واقع ہو جاتی ہیں اگرچہ کہنے والا گنہگار ہو جاتا ہے۔

علامہ طحاوی جلد دوم میں فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عباس کی روایت منسوخ ہے جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب صحابہ کرام کو مخاطب کر کے

تین طلاق کا فیصلہ فرمادیا کہ تین کی تین واقع ہو جاتی ہیں اس پر کسی اصحاب نے انکار نہیں فرمایا بلکہ حضرت عبداللہ بن عباس ہی اس کے بعد تمام عمر سب اجماع امت کے موافق ہی فتوی دیتے رہے جیسا کہ علامہ مذکورہ معانی الاثار کے جلد دوم کے صفحہ ۳۳ میں فرماتے ہیں ثم هذا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قد کان بعد ذالک لعننی من طلق امرأته ثلاثا تامعا ان طلاقه قد نومه و قد عنها علیه انتهی

الجواب صحیح مولانا اصغر علی روحی مدظلہم پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور هنا هو الحق فماذا بعد الحق الاالضلال مولانا جمال الدین کتھیالوی امام مسجد کو ٹھیداران لاہور۔

ہذا الجواب صحیح والمجیب جزاہ اللہ خیرالجزاء علی مافہم وسعی

محمد یار امام و خطیب مفتی مسجد طلائی لاہور ہذا عندنا والیہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم

کتبہ خادم الطلباء ابورشید محمد عبدالعزیز عفی اللہ عنہ امام جامع مسجد چاہ جنڈیوالہ مزنگ لاہور ۲۹ رمضان المبارک ۴۴ھ

سوال: اگر کوئی شخص مطلقہ ثلاثہ سے آباد کرنے کی غرض سے نکاح کرے اور چھوڑ دینے کا ارادہ نہ دل میں ہو نہ زبان سے کہا لیکن نکاح کر کے بعد وطی کوئی ایسی صورت ہو گئی کہ اس کو طلاق دینی پڑی تو عورت بعد طلاق اور گذر جانے عدت زوج ثانی کے پہلے خاوند سے نکاح کر سکتی ہے اس میں کسی کو اختلاف نہیں ہے اور اگر کوئی شخص اس نیت سے نکاح کرے کہ میں اس کے ساتھ وطی کر کے چھوڑ دوں گا تاکہ پہلے خاوند کو حلال ہو جائے تو اس کی دو صورتیں ہیں یا چھوڑ دینے کا ارادہ دل میں ہو اور زبان کے ساتھ ظاہر نہ کرے تو یہ نکاح حضرت امام اعظم و امام محمد و ابویوسف و امام شافعی رحمتہ اللہ علیہم کے نزدیک صحیح ہوگا پھر اگر وہ طلاق دیدے تو بعد

عدت پہلے خاوند سے نکاح درست ہے یا یہ چھوڑ دینے کی شرط زبان سے کرے تو اس صورت میں بھی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نکاح صحیح ہو جائے گا اور عورت مذکورہ پہلے خاوند پر حلال ہو جائے گی کیونکہ شرط تحلیل شرائط فاسدہ سے ہے اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شرائط فاسدہ سے نکاح فاسد نہیں ہوتا بلکہ شرط فاسد اور باطل ہوتی ہے البتہ یہ نکاح مکروہ تحریمی ضرور ہوگا اور ایسا کرنے والا اور کرانے والا دونوں گنہگار بلکہ ملعون ہوں گے۔ حدیث شریف میں جو محلل اور محلل علیہ پر لعنت آئی ہے اور اس کا محل یہی ہے اور چونکہ حضور علیہ السلام نے ایسے عاقد کو محلل فرمایا ہے اس لئے معلوم ہوا کہ عقد صحیح ہوگا اگر فاسد ہوتا تو محلل نہ ہوتا اور لعنت سے مراد ان دونوں کی خساست کا اظہار ہے کہ طبع سلیم ایسے فعل سے انکار کرتی ہے اور اس تحلیل کا شروع ہونا زجر و عتاب کے لئے ہے تاکہ کوئی شخص تین طلاق نہ دے۔

ہدایہ شریف میں ہے واذا تزوجھا بشرط التحلیل فالنکاح مکروہ لقولہ علیہ السلام لعن اللہ المحلل والمحلل لہ وھنا ھو محلہ فان طلقھا بعد وطیھا حلت الاول لوجود الدخول فی نکاح صحیح اذالنکاح لا یبطل بالشرط۔ انتھی

یعنی اگر کوئی نکاح کرے اس کو ساتھ شرط تحلیل کے تو وہ نکاح مکروہ ہے واسطے فرمان رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کہ خدا لعنت کرے محلل اور محلل لہ کو اور یہی اس کا محل ہے پھر اگر بعد وطی اس کو طلاق دیدے تو پہلے خاوند کو حلال ہو جاتی ہے کیونکہ نکاح صحیح میں دخول پایا گیا اور اس لئے کہ نکاح شرط کے ساتھ باطل نہیں ہوتا۔

علامہ زیلعی تخریج ہدایہ میں فرماتے ہیں کہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ صاحب ہدایہ نے حدیث اعلم ان للصنف استدل بھذالحدیث علی کراھتہ النکاح المشروط التحلیل و ظاھرہ یقتضی التحریم کماھو مذھب احمد ولکن یقل

الماسماء محللا دل علی صحة النکاح لان المحلل ھوالمثبت للحل فلو کان فاسدالماسماء محللا۔

کہ نکاح نکاح بشرط تحلیل کے مکروہ ہونے پر دلیل پکڑی ہے اور اس کا ظاہر مقتضی تحریم کو ہے جیسے کہ مذہب امام احمد کا ہے لیکن کہا جاتا ہے کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو محلل (حلال کرنے والا) فرمایا تو اس نے صحت نکاح پر دلالت کی کیونکہ محلل وہی ہے جو مثبت حل ہے پس اگر یہ فاسد ہوتا تو حضور ﷺ اس (عاقد) کا نام محلل نہ رکھتے۔

ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوۃ صفحہ ۴۷۷ میں فرماتے ہیں کہ حدیث (لعن المحلل) میں کوئی ایسا لفظ نہیں جو بطلان عقد پر دلالت کرے ولیس فی الحدیث مایدل علی البطلان العقد کما قیل بل یستدل بہ علی صحة من حیث انہ سمی العاقد محللا و ذلک انما یکون اذاکان العقد صحیحا فان الفاسد لایحلل۔

جیسے کہ کہا گیا ہے کہ بلکہ اس حدیث کے ساتھ عقد کی صحت پر دلیل پکڑی جاتی ہے اس طرح کہ آپ نے عاقد کو محلل فرمایا اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ عقد صحیح ہو کیونکہ فاسد حلال نہیں کر سکتا۔ اور عالمگیری جلد دوم صفحہ ۱۴۰ میں ہے کہ ایک آدمی نے بہ نیت تحلیل نکاح کیا اور شرط نہیں کی تو وہ عورت پہلے کو حلال ہو جائے گی اور مکروہ بھی نہیں اور اس کی نیت کوئی شے نہ ہوگی اور اگر دونوں عاقدین تحلیل کی شرط کریں تو مکروہ ہے اور امام اعظم اور امام زفر کے نزدیک حلال ہو جائے گی جیسے خلاصہ میں ہے اور یہی صحیح ہے ایسا ہی مضمرات میں ہے۔

ردمختار میں ہے کہ زوج ثانی کو تحلیل کی شرط سے نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہے بموجب حدیث لعن المحلل والمحلل لہ کے جیسے وہ کہے کہ میں نے تجھ سے نکاح کیا اس شرط پر کہ میں تجھ کو طلاق دیدے دوں گا اگرچہ وہ عورت زوج اول کو حلال ہو جائے گی بہ سبب صحیح ہونے اس نکاح مشروط کے اور باطل ہونے شرط تحلیل کے تو زوج ثانی،

جبر نہیں ہو سکتا طلاق دینے پر چنانچہ اس کو تحقیق کیا ہے کمال الدین نے آخر تک جو کہا اس نے اگر قصد تحلیل کو زوج ثانی نے دل میں رکھا یعنی زبان سے نہ کہا تو اس مرد کو ثواب ملے گا۔

سوال : کیا فرماتے ہیں علماء دین و حامیان شرح متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی عورت کو مطلقہ بطلاق ثلاثہ ایک لفظ یا تین لفظوں سے کر دیا اب وہ عورت مذکورہ کو رجوع کرنا چاہتا ہے کیا وہ بغیر تحلیل رجوع کر سکتا ہے یا تحلیل سے ؟

جواب : ومن طلق امرأة ثلثا بكلمة واحدة اوثلثا فی طهر واحد وقع الطلاق وكان عاصيًا لانه بدعی كذا فی هدآية والكان طلاق ثلثا فی الحرة اواثنين فی الامة لم يحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاح صحيحًا ويدخل بها ثم يطلقها اويموت عنها والاصل فيه قوله فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجًا غيره ثم غاية نكاح الزوج مطلقًا والزوجية المطلقة انما ثبت بنكاح صحيح لان الوطی يحرمنی الفاسد ويجب التفريق ولا يجب المهر قبل الوطئ ولهذ الوحلف لايتزوج فتزوج امراة نكاحًا فاسدًا لا يحبث كفريه و شرط الادخول ثبت باشارة النص وهو ان يحمل النكاح على الوطی حملاً للكلام على الافادة دون الاعادة لان النكاح يذكر للعقد ويذكر الوطی وهواصله وقد اويد به الوطی ههنا ليكون اللام محمولاً على الافادة لو العقد مستفاد من اسم الزوج او يزاد على النص بالحديث المشهور وهو قوله عليه السلام تحل للاول حتى تذوق عيسلة الاخر دوی بروايات ولا خلف الاحد فيه و حقيقة فی ☆ اصول الفقه : محمد عبدالمنان پشاوری حال علی پور سیداں

محمد علی عفی عنہ الجواب الصحیح

محمد فضل الرحمن حنفی نقشبندی عفی عنہ صورت مرسلہ میں تین طلاق علیحدہ

علیحدہ دیا ایک لفظ کے ساتھ یہ حال طلاق واقع ہو جائیگی جیسا کہ عبارت بالا سے ظاہر و باہر ہے حررہ العبد الراجی رحمتہ اللہ علیہ القوی ابوالبرکات سید احمد غفرلہ۔
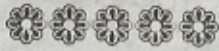
فیضان مدینہ پبلیکیشنز کی مطبوعات

- فیصلہ کُن مناظرے (جلد اول)
- مختصر شرح سلام رضا
- قادیانی دھرم کا علمی محاسبہ (جلد اول، دوم)
- تبرکات عالمی مبلغ اسلام
- غیر مقلدین کو دعوت انصاف (چار جلد)
- سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت و بشریت
- سیرت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم
- علماء دیوبند کیلئے لمحہ فکریہ
- ۸ تراویح کا تنقیدی و تحقیقی جائزہ

مرتبہ

محمد نعیم اللہ خاں قادری

بی ایس سی۔ بی۔ ایڈ/ ایم اے اردو۔ پنجابی۔ تاریخ

ملنے کا پتہ: فیضان مدینہ پبلیکیشنز جامع مسجد عمر روڈ کاموکے

مسئلہ

طلاقِ ثلاثہ

تصنیف لطیف

مجددِ مسلکِ اہل سنت

خطیب پاکستان علامہ محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

شوروم ۱۔ گنج بخش روڈ، لاہور

شوروم ۲۔ الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور

پیش لفظ

مبلغِ اعظم اہلسنت مولانا محمد شفیع صاحب اوکاڑوی نے مختلف مسائل پر قرآن وحدیث کی روشنی میں بہترین تحقیق کے ساتھ ضخیم اور جامع کتب اور رسائل تحریر فرمائے ہیں، جن کی اہمیت اور افادیت ان کا ہر قاری بخوبی جانتا ہے۔ ان مسائل کو دیکھنے کا مقصد جہاں اپنے مسلک کی ترجمانی اور حقانیت کا اظہار ہے وہاں ان لوگوں کی رہنمائی بھی ہے جو دین مذہب سے ناواقف ہونے کی وجہ سے دین فروش ملاؤں کے غلط فتوؤں اور غلط تبلیغ کے سبب گمراہی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ان کیلئے ضروری ہے کہ صحیح عالمِ دین جو قرآن کی تفسیر کی آڑ میں اپنی تفسیر نہ کرے اور دین و مذہب کے نام پر سیاسی اور دنیوی کاروبار نہ چلائے بلکہ اعلائے کلمۂ حق میں جسے کوئی باک نہ ہو اور جو خوفِ خدا و رسول (عزّوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) رکھتا ہو وہ صحیح تحقیق جمع کردے تاکہ خلقِ خدا اس سے استفادہ کرسکے۔

زیرِ نظر کتابچہ طلاقِ ثلاثہ مولانا اوکاڑوی کی علمی تحقیق کا ثمرہ ہے۔ ہمارے معاشرے میں اکثر قوانین، برادیوں کی تنظیموں اور پنچایتوں کے فیصلے قرآن وسنت کے خلاف ہوتے ہیں مگر اکثریت ان کے نقصانات سے بے خبر ہے۔

طلاق کا مسئلہ بھی ان میں سے ایک اہم بنیادی مسئلہ ہے کیونکہ اِس کا تعلق معاشرے کے ان دو افراد سے ہے جو افزائشِ نسل کا موجب ہے۔ اگر ان کا تعلق ہی صحیح نہ ہو تو اس کا وبال آئندہ نسل پر ہی نہیں بلکہ پوری انسانی برادری اور معاشرے پر بھی ہوگا۔

جھوٹی انا، خواہشاتِ نفسانی اور ذاتی اغراض ومفادات کیلئے جھوٹ بولنا عام ہے یہ ایسی وَبا ہے کہ جو اس سے بچا ہوا ہے وہ یقیناً وہی انسان ہے جسے ملائکہ سے افضل کہا گیا ہے۔ مسائلِ شریعت میں جھوٹ بول کر عارضی مدت کیلئے اپنی تسکین کر لینے سے بہتر ہے کہ یہاں تھوڑی سی تنگی اور پابندی برداشت کرکے آخرت کی راحت وتسکین کا خود کو مستحق ٹھہرایا جائے۔

شریعت وسنت کے سانچے میں خود کو ڈھالنا چاہئے۔ شریعت وسنت کو اپنے سانچے میں نہیں ڈھالنا چاہئے۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ میری گزارشات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر شخص اپنے اعمال وافعال کا خود محاسبہ کریگا اور زندگی کے ہر مسئلے میں شریعت وسنتِ مطہرہ کو اپنا راہنما بنائے گا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہمارا حامی وناصر ہو۔ آمین

کراچی	مخلص!
۱۹۷۸ء	ایچ کے نورانی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہِ الکریم

مسئلۂ طلاقِ ثلاثہ

نکاح سے عورت شوہر کی پابند ہوجاتی ہے۔ اس پابندی کے اُٹھادینے کا نام طلاق ہے۔ طلاق کیلئے کچھ الفاظ مقرر ہیں جو بہارِ شریعت حصہ ہشتم میں دیکھنے چاہئیں۔ اس وقت صِرف ایک مسئلہ 'ایک دم تین طلاق دینا' ہدیہ قارئین کیا جاتا ہے۔

آجکل یہ وبا عام ہوگئی ہے کہ ذرا ذرا سی بات پر، معمولی جھگڑے پر یا ایسے ہی شک وشبہ کی بناء پر ایک دم تین طلاق دیدی جاتی ہیں اور بعد میں ندامت، پشیمانی اور سخت پریشانی لاحق ہوتی ہے پھر علماء کے پاس مارے مارے پھرتے ہیں اور ہر طرح سچ جھوٹ بول کر کوشش کرتے ہیں کہ کسی طرح رجوع کی صورت پیدا ہوجائے اور آج کل کے بعض ظاہرین اور ماڈرن قسم کے مولانا یہ کہہ کر رُجوع بھی کروادیتے ہیں کہ ایک دم تین طلاق دینے سے ایک ہی طلاق پڑتی ہے اور اِس سلسلے میں بہت سی باتیں سننے میں آتی ہیں، مثلاً عورتیں کہتی ہیں کہ غصہ میں طلاق نہیں ہوتی کیونکہ غصہ حرام ہوتا ہے...... بعض کہتی ہیں کہ کوئی کچا دھاگا تھوڑا ہے جو صِرف طلاق کہہ دینے سے ٹوٹ جائے گا...... بعض کہتی ہیں کہ جب تک عورت قبول نہ کرے طلاق نہیں پڑتی وغیرہ وغیرہ۔ لہٰذا مناسب معلوم ہوا کہ اس مسئلہ کو مختصر طور پر لکھ دیا جائے تا کہ مخلوقِ خدا اور اُمتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو فائدہ ہو اور لوگ طلاق میں جلدبازی سے اجتناب کریں اور بہت سی برائیوں اور پریشانیوں سے بچ جائیں۔ وما توفیقی الا باللّٰہ

طلاق دینا جائز ہے مگر بلاوجہ ُشرعی ممنوع ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

ما احل اللہ شیئا ابغض الیہ من الطلاق (ابوداوٗد، ابن ماجہ، دار قطنی)

کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ طلاق ہے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

ایما امراۃ سالت زوجھا الطلاق من غیر باس، فحرام علیھا رائحۃ الجنۃ

جوکوئی عورت اپنے شوہر سے بلاوجہ طلاق مانگے اس پر جنت کی بُو بھی حرام ہے۔ (دارمی شریف، ج۲ص۸۵)

طلاق دینے کا بہتر اور سنت طریقہ یہ ہے کہ ہر طہر میں ایک طلاق دی جائے اور تین طہر میں پوری کی جائیں یعنی ہر ماہ عورت جب حیض سے پاک ہو تو صحبت سے پہلے ایک طلاق دے۔ پھر دوسرے ماہ جب عورت حیض سے پاک ہو تو صحبت سے پہلے دوسری طلاق دے اسی طرح تیسرے ماہ جب عورت حیض سے پاک ہو تو قبل از صحبت تیسری طلاق دے۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ اس عرصہ میں شوہر کو اپنے فیصلہ پر بار بار غور کرنے کا موقع ملے گا اور وہ اپنے فیصلہ کو واپس لینا چاہے گا تو واپس لے لے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، لا تدری لعل اللّٰہ یحدث بعد ذالک امرا (طلاق-۱) (کہ اے طلاق دینے والے تجھے معلوم نہیں کہ شاید اللہ (ایک یا دو) طلاق کے بعد کوئی نئی صورت پیدا فرما دے۔ یعنی اللہ تعالیٰ شوہر کے دل میں بغض کی جگہ محبت اور نفرت کی جگہ رغبت پیدا فرما دے اور پھر دونوں میں صلح اور ملاپ ہو جائے۔

فرمایا:۔

و اذا طلقتم النسآء فبلغن اجلھن فلا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن اذا تراضوا بینھم بالمعروف ط

اور جب تم طلاق دو عورتوں کو پھر وہ پوری کر چکیں اپنی عدت کو تو نہ روکو ان کو کہ وہ نکاح کر لیں اپنے خاوندوں سے جبکہ دونوں آپس میں رضامند ہو جائیں مناسب طریقہ ہے۔ (البقرہ:۲۳۲)

و اذ طلقتم النسآء فبلغن اجلھن فامسکوھن بمعروف او سرحوھن بمعروف و لا تمسکوھن ضرارا لتعتدوا و من یفعل ذلك فقد ظلم نفسہ' و لا تتخذو ایٰت اللّٰہ ھزوا (البقرہ:۲۳۱)

اور جب تم طلاق دو عورتوں کو تو وہ اپنی عدت پوری کر چکیں تو انہیں روک لو بھلائی کے ساتھ یا انہیں چھوڑ دو بھلائی کے ساتھ اور نہ روکو انہیں تکلیف دینے کی غرض سے تاکہ زیادتی کرو اور جو ایسا کرے گا تو بے شک وہ اپنی جان پر ظلم کرے گا اور اللہ کی آیتوں کو مذاق نہ بناؤ۔

اِن دونوں آیتوں میں طلاق سے مراد وہی طلاق ہے جس کے بعد رجوع ہو سکتا ہے، ایسی طلاق کو رجعی طلاق کہتے ہیں۔ رجعی طلاق میں عدت کے اندر رجوع ہو سکتا ہے اور عدت گزر جانے کے بعد دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے بشرطیکہ دونوں اپنا گھر بسانے کیلئے رضامند ہوں اور اگر آپس میں رضامندی نہ ہو تو عمدگی اور شائستگی سے علیحدگی اختیار کر لیں اور اگر عورت رضامند نہ ہو تو عدت گزرنے کے بعد اس کو پہلے شوہر کے ساتھ نکاح کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا وہ خوشی سے کسی دوسرے شخص کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے۔ پہلا شوہر اس پر جبر نہیں کر سکتا اور اگر کوئی زیادتی کرتے ہوئے بغرض تکلیف اس کو روکے تو اس کو ظلم قرار دیا گیا ہے۔

الطلاق مرتٰن فامساك م بمعروف اوتسريح م باحساب ط (البقرہ:۲۲۹)

طلاق (رجعی) دو بار تک ہے پھر روک لینا ہے بھلائی کے ساتھ (رجعت کرکے) یا چھوڑ دینا احسان کے ساتھ یعنی رجعت نہ کرے اور عورت عدت گزار کر بائنہ ہو جائے۔

اس آیت میں کتنی صراحت ہے کہ وہ طلاق جس کے بعد رجعت ہو سکے کل دو بار تک ہے۔ایک یا دو طلاق تک تو اختیار دیا گیا ہے کہ عدت کے اندر شوہر چاہے تو عورت کو پھر دستور کے مطابق رکھ لے یا بھلائی کے ساتھ چھوڑ دے۔عدت کے بعد رجعت کا حق باقی نہیں رہتا ہاں اگر دونوں راضی ہوں تو دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں اور اگر تیسری بار طلاق دے دے تو پھر ان دونوں میں نکاح نہیں ہو سکتا۔جب تک عورت کسی اور شخص سے نکاح کر کے صحبت کے بعد طلاق نہ لے لے جس کو حلالہ کہتے ہیں۔چنانچہ فرمایا:۔

فان طلقها فلا تحل له‘ من م بعد حتی تنکح زوجاً غیره ط فان طلقها فلا جناح علیهما ان یتراجعآ ان ظنا ان یقیما حدود اللّٰه و تلك حدود اللّٰه یبینها لقومٍ یعلمون (البقرہ:۲۳۰)

(دو بار طلاق دینے کے بعد) پھر اگر (تیسری بار) اپنی عورت کو طلاق دے تو اب وہ اس کیلئے حلال نہ ہوگی جب تک وہ کسی اور خاوند کے ساتھ نکاح نہ کرے پھر اگر وہ دوسرا خاوند اس کو طلاق دے دے تو ان دونوں پر کچھ گناہ نہیں کہ پھر آپس میں مل جائیں اگر سمجھتے ہیں کہ دونوں اللہ کی حدوں کو قائم رکھ سکیں گے اور یہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں جن کو بیان کرتا ہے ان لوگوں کیلئے جو علم و دانش رکھتے ہیں۔

ثابت ہوا کہ تین طلاق کے بعد عورت حلال نہیں رہتی البتہ اگر دونوں کو یقین و گمان ہو کہ دونوں حدود اللہ کو خلوص کے ساتھ قائم رکھ سکیں گے تو حلالہ کے بعد دونوں پھر مل سکتے ہیں۔

رجعت

رجعت یہ ہے کہ جس عورت کوایک یا دو طلاق دی ہوں اس کو عدت کے اندر اسی پہلے نکاح پر باقی رکھنا۔ رجعت کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ کسی لفظ سے رجعت کرے مثلاً میں نے تجھ سے رجعت کی یا اپنی زوجہ سے رجعت کی یا تجھ کو واپس لیا وغیرہ اور رجعت پر دو عادل شخصوں کو گواہ کرے یا فعل سے رجعت کرے مثلاً اس سے صحبت کرے یا بوسہ لے یا گلے لگالے۔ پھر بھی گواہوں کے سامنے کہے کہ میں نے اپنی بیوی سے رجعت کرلی ہے۔

حلالہ

حلالہ یہ ہے کہ مطلقہ ثلاثہ عورت عدت پوری کرنے کے بعد کسی اور شخص سے نکاحِ صحیح کرے اور یہ شخص اس عورت سے صحبت بھی کرے۔ پھر اس شخص کی طلاق یا موت کے بعد عورت عدت پوری کر کے شوہرِ اوّل سے نکاح کرسکتی ہے۔

ف...... اگر عورت مدخولہ نہیں ہے تو پہلے شوہر کے طلاق دینے کے بعد فوراً دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے، اس کیلئے عدت نہیں ہے۔ (کتبِ فقہ)

ایک دن تین طلاق

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک دم تین طلاقیں دے دے یعنی یوں کہے، تجھے تین طلاق یا تین طلاقیں، یا یوں کہے تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے یا یوں کہے تجھے طلاق ہے، طلاق ہے، طلاق ہے۔ اِن صورتوں میں طلاقیں تین ہی واقع ہونگی اور اس کی عورت ہمیشہ کیلئے اس پر حرام ہوجائے گی۔ اس پر اکثر صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، ائمہ اربعہ حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور جمہور علمائے سلف وخلف کا اجماع واتفاق ہے۔

اِس میں شبہ نہیں کہ ایک دم تین طلاق دینا بہت ہی برا اور سخت جرم ہے ایسا کرنا نہیں چاہئے لیکن اگر کوئی حماقت اور غلطی سے بر طریقۂ خلافِ سنت ایک دم ہی تین طلاقیں دے دے تو بلاشبہ اس نے بہت برا کیا مگر طلاقیں بہر حال واقع ہوجائیں گی اور اس طرح طلاق دینے والا گنہگار بلکہ ظالم ہے۔ چنانچہ فرمایا:۔

ومن یتعد حدود اللّٰہ فقد ظلم نفسہٗ ط (طلاق-۱)

یعنی جو کوئی اللہ کی حدیں توڑے یعنی ایک دم تین طلاق دے دے تو بے شک اس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔

کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ انسان ایک دم تین طلاق دے کر بعد میں سخت نادم اور پریشان ہوتا ہے اور پھر ناجائز اور غلط طریقے اختیار کرتا ہے۔ اس آیت میں یہ نہ فرمایا کہ ایک دم تین طلاق دینے والے کی واقع نہ ہوں گی بلکہ فرمانا ایسا کرنے والا ظالم ہے اگر اس سے ایک ہی واقع ہوتی تو وہ ظالم کیسے ہوتا؟

احادیث

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے ایک دم تین طلاقیں دی گئیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو جائز رکھا۔ ملاحظہ ہو:۔

۱...... **حضرت** محمود بن لبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:۔

اخبر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم عن رجل طلق امراتہ ثلاث تطلیقات جمیعا فقام غضبانا ثم قال ایلعب بکتاب اللّٰہ و انا بین اظھرکم حتی قام رجل و قال یا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم الا اقتلہ (نسائی شریف باب الطلاق الثلاث المجموعہ، ج۶ص۱۴۲، مصری)

کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک آدمی کے متعلق خبر دی گئی جس نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دیں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غضبناک کی حالت میں کھڑے ہوگئے اور فرمایا، کیا اللہ کی کتاب سے مذاق کیا جارہا ہے حالانکہ میں تمہارے اندر موجود ہوں۔ یہاں تک کہ ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! کیا میں اس کو قتل نہ کردوں؟

اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ ایک دم تین طلاق دے دی جائیں تو واقع ہوجاتی ہیں، اگر واقع نہیں ہوتیں تو پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غضبناک کیوں ہوتے اور کیوں فرمایا کہ میرے ہوتے ہوئے کتاب اللہ کے حکم کہ ہر طہر میں ایک طلاق دی جائے کے خلاف کیوں غلط طریقہ اختیار کیا گیا؟ بلکہ فرماتے کوئی بات نہیں ایک دم تین طلاق دینے سے ایک ہی واقع ہوتی ہے جاؤ رجوع کرلو۔ رہا ایک شخص کا یہ کہنا کہ میں اس کو قتل کردوں؟ یہ زجر و توبیخ کیلئے تھا حقیقت میں قتل کرنا مقصود نہ تھا۔

چنانچہ اس حدیث کی شرح میں علامہ سندی فرماتے ہیں:۔

و الجمھور علی انہ اذا جمع بین الثلاث یقع الثلاث (حاشیہ نسائی شریف مصری، ج۶ص۱۴۳)

اور جمہور علماء اسی پر متفق ہیں کہ جب اکٹھی تین طلاق دی جائیں تو تینوں واقع ہوجائیں گی۔

۲...... حضرت ابو سلمہ فرماتے ہیں کہ ابو عمرو بن حفص بن مغیرہ نے

طلق امراته فاطمة بنت قيس على عهد رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ثلاث تطليقات في كلمة واحدة فانها منه النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ولم يبلغنا ان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عاب ذلك عليه (دار قطنی، ج۴ص۱۲)

اپنی بیوی فاطمہ بنت قیس کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم کے زمانے میں ایک ہی کلمہ میں تین طلاقیں دیں، تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فاطمہ کو اس کے شوہر سے جدا کر دیا اور ہمیں یہ بات نہیں پہنچی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر کوئی عیب لگایا ہو۔

اِس حدیث سے بھی واضح طور پر ثابت ہوا کہ جب ابو عمرو بن حفص نے ایک ہی کلمہ کیساتھ اپنی بیوی کو ایک دم تین طلاق دے دیں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی بیوی کو ان سے جدا کروا دیا اور اس پر کوئی عیب نہ لگایا۔ اسی حدیث کی رو سے غالباً امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک ایک دم تین طلاق دینا گناہ بھی نہیں ہے۔

۳...... **ابن ماجہ** میں باب باندھا ہے، من طلق ثلٰثا في مجلس واحد یعنی جو مجلس واحد میں ایکدم تین طلاق دیدے۔ اس کے تحت یہی حدیث مذکور ہے۔ حضرت فاطمہ بنت قیس فرماتی ہیں:۔

طلقني زوجي ثلٰثا وهو خارج الى اليمن فاجاز ذلك رسول الله ﷺ (ابن ماجہ، کتاب الطلاق)

کہ میرے شوہر نے یمن کی طرف جاتے ہوئے ایکدم مجھے تین طلاقیں دے دیں، ان کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جائز رکھا۔

چنانچہ علامہ ابن اثیر حلبی اِسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:۔

وهذا يتمسك به من يرىٰ جواز ايقاع الطلاق الثلٰث دفعة واحدة لعدم الانكار من النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم الا انه يحتمل ان يكون قوله طلقها ثلاثا اى اوقع طلقة يتم بها الثلٰث وقد جاء ذالك في بعض الروايات اٰخر ثلاث تطليقات (احکام الاحکام، ج۲ص۷۲)

اور اسی حدیث سے ایک ہی دفعہ میں تین طلاقوں کے وقوع کی دلیل اور جواز لیا گیا ہے، اس لئے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر انکار نہیں فرمایا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انکار نہ فرمایا یہی احتمال رکھتا ہے کہ ایک دم تین طلاق دینے سے طلاق مغلظ واقع ہو جاتی ہے اور بے شک بعض دوسری روایات میں بھی تین طلاق کا ایک ہی دفعہ میں واقع ہونا آیا ہے۔

٤...... حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حائضہ کی طلاق کے متعلق پوچھا تو انہوں نے اس کو وہی بتایا جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا:۔

اما انت فطلقت امرأتك واحدة او اثنتين فان رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم قد امرني بهذا و اما انت فطلقت ثلاثا فقد حرمت عليك حتى تنكح زوجا غيرك و قد عصيت ربك فيما امرك به من الطلاق (دار قطنی، ج۴ص۲۹، مسلم شریف، ج۱ص۴۷۶، بخاری شریف، ج۲ص۷۹۲)

اگر تُو نے اپنی عورت کو ایک یا دو طلاق ایک دم دی ہیں تو بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے رجعت کا حکم فرمایا اور اگر تُو نے ایک دم تین طلاقیں دی ہیں تو بے شک تیری عورت تجھ پر حرام ہوگئی، جب تک وہ کسی دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرلے لیکن بلاشبہ تُو نے ایک دم تین طلاقیں دے کر اپنے ربّ کی نافرمانی کی اس میں جو طلاق کے بارے میں اس نے تجھے حکم دیا تھا۔

۵...... حضرت عبادۃ بن صامت کے باپ نے اپنی بیوی کو ایک دم ہزار طلاق دے دی تو اس کی اولاد نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا:۔

يا رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم ان ابانا طلق اُمنا الفا فهل له من مخرج؟ فقال ان اباكم لم يتق اللّٰه فيجعل له من امره مخرجا ! بانت منه بثلاث على غير السنّة و تسعمائة و سبعة و تسعون اثم في عنقه (دار قطنی، ج۴ص۲۰، در منثور، ج۲ص۳۳۳)

یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بے شک ہمارے باپ نے ہماری ماں کو ایک دم ہزار طلاق دے دی ہے تو کیا اس کیلئے اس سے نکلنے کی کوئی صورت ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، تمہارا باپ اللہ سے نہیں ڈرا تو اللہ اپنے حکم سے اس کیلئے نکلنے کی صورت کیا پیدا کرے۔ اس کی بیوی تو تین طلاق ہی سے اُس سے الگ ہوگئی خلافِ سنت طریقہ پر اور باقی نو سو ستانوے (۹۹۷) طلاق کا گناہ اس کی گردن پر ہے۔

ظاہر ہے کہ عبادۃ بن صامت کے باپ نے یہ ہزار طلاقیں سنت کے مطابق ہزار ماہ میں تو نہیں دی تھیں ورنہ ۸۳ برس اور چار ماہ ان میں صَرف ہو جاتے لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو جائز و برقرار رکھا لیکن خلافِ سنت قرار دیا۔

٦...... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا:

لو انی طلقتها ثلاثا اکان یحل لی ان اراجعها ؟ قال لا! کانت تبین منك و تكون معصية

اگر میں اپنی بیوی کو ایک دم تین طلاق دوں تو کیا وہ میرے حلال ہوگی، اگر میں اس سے رجوع کروں؟

فرمایا نہیں! وہ تجھ سے الگ ہو جائے گی اور ایسا کرنا گناہ ہے۔ (دار قطنی، ج۴ ص۳۱)

اگر یہ تین طلاق سنت کے مطابق ہوتیں تو ان کے بعد عورت کے حلال ہونے اور اس کی طرف رجوع کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا اور یہ مسئلہ ایسا روشن اور واضح تھا کہ سب صحابہ جانتے تھے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا عالم صحابی اس کے متعلق کبھی سوال نہ کرتا اور پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی سنت کے مطابق تین طلاق کو معصیت نہ فرماتے، لہٰذا ماننا پڑتا ہے کہ ان تین طلاق سے مراد وہی طلاق ہے جو ایک دم دی جائیں۔

اس کی تائید اس سے واضح طور پر ہو جاتی ہے کہ حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:۔

٧......

كان ابن عم يقول من طلق امرأته ثلاثا فقد بانت منه امرأته و عصى ربه تعالىٰ و خالف السنة

کہ ابنِ عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) فرمایا کرتے تھے کہ جو اپنی بیوی کو ایک دم تین طلاق دیگا تو بیشک اس کی بیوی اس سے الگ ہو جائیگی اور ایک دم تین طلاق دینے والے نے اپنے ربّ کی نافرمانی اور سنت کی مخالفت کی۔ (دار قطنی، ج۴ ص۳۲)

٨...... سیّدنا حضرت امام حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ

سمعت رسول اللّٰه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول ايما رجل طلق امراته ثلاثه عند كل طهر تطليقة او عند رأس كل شهر تطلية او طلقها ثلاثا جيمعا لم تحل حتى تنكح زوجا غيره (دار قطنی، ج۴ ص۳۱)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنی بیوی کو تین طلاق دے ہر طہر میں ایک ایک کر کے یا ہر ماہ کے شروع میں ایک ایک کر کے یا اکٹھی تین طلاق دے دے اس کی بیوی حلال نہیں ہوگی جب تک کسی دوسرے خاوند سے نکاح نہ کر لے۔

جلیل القدر اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فتوے

۹...... **حضرت** زید بن وہب فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ کے ایک آدمی نے اپنی بیوی کو ایک دم ایک ہزار طلاق دے دی۔

فلقیہ عمر فقال اطلقها الفا؟ قال انما کنت العب فعلاہ بالدرۃ و قال انما یکفیک من ذلک ثلاث

تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسکو مل کر فرمایا کیا تو نے اپنی بیوی کو ہزار طلاق دی ہے؟ اس نے کہا میں نے تو صرف مذاق کیا تھا۔ آپ نے اس کو دُرّہ مارا اور فرمایا انہیں سے تجھے تین ہی کافی ہیں یعنی تین سے طلاق ہوگئی۔ (کنز العمال، ج ۵ ص ۱۶۱)

اِس حدیث سے ثابت ہوا کہ ازراہِ مذاق بھی طلاق دی جائے تو واقع ہوجاتی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فتویٰ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

ثلاث جدھن جد و ھزلھن جد النکاح و الطلاق و الرجعۃ (ترمذی، ابوداؤ، مشکوٰۃ)

کہ تین چیزیں وہ ہیں جن کی سنجیدگی بھی سنجیدگی ہے اور مذاق بھی سنجیدگی ہے: نکاح، طلاق اور رجوع۔

یعنی قصداً و اِرادہ اور سنجیدگی سے کہے تو بھی دُرست اور صحیح سمجھی جائیں گی اور مذاق اور دل لگی سے کہے تو بھی درست اور صحیح سمجھی جائیں گی۔ مثلاً بوقتِ نکاح لڑکی سے پوچھا کہ تیرا نکاح فلاں سے کردیں؟ وہ کہے ہاں کردو، اور نکاح کے بعد کہے میں نے تو ایسے ہی دل لگی اور مذاق کے طور پر کہا تھا یا دُولہا سے نکاح کے وقت کہا، تو نے فلاں بنت فلاں کو قبول کیا وہ کہے قبول کیا اور بعد میں کہے میں نے تو مذاق کے طور پر قبول کیا تھا تو کوئی بھی اس کو تسلیم نہیں کرے گا۔ اسی طرح طلاق کا معاملہ ہے اور طلاقِ رجعی کے بعد رجوع کا، اگر یہ حکم اور ارشاد نہ ہوتا تو شریعت کے احکام محض بیکار اور مذاق ہوکر رہ جاتے۔

۱۰...... **حضرت** حبیب بن ابی ثابت فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی:۔

انی طلقت امرأتی الفا، قال علی یحرمھا علیک ثلاث و سائرھن اقسمھن بین نسائک (دار قطنی، ج ۴ ص ۲۱، بیہقی، ج ۷ ص ۳۳۵)

کہ میں نے اپنی بیوی کو ایک دم ہزار طلاق دی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، تین طلاق نے اسے تجھ پر حرام کردیا اور باقی تو اپنی اور بیویوں کے درمیان تقسیم کردے یعنی وہ لغو ہیں۔

۱۱...... **امام مالک** رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

ان علی بن ابی طالب کان یقول فی الرجل یقول لامرته انت علی حرام انها ثلاث تطلیقات (مؤطا امام مالک مصری، ج۲ ص۱۷)

بے شک حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس شخص کے بارے میں فرمایا کرتے تھے، جو اپنی بیوی کو کہہ دیتا کہ تو مجھ پر حرام ہے کہ یہ تین طلاق ہیں۔

۱۲...... **حضرت** سعید بن جبیر اور مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

سئل عن رجل طلق امراته عدد النجوم فقال اخطاء السنة و حرمت علیه امراته (دار قطنی، ج۴ ص۲۱)

اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس نے اپنی بیوی کو ستاروں کی تعداد کے برابر طلاقیں دی تھیں تو آپ نے فرمایا اُس نے سنت کے خلاف کیا اور اس کی بیوی اس پر حرام ہوگئی۔

۱۳...... **حضرت** سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی:۔

انی طلقت امرأتی الفا، قال اما ثلاث فتحرم علیك امرأتك و بقیتهن وزراتخذت ایات الله هزوا (دار قطنی، ج۷ ص۱۴، بیہقی، ج۷ ص۳۳۷)

کہ بے شک میں نے اپنی بیوی کو ایک دم ہزار طلاق دی ہے آپ نے فرمایا تین طلاق نے تیری بیوی کو تجھ پر حرام کر دیا اور باقی تجھ پر بوجھ ہیں۔ تو نے اللہ کی آیتوں کو مذاق بنایا ہے۔

۱۴ ...... حضرت محمد بن ایاس بن بکیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی آدمی نے اپنی بیوی کو اسکے پاس جانے سے پہلے تین طلاق دے دیں۔ پھر اسے یہ خیال آیا کہ اس سے نکاح کرتے تو وہ فتویٰ پوچھنے آیا میں بھی اس کے ساتھ ہولیا۔

فسئل عبد اللّٰہ بن عباس و ابا ھریرۃ عن ذلك فقالا لا نری ان تنکحھا حتی تنکح زوجا غیرك قال فانما طلاقی ایا ھا واحدۃ؟ قال ابن عباس انك ارسلت من یدك ما کان لك من فضل (مؤطا امام مالک، ج۲ص۲۶، ابوداؤد، ج۱ص۳۴۴)

تو اس نے حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت ابو ہریرہ سے اس کے متعلق پوچھا تو ان دونوں نے فرمایا ہمارا فتویٰ یہی ہے کہ تو اس سے نکاح نہیں کرسکتا جب تک وہ عورت کسی اور خاوند سے نکاح نہ کرلے۔ اُس نے کہا میں نے تو ایک ہی مرتبہ میں اس کو طلاقیں دی ہیں۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا بے شک تو نے اپنے ہاتھ سے ایک دم ہی چھوڑ دیا جو تیرے لئے باقی رہنے والا تھا۔

یعنی تیرے ہاتھ میں تین طلاقیں تھیں تجھے چاہئے تھا کہ سنت کے مطابق ایک ایک کرکے ان کو اپنے ہاتھ سے دیتا جب تو نے ایک دم ہی ان کو دے دیا تو اب کیا ہوسکتا ہے۔ اسی حدیث کو لکھ کر سیّدنا امام محمد شیبانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شاگردِ رشید امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:۔

و بھذا نأخذ و ھو قول ابی حنیفۃ و العامۃ من فقھائنا لانہ طلقھا ثلاثا جمیعا فوقعن علیھا جمیعا معاً (مؤطا امام محمد)

اسی پر ہمارا عمل ہے اور یہی قول ہے امام ابوحنیفہ اور عامہ فقہا حنفیہ کا

کیونکہ اس نے ایک دم تین طلاق دی تھی تو وہ ایک دم ہی واقع ہوگئیں۔

۱۵ ...... **حضرت مجاہد** رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک شخص نے آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی کہ میں نے اپنی بیوی کو سخت غصہ کی حالت میں ایک دم تین طلاق دے دی ہیں۔

فسكت حتى ظننت انه رادها اليه ثم قال ينطلق احدكم فيركب الحموقه ثم يقول يا ابن عباس يا ابن عباس و ان الله قال (ومن يتق الله يجعل له مخرجا) و انك لم تتق الله فلم اجدلك مخرجا عصيت ربك و بانت منك امرأتك و ان الله قال (يا يها النبى اذا طلقتم النساء فطلقوهن) فى قبل عدتهن (ابوداؤد شریف، ج ۱ص ۳۴۳، دار قطنی، ج ۴ص ۱۳، در منثور، ج ۶ص ۲۳۰، فتح الباری شرح بخاری، ج ۹ص ۳۱۶)

تو آپ خاموش رہے یہاں تک کہ میں نے گمان کیا کہ آپ اس کی بیوی کو اس کی طرف لوٹا دیں گے۔ پھر آپ نے فرمایا، جب تم میں سے کوئی حماقت پر سوار ہوکر ایسی حرکت کر بیٹھتا ہے تو پھر چلا آتا ہے اور کہتا ہے اے ابن عباس، اے ابن عباس، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کیلئے کوئی راستہ پیدا فرما دیتا ہے) اور بے شک تو اللہ سے نہیں ڈرا تو میں تیرے لئے کوئی نکلنے کا راستہ نہیں پاتا۔ تو نے اپنے ربّ کی نافرمانی کی اور تیری عورت تجھ سے جدا ہوگئی یعنی اس پر طلاق واقع ہوگئی حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اے نبی جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دو تو انکی عدت سے پہلے (طہر کی حالت میں) یعنی سنت کے مطابق طلاق دو۔

یعنی اگر تو سنت کے مطابق ہر طہر میں ایک طلاق دیتا تو تجھے سوچنے غور کرنے کا بار بار موقع ملتا اور اللہ تعالیٰ بھی تیرے لئے کوئی راستہ پیدا فرما دیتا یعنی تیرے دل کو پھیر دیتا لیکن جب تو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرا اور اس کے حکم پر عمل نہیں کیا اور غیظ وغصہ کی حالت میں ایک دم تین طلاق دے بیٹھا ہے تو اب میں کیا کرسکتا ہوں اگر غصہ وغضب کی حالت میں ایک دم دی ہوئی تین طلاق سے ایک ہی پڑتی اور اس کے بعد رجوع ہوسکتا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رجوع کیوں نہ کروایا۔ آپ تو فرما رہے ہیں فلم اجدلک مخرجا میں تیرے لئے کوئی نکلنے کا راستہ نہیں پاتا۔ نامعلوم چودھویں صدی کے غیر مقلدوں نے کہاں سے راستہ پالیا ہے۔

۱۶ ...... **ایک شخص** نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی:۔

انى طلقت امرأتى ثمانى تطليقات فقال ابن مسعود فماذا قيل لك؟

قال قيل لى انها فقد بانت منى! فقال ابن مسعود صدقوا (مؤطا امام مالک، ج ۲ص ۱۶)

کہ میں نے اپنی بیوی کو آٹھ طلاقیں دے دی ہیں۔ حضرت ابن مسعود نے فرمایا، تجھے اس مسئلہ میں علماء نے کیا جواب دیا ہے۔ اس نے کہا مجھے یہ جواب ملا ہے کہ وہ مجھ سے الگ ہوگئی ہے۔ آپ نے فرمایا، علماء نے سچ کہا۔ اِس سے اجماع ثابت ہوا۔

۱۷ ...... **حضرت** علقمہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی:۔

انی طلقت امرأتی تسعا و تسعین فقال له ابن مسعود ثلاث تبینها و سائرهن عدوان

کہ میں نے اپنی بیوی کو ننانوے طلاقیں دی ہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا،

اسے تو تین ہی طلاقوں نے الگ کر دیا، باقی سب زیادتی اور سرکشی میں داخل ہیں۔ (عبدالرزاق، مظہری، ج ۱ ص ۳۰۲)

۱۸ ...... **حضرت** قیس بن ابی حازم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:۔

سئل رجل عن المغیرة بن شعبة و انا شاهد عن رجل طلق امرأته

ماته قال ثلث تحرم و سبع و تسون فضل (بیہقی، ج ۷ ص ۳۳۶)

کہ ایک شخص نے حضرت مغیرہ بن شعبہ سے اس شخص کے متعلق سوال کیا جس نے اپنی بیوی کو ایک دم سو طلاق دی تھی اور میں سوال کے وقت موجود تھا۔ حضرت مغیرہ نے فرمایا، تین طلاق سے حرام ہو گئی اور ستانوے فضول ہو گئیں۔

۱۹ ...... **جب** امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم شہید ہوئے اور لوگوں نے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی تو آپکی بیوی حضرت عائشہ بنت خلیفہ خشعمیہ نے آپکو امیر المؤمنین بننے کی مبارک باد دی۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، امیر المؤمنین حضرت علی کے قتل کی مصیبت ہے اور تم خوشی کا اظہار کر رہی ہو اور مبارک دے رہی ہو اذهبی فانت طالق ثلاثا جاؤ تمہیں تین طلاق۔ حضرت عائشہ نے کہا میں نے تو اچھے ارادے سے کہا تھا اور زینت و آرائش چھوڑ دی اور عدت میں بیٹھ گئیں۔ حضرت امام نے دس ہزار درہم بطور نفع و احسان اور باقی رقم مہر کی بھیجی۔ جب یہ مال ان کو ملا تو کہا متاع قلیل من حبیب مفارق یہ مال حبیب کی جدائی اور فراق کے مقابلہ میں کس قدر حقیر و قلیل ہے۔ آپ کو معلوم ہوا کہ وہ آپ کی جدائی و فراق میں بہت روتی ہیں تو آپ بھی رو پڑے اور فرمایا:۔

لولا انی سمعت جدی او حدثنی ابی انه سمع جدی یقول ایما رجل طلق امراته ثلاث مبهمة او ثلاثا عند الاقراء لم تحل له حتی تنکح زوجا غیره لراجعتها (دار قطنی، ج ۲ ص ۳۰، بیہقی، ج ۷ ص ۳۳۷)

اگر میں نے اپنے جد امجد سے نہ سنا ہوتا یا فرمایا میرے والد ماجد نے مجھ سے بیان کیا بے شک انہوں نے میرے جد امجد سے سنا آپ نے فرمایا جو کوئی آدمی اپنی عورت کو ایک دم یا الگ الگ تین طلاق دے دے تو اس کی عورت اس کیلئے حلال نہیں ہوگی جب تک وہ کسی دوسرے شوہر سے نکاح نہ کر لے، تو میں ضرور رجوع کر لیتا۔

۲۰...... امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک میں نے ابن شہاب (زہری) سے سنا:۔

یقول فی الرجل یقول لأمرته برئت منی و برئت منك انها ثلاث تطلیقات (مؤطا امام مالک، ج۲ص۱۷)

اس شخص کے بارے میں فرماتے تھے جو اپنی بیوی سے کہتا کہ تو مجھ سے الگ اور میں تجھ سے الگ بے شک یہ تین طلاق ہیں۔

۲۱...... حضرت عائذ بن حبیب فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا:۔

عن رجل طلق امراته ثلاثا فقال بانت منه و لا تحل له حتی تنکح زوجا غیره،

فقلت له افتی الناس بهذا؟ قال نعم (دار قطنی، ج۴ص۴۵، بیہقی، ج۷ص۳۳۵)

اس شخص کے بارے میں جو اپنی عورت کو ایک دم تین طلاق دے دے۔آپ نے فرمایا اس کی عورت اس سے الگ ہوگئی

اور وہ اس کیلئے حلال نہ ہوگی جب تک کسی دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرے۔

میں نے آپ سے کہا آپ اس کا فتویٰ دیتے ہیں۔فرمایا، ہاں!

اگر اِس روایت میں تین طلاق سے مراد طلاق سنت ہوتی جو ہر طہر میں دی جاتی ہے تو اس سے عورت کا حرام ہو جانا تو ایسا قطعی مسئلہ ہے جو ہر شخص کو معلوم ہے اس میں تعجب سے پوچھنے کی کیا ضرورت تھی کہ کیا آپ اس کا فتویٰ دیتے ہیں؟ حضرت امام نے فرمایا ہاں۔ثابت ہوا کہ سائل کی مراد وہی طلاق ثلاثہ تھی جو ایک دم دی جائے۔

۲۲...... حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

طلق امراته تماضر بنت الاصبغ الكلبية وهی ام ابی سلمة ثلاث تطليقات

فی کلمة واحدة فلم یبلغنا ان احدا من اصحابه عاب ذلك (دار قطنی، ج۴ص۱۲)

اپنی بیوی تماضر بنت اصبغ کلبیہ جو ابو سلمہ کی والدہ تھیں کو ایک ہی کلمہ میں تین طلاق دیں

اور ہمیں یہ بات نہیں پہنچی کہ ان کے اصحاب میں سے کسی ایک نے بھی اس کو معیوب سمجھا ہو۔

۲۳...... حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص نے اُن سے پوچھا:۔

فقال رجل طلق امرأته ثلاثا و هو فی مجلس قال أثم بربه وحرمت علیه امراته

کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک ہی مجلس میں تین طلاق دی ہیں۔آپ نے فرمایا وہ اپنے ربّ کا گنہگار ہے

اور اس کی عورت اس پر حرام ہوگئی۔ (بیہقی شریف، ج۷ص۳۳۲)

٢٤...... **شعبی** فرماتے ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے:۔

الخلیة و البریة و البتة و البائن و الحرام اذا نوی فهو بمنزلة الثالث (کنز العمال، ج۵ص۱۶۲)

جگہ خالی کر، دُور ہو، الگ ہو، تو علیحدہ ہے، تو حرام ہے۔ جب نیت تین طلاق کی ہو تو یہ بمنزلہ تین طلاق ہے۔

٢٥...... **حضرت** امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، کوئی اپنی بیوی سے کہے:۔

الخلیة و البریة و البتة و البائن و الحرام ثلاثا لا تحل لهم حتی تنکح زوجا (دار قطنی، ج۴ص۳۲)

جگہ خالی کر، دُور ہو، الگ ہو، تو علیحدہ ہے، تو حرام ہے۔ تین طلاق واقع ہو گئیں
اور عورت حلال نہ ہوگی جب تک کسی اور خاوند سے نکاح نہ کرے۔

٢٦...... **حضرت** سالم بن عبد اللہ اپنے باپ سے روایت فرماتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:۔

فی الخلیة و البریة و البتة انه کان یجعلها ثلاثا ثلاثا (عبد الرزاق)

ان الفاظ میں، جگہ خالی کر، دُور ہو، الگ ہو۔ بلاشبہ تین تین طلاق واقع ہو جائیں گی۔

٢٧...... **حضرت** نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرمایا کرتے تھے:۔

فی الخلیة و البریة انها ثلاث تطلیقات کل واحد منها (مؤطا امام مالک، ج۲ص۱۷)

جگہ خالی کر، دُور ہو۔ بلاشبہ ان الفاظ کے کہنے میں تین طلاق ہو جائیں گی۔

سیّدنا امام محمد شاگردِ رشید امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما اسی حدیث کو لکھ کر فرماتے ہیں،

اذا نوی الرجل بالخلیة و البریة ثلاث تطلیقات فهی ثلاث
وهو قول ابی حنیفة و العامه من فقهائنا (مؤطا امام محمد)

خلیہ اور بریہ میں جب کسی نے تین طلاق کا ارادہ و نیت کی تو یہ تین ہی طلاق ہوں گی۔ یہی قول ہے امام ابو حنیفہ اور عامہ فقہاء حنفیہ کا۔

۲۸...... ایک شخص نے عراق سے امیرالمؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا کہ میں نے اپنی عورت سے یہ کہا ہے، حبلك على غاربك کہ تیری رسی تیری گردن پر ہے۔ آپ نے گورنر عراق کو لکھا کہ اس شخص کو حکم دو کہ وہ حج کے موقع پر مکہ میں مجھ سے ملے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے تو وہی عراقی آدمی آپ سے ملا اور آپ کو سلام کیا۔ آپ نے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں وہی عراقی ہوں جس کو آپ نے حکم دیا کہ میں آپ سے ملوں۔ آپ نے اس سے فرمایا:

اسألك برب هذه البيتة ما اردت بقولك حبلك على غاربك فقال له الرجل لو استحلفتني في غير هذا المكان ما صدقتك اردت بذلك الفراق فقال عمر بن الخطاب هو ما اردت

میں تجھ سے اس خانہ کعبہ کے رب کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ تو نے اپنی بیوی سے کس نیت اور ارادے سے کہا تھا تیری رسی تیری گردن پر ہے۔ اس آدمی نے کہا، بیت اللہ شریف کے علاوہ کسی اور جگہ آپ اگر مجھ سے حلف لیتے تو میں آپ سے سچ نہ کہتا۔ میں نے بیوی کو جدا کرنے کے ارادے سے کہا تھا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا وہی ہو گیا جو تو نے ارادہ کیا تھا یعنی طلاق ہو گئی اور وہ تجھ سے جدا ہو گئی۔ (مؤطا امام مالک، ج ۲ ص ۱۶)

شیخ الاسلام علامہ امام بدرالدین عینی شارح صحیح بخاری شریف فرماتے ہیں:۔

و مذهب جماهير العلماء من التابعين و من بعدهم منهم الاوزاعی و النخعی و الثوری و ابو حنيفة و اصحابه و مالك و اصحابه و الشافعی و اصحابه و احمد و اصحابه و اسحٰق و ابو ثور و ابو عبيد و آخرون كثيرون على ان من طلق امرأته ثلاثا وقعن ولكنه يأثم و قالوا من خالف فيه فهو شاذ مخالف لاهل السنة (عمدۃ القاری شرح بخاری، ج۲۰ص۲۳۳)

اور جمہور علماء تابعین اور ان کے بعد جو ہوئے ان میں امام اوزاعی، امام نخعی، امام ثوری، امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب، امام مالک اور ان کے اصحاب، امام شافعی اور ان کے اصحاب، امام احمد اور ان کے اصحاب، امام اسحٰق وابوثور وابوعبید اور دوسرے کثیر علماء کا یہی مذہب ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کو ایک دم تین طلاق دے دے تینوں ہی واقع ہوتی ہیں لیکن وہ گنہگار ہوگا اور جو اس کی مخالفت کرتے ہیں وہ بہت تھوڑے لوگ اور اہلسنّت کے مخالف ہیں۔

شیخ الاسلام امام نووی شارح صحیح مسلم شریف فرماتے ہیں:۔

و قد اختلف العلماء فی من قال لامرته انت طالق ثلاثا فقال الشافعی و مالك و ابو حنيفه و احمد و جماهير العلماء من السلف و الخلف يقع الثلث و قال طاؤس و بعض اهل الظاهر لا يقع بذالك الا واحده (نووی شرح مسلم شریف، ج۱ص۴۷۸)

اور بے شک اختلاف کیا ہے علماء نے اس شخص کے بارے میں جو اپنی بیوی سے کہے تجھے تین طلاق ہیں تو امام شافعی و امام مالک و امام ابوحنیفہ اور امام احمد اور جمہور علماء سلف وخلف فرماتے ہیں کہ تین ہی واقع ہوں گی اور طاؤس اور بعض اہلِ ظاہر نے کہا ہے کہ ایک ہی واقع ہوگی۔

علامہ سندی حاشیہ نسائی شریف میں فرماتے ہیں:۔

و الجمهور على انه اذا جمع بين الثلاث يقع الثلاث (حاشیہ نسائی شریف مصری، ج۶ص۱۴۳)

اور جمہور علماء اسی پر متفق ہیں کہ جب اکٹھی تین طلاق دی جائیں تو تینوں واقع ہوجائیں گی۔

بیہقیٔ وقت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:۔

و علی کلا التأویلین یظہران جمع الطلقتین او ثلاث تطلیقات بلفظ واحد بالفاظ مختلفة فی طہر واحدة حرام بدعة مؤثم خلافاً للشافعی فانہ یقول لا بأس بہ لکنہم اجمعوا علی انہ من قال لا مرتہ انت طالق ثلاثا یقع ثلاثا بالاجماع (مظہری، ج ا ص ۳۰۰)

ان دونوں تاویلوں کی رو سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بلاشبہ دو طلاقیں یا تین طلاقیں ایک لفظ سے ہوں یا مختلف الفاظ سے ایک ہی طہر میں اکٹھی دینی حرام بدعت، باعثِ گناہ ہیں۔امام شافعی اس کے خلاف ہیں وہ فرماتے ہیں اِس میں کچھ حرج نہیں لیکن اس پر سب کا اجماع واتفاق ہے کہ جس نے اپنی بیوی سے کہا کہ تجھے تین طلاقیں تو بالاجماع تین ہی واقع ہوں گی۔

امام ربانی سیدی امام عبدالوہاب شعرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسئلہ طلاق میں بحث فرماتے ہوئے آخر میں نتیجہ ارشاد فرماتے ہیں:۔

و ھذا کلہ یدل علی اجماعھم علی صحة و قوع الثلاث بالکلمة الواحدة (کشف الغمہ، ج ۲ ص ۱۲۸)

اور یہ ساری بحث دلالت کرتی ہے اس پر کہ ایک ہی کلمہ سے تین طلاق کے وقوع کی صحت پر علماء (صحابہ کرام) کا اجماع ہے۔

علامہ احمد بن محمد الصاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صاحب تفسیر صاوی شریف زیرِ آیت فان طلقھا فلا تحل لہ (الآیۃ) فرماتے ہیں:۔

و المعنی فان ثبت طلاقھا ثلاثا فی مرة او مرات فلا تحل لہ الخ کما اذا قال لھا انت طالق ثلاثا او البتة و ھذا ھو المجمع علیہ و اما القول بأن الطلاق الثلاث فی مرة واحدة لا یقع الا طلقة فلم یعرف الا لابن تیمیة من الحنابلة و قد رد علیہ ائمة مذھبہ حتی قال العلماء انہ الضال المضل و نسبتھا للامام اشھب من ائمة المالکیة باطلة (صاوی علی الجلالین، ج ا ص ۱۰۰)

اور معنیٔ آیت کا یہ ہے کہ اگر تین طلاقیں ثابت ہو جائیں خواہ ایک دم ہوں یا الگ الگ تو عورت حلال نہ رہے گی جیسا کہ جب کسی نے اپنی عورت سے کہا کہ تجھے تین طلاقیں ہیں تو تین ہی واقع ہوں گی یہ وہ مسئلہ ہے جس پر سب کا اجماع ہے اور یہ قول کہ ایک دم دی ہوئی تین طلاق سے ایک ہی واقع ہوتی ہے یہ سوائے ابن تیمیہ حنبلی کے اور کسی سے معروف نہیں ہے اور بے شک ابن تیمیہ کی اس بات کا خود اس کے مذہب کے اماموں نے ردّ کیا ہے۔یہاں تک کہ علمائے کرام نے فرمایا کہ ابنِ تیمیہ خود بھی گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا ہے اور اس مسئلہ کی نسبت امام اشہب مالکی کی طرف کرنا باطل ہے۔

استفتاء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم...... ہم سب جماعت مسلمین سکنہ معسکر بنگلور بخدمت عالیجناب خیر و برکت مآب جامع الکمالات واقف الاحادیث والآیات علامہ نبیل محدث جلیل امام المسلمین مقدام المومنین صاحب الدلیل القوی سالک الطریق المستوی قامع الاعتساف محب الانصاف مولانا ومولوی الاحناف حضرت ابوالحسنات الحاج المولوی الحافظ المفتی الواعظ الشیخ محمد عبدالحی لکھنوی دام بالفیض الصوری والمعنوی کے بصد عجز و نیاز عرض پرداز ہیں کہ اس مسئلہ میں سبھوں کا جناب عالی کے فتوی پر فیصلہ ٹھہرا ہے اور یہاں کے علماء نے حضور کی تحریر پر اتفاق کیا ہے وہ یہ ہے کہ زید نے بیوی کو ایک مجلس میں تین دفعہ کہہ دیا کہ تجھ پر طلاق ہے، طلاق ہے، طلاق ہے۔ لیکن اس نے غصے میں بلا نیت ایقاع طلاق ثلاثہ اور بدوں سمجھے معنے اور حکم اس الفاظ کے کہا ہے پس اس صورت میں طلاق ثلاثہ واقع ہوگی یا نہیں؟ یہاں دو جماعتیں ہوگئیں ہیں، ایک جماعت کہتی ہے کہ مطابق حکم ظاہر احادیث کے واقع نہ ہونگی اور دوسری جماعت کہتی ہے کہ موافق تحقیق فقہائے محدثین کے واقع ہونگی۔ پس آپ فرمادیں کہ اس بارے میں چاروں مذاہب کا کیا اختلاف ہے یا اس کے واقع ہونے پر مجتہدین اربعہ کا اتفاق ہے اور اس پر حدیث سے کیا سند ہے اور نہ واقع ہونے پر کون سی حدیث دلالت کرتی ہے اور پھر اس حدیث سے سب کے دلائل مع جرح وتعدیل رواۃ حدیث طرفین کے تحریر کیجئے اور جو امر مفتی بہ ہے لکھ دیجئے کہ بجنسہٖ چھپ کر شائع ہوگا اور آپ کو اس میں اجر ملے گا۔

جواب ملاحظہ ہو

جو شخص تین طلاق دیوے اور مقصود اس کو دونوں مرتبۂ اخیر سے تاکید نہو پس اس صورت میں بمذہب جمہور صحابہ وتابعین وائمہ اربعہ واکثر مجتہدین وبخاری وجمہور محدثین تین طلاق واقع ہوجاویں گی البتہ بوجہ ارتکاب خلاف طریقۂ شرعیہ کے گناہ لازم ہوگا۔

موطا امام مالک میں مروی ہے:۔

ان رجلا قال لابن عباس انی طلقت امرأتی مائة تطليقة فماذا ترى علی فقال له ابن عباس طلقت منك بثلاث و سبع و تسعون اتخذ بها ايات الله هزوا اور بھی موطا میں ان رجلا جاء الی ابن مسعود فقال انی طلقت امرأتی ثمانی تطليقات فقال ابن مسعود فماذا قيل لك قل قيل لی انها قد بانت منی فقال ابن مسعود صدقوا آه اور سنن ابوداؤد میں مروی ہے طلق رجل امراته ثلاثا قبل ان يدخل بها ثم بداله ان ينكحها فجاء يستفتی عبدالله بن عباس و ابا هريرة فی ذالك فقالا لا نری ان تنكحها الا ان تنكح زوجا غيرك قال فانما طلاقی اياها واحدة فقال ابن عباس انك ارسلت ما كان لك من فضل اور مصنف عبدالرزاق میں عبادة بن الصامت سے مروی ہے ان اباه طلق امرأة الف تطليقة فانطلق عبادة قال عنه فقال رسول الله بانت بثلاث فی معصية الله و بقی تسع ماته و سبعة و تسعون عدوان اظلم ان شاء عذبه و ان شاء غفرله ' اور ایسا ہی حکم حضرت عثمان اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے وکیع نے روایت کیا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسی پر اہتمام کرنا اور تینوں طلاق کے وقوع کا حکم دینا اگرچہ ایک جلسہ میں ہوں صحیح مسلم وغیرہ میں مروی ہے اور یہی قول موافق ظاہر قرآن کے ہے باقی وہ حدیث جو صحیح مسلم وغیرہ میں مروی ہے۔ كان الطلاق علی عهد رسول الله و ابی بكر و سنتين من خلافة عمر طلاق الثلاث واحدة فقال عمر ان الناس قد استعجلوا فی امر كان لهم فيه اناة فلوا مضينا عليهم فامضی عليهم پس اس کی تاویل جمہور محدثین وفقہا کے نزدیک یہ ہے کہ اوائل میں تین مرتبہ طلاق کا لفظ اگر کہتے تھے تو اُس سے تاکید منظور ہوتی تھی اس وجہ سے وہ ایک ہی طلاق ہوتا تھا نہ یہ کہ تین لفظ سے تین طلاق بھی مقصود ہوں اور پھر وہ ایک ہی ہووے۔ كذا ذكره النووی و ابن الهمام وغيرهما و الله اعلم حرره الراجی عفو ربه القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوز الله عن ذنبه الجلی و الخفی (مجموعہ فتاویٰ، ج۲ص ۲۸۶)

مولوی اشرف علی تھانوی کا فتویٰ

سوال...... کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص اپنی زوجہ کو ایک جلسہ میں تین طلاق دیدے اور رکھ لے تو کیا رکھ سکتا ہے یا نہیں؟ اور اکثر فقہا کس طرف گئے ہیں آپ اس کا جواب قرآن واحادیث وفقہ سے دیویں اور خدائے بزرگ سے نعمتِ دارین حاصل کریں۔

جواب...... فی التفسیر المظهری تحت قوله الطلاق مرتان لكنهم اجمعوا على انه من قال لامرأته انت طالق ثلٰثا يقع ثلثا بالاجماع و قالت الاماميه ان طلق ثلاثه دفعة واحدة لا يقع اصلا و قال بعض الحنابلة يقع طلقة واحدة و من الناس من قال ان في قوله انت طالق ثلٰثا في المدخول بها ثلٰثا و في غير المدخول بها واحدة والحجة لنا السنة و الاجماع اما السنة فحديث الخ (امداد الفتاویٰ، ج۲ص۵۹)

تفسیر مظہری میں اللہ تعالیٰ کے فرمان اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ کے تحت ہے لیکن اس پر سب کا اجماع واتفاق ہے کہ جس نے اپنی بیوی سے کہا کہ تجھے تین طلاقیں ہیں تو بالاجماع تینوں طلاقیں پڑ جائیں گی۔ امامیہ (شیعہ) کہتے ہیں کہ اگر کسی نے ایک ہی دفعہ تین طلاقیں دے دیں تو اصلاً ایک بھی واقع نہ ہوگی اور بعض حنبلیوں (یعنی ابن تیمیہ) کا قول ہے کہ ایک ہی واقع ہوگی اور بعض علماء کا قول یہ ہے کہ تین دفعہ تجھے طلاق ہے کہنے سے مدخولہ عورت پر تین طلاقیں واقع ہوں گی اور غیر مدخولہ عورت پر ایک واقع ہوگی اور ہمارے لئے دلیل وحجت سنت اور اجماع ہے اور سنت تو حدیث۔ الخ (آگے وہ دو تین احادیث نقل کر کے جو اس رسالہ میں بیان ہو چکی ہیں، فرماتے ہیں) ان احادیث سے اور نیز نقل مذاہب سے معلوم ہو گیا کہ جمہور فقہا کا مذہب وقوع ثلث بدلیل ان حدیثوں کے ہے۔ واللہ اعلم

تھانوی صاحب کا دوسرا فتویٰ

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بی بی ہندہ کو غصہ کی حالت میں تین طلاق لکھوا کر بھیجا۔ اس کی بی بی یعنی ہندہ دو چار روز سے اپنے باپ کے گھر بفاصلہ چھ کوس کے رہتی تھی، لیکن جس روز آدمی خط لے کر ہندہ کے پاس گیا اس روز اپنے شوہر یعنی زید کے مکان میں چلی آئی خط اس کو نہیں ملا اور نہ شوہر نے ہندہ سے کچھ خط وکتابت یا طلاق کا ذکر کیا۔ بعد آٹھ روز کے ہندہ کی بہن مسماۃ مریم خط لے کر آئی اور زید سے دریافت کیا کہ تم نے کوئی خط بھیجا ہے۔ زید نے کہا کہ خط تو ضرور بھیجا تھا مگر اِرادہ طلاق کا نہیں تھا۔ وہ خط مجھ کو واپس کردے میں چاک کر ڈالوں، وہ خط واہیات تھا اور کوئی چیز نہیں ہے، ہندہ جھگڑا فساد نہ کرے، خوشی سے گھر میں رہے۔ مریم نے زید کا کہنا نہ مانا اور چند آدمیوں کو بلوا کر اور وہ خط پڑھوا کر ہندہ کو سنوایا۔ ہندہ بولی کہ میں خط وکتابت کو نہیں جانتی۔ زید موجود ہے وہ میرے روبرو نہ طلاق دیتا ہے اور نہ خط کا حال مجھ سے بیان کیا، میں حسبِ دستور سابق اپنے شوہر کے گھر میں رہتی ہوں۔ خلاصہ یہ کہ زید نے اپنی بیوی کو غصہ کی حالت میں تین طلاق لکھوا کر بھیجا مگر طلاق کا ارادہ نہیں تھا یا ارادہ طلاق کا تھا مگر قبل اطلاع پانے زوجہ کے ارادہ کو بدل ڈالا تو ایسی صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اگر واقع ہوئی تو کون سی طلاق واقع ہوئی: رجعی یا بائن یا مغلظہ۔ بیّنوا توجروا

جواب ...... خط میں طلاق لکھنے یا لکھوانے سے واقع ہو جاتی ہے خواہ نیت کرے یا نہ کرے یا نیت کرکے نیت سے رجوع کرے اور خواہ وہ خط بی بی کے پاس پہنچے یا نہ پہنچے۔ فی الشامیة جلد الثانی، صفحة ٧٠٢: وان كانت مرسومة يقع الطلاق نوى اولم ينو وقيها لوقال للكتاب اكتب طلاق امراتى كان اقرار بالطلاق وان لم يكتب الخ یہ حکم اس وقت ہے جبکہ خط کا یہ مضمون ہو کہ میں تجھ کو طلاق دیتا ہوں یا دے دی اور اگر خط کا کچھ مضمون تھا تو سائل ظاہر کرے تاکہ جواب دیا جائے اور چونکہ تین طلاق دی ہیں اس لئے مغلظہ ہوگی۔ واللہ اعلم (امداد الفتاویٰ، ج۲ص۶۰)

گنگوہی صاحب کا فتویٰ

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علمائے دین، اِس مسئلہ میں کہ طلاقِ ثلاثہ جلسہ واحدہ میں دفعۃً واحدۃً واقع ہوگی یا نہیں؟

جواب ...... تین طلاقیں اس صورت میں واقع ہوگئیں سوائے حلالہ کے کوئی تدبیر اس کی نہیں فقط واللہ اعلم۔ بندہ رشید احمد عفی عنہ گنگوہی (فتاویٰ رشیدیہ، ج۲ص۷۵)

جو لوگ ایک دم دی ہوئی تین طلاق کو ایک ہی طلاق قرار دے کر رجوع کروا دیتے ہیں ان کے دلائل اور جوابات

دلیل ۔1 ...... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ عبد یزید ابو رکانہ نے اپنی بیوی ام رکانہ کو طلاق دی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو رجوع کا حکم دیا۔ انہوں نے کہا...... انی طلقتها ثلاثا یا رسول اللہ ﷺ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں نے اس کو تین طلاق دی ہیں۔ قال قد علمت راجعها و تلا (یا یها النبی اذا طلقتم النساء فطلقوهن لعدتهن) فرمایا بے شک میں جانتا ہوں تم اس سے رجوع کرو اور آپ نے یہ آیت پڑھی، یا یها النبی اذا طلقتم النساء (الآیة) (ابوداؤد، بیہقی)

اگر ایک دم دی ہوئی تین طلاق سے تین ہی پڑتیں تو تین کے بعد رجوع تو ہو نہیں سکتا۔ پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رجوع کیوں کروایا؟ لہٰذا ثابت ہوا کہ ایک دن تین طلاق سے ایک ہی پڑتی ہے۔

جواب ...... افسوس کہ اس ضعیف دلیل کو پیش کرتے ہوئے بھی خیانت سے کام لیا گیا ہے۔ دیانت یہ تھی کہ اس کیساتھ آگے کی روایت بھی پیش کی جاتی تو خود طلاق دینے والے کے بیٹے اور پوتے کی روایت ہے، جس سے مسئلہ واضح ہو جاتا۔ لیجئے وہ ہم پیش کر دیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:۔

قال ابو داؤد و حدیث نافع ابن عجیر و عبد اللہ بن علی بن یزید بن رکانه عن ابیه عن جده ان رکانة طلق امرأته فردها الیه النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم اصح لان ولد الرجل و اهله اعلم به ان رکانة انما طلق امراته البتة فجعلها النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم واحدة (ابوداؤد شریف، ج۱ص۳۴۳)

امام ابوداؤد اوپر والی حدیث روایت فرما کر فرماتے ہیں اور حدیث نافع بن عجیر اور عبداللہ بن علی بن یزید بن رکانہ جو انہوں نے اپنے باپ اور اپنے دادا سے روایت کی ہے کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق دی تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی بیوی کو ان کی طرف لوٹا دیا سب سے زیادہ صحیح ہے کیونکہ طلاق دینے والے شخص کا بیٹا اور اس کے گھر والے اس کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے (تو ان کی یہ روایت ہے کہ) سوائے اس کے اور کوئی بات نہیں کہ بلاشبہ رکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دی تھی تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو ایک طلاق قرار دیا (اور واپس لوٹا دیا)۔

اس کی تائید میں صحیح روایات ملاحظہ ہوں:۔

ترمذی شریف، باب ما جاء فی الرجل طلقه امرأته البتة ۔ باب، اس شخص کے بارے میں جو اپنی بیوی کو طلاق بتہ دے۔اس باب میں یہی حدیث روایت فرمائی۔ملاحظہ ہو:۔

عن عبد اللّٰہ بن یزید بن رکانة من ابیه عن جده قال اتت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فقلت یا رسول اللّٰہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم نی طلقت امرأتی البتة فقال ما اردت بها قلت واحدة قال و اللّٰہ قلت و اللّٰہ قال فهو ما اردت هذا حدیث لا نعرفه الا من هذا الوجه و قد اختلف اهل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم وغیرهم فی طلاق البتة فروی عن عمر بن الخطاب انه جعل البتة واحدة و روی عن علی انه جعلها ثلاثا و قال بعض اهل العلم فیه نیة الرجل ان نوی واحدة فواحده و ان نوی ثلاثا فثلاث (ترمذی شریف)

عبداللہ بن یزید بن رکانہ اپنے باپ، اپنے دادا سے، فرماتے ہیں اُنہوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ! میں نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دی ہے۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، تُو نے اس سے کیا ارادہ کیا تھا؟ میں نے عرض کی ایک طلاق! فرمایا خدا کی قسم! میں نے عرض کی خدا کی قسم! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا پس وہی ہے جو تُو نے ارادہ کیا۔امام ترمذی فرماتے ہیں، اِس حدیث کو اسی وجہ سے ہم پہچانتے ہیں اور تحقیق اختلاف کیا ہے اہل علم اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اوران کے علاوہ علماء نے طلاق بتہ میں تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ آپ نے طلاق بتہ کو ایک طلاق قرار دیا ہے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے تین طلاق قرار دیا ہے اور بعض اہل علم نے فرمایا ہے کہ اس کا مدار آدمی کی نیت پر ہے اگر ایک طلاق کی نیت کی تو ایک طلاق پڑے گی اور اگر تین کی نیت کی تو تین پڑیں گی۔

اسی طرح ابن ماجہ شریف میں ہے باب طلاق البتۃ اور اس باب کے تحت یہی حدیث مروی ہے اور دارمی شریف میں بھی باب طلاق البتۃ کے تحت یہی حدیث مروی ہے اور طلاق بتہ میں شیخ الاسلام امام نووی شارح مسلم شریف کا فیصلہ کن ارشاد سنئے، فرماتے ہیں:۔

فھذا دلیل علی انه لواراد الثلاث لوقعن و الا فلم یکن لتحلیفه معنی و اما الروایة التی رواھا المخالفون ان رکانة طلق ثلاثا فجعلھا واحدة فروایة ضعیفة عن قوم مجھولین و انما الصحیح منھا ما قدمناه انه طلقھا البتة و لفظ البتة محتمل للواحدة و للثلاث و لعل صاحب ھذه الروایة الضعیفة اعتقدان لفظ البتة یقتضی الثلاث فراوه بالمعنی الذی فھمه و غلط فی ذالك (نووی علی مسلم شریف، ج اص ۴۷۸)

پس یہ دلیل ہے اس پر کہ اگر رکانہ نے تین طلاق کا ارادہ و نیت کی ہوتی تو تین ہی واقع ہوتیں اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو آپ اس سے اس کی مراد کا حلف نہ لیتے اور وہ روایت جس کو مخالفین نے روایت کیا ہے کہ رکانہ نے تین طلاق دی تھیں جس کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ٹھہرایا تو وہ روایت ضعیف ہے اور مجہول لوگوں سے مروی ہے اور سوائے اس کے نہیں کہ بالکل صحیح وہ روایت ہے جسکو ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ رکانہ نے طلاق بتہ دی تھی اور لفظ بتہ محتمل ہے ایک کیلئے بھی اور تین کیلئے بھی اور ہوسکتا ہے کہ اس روایتِ ضعیف کے راوی کا اعتقاد یہی ہو کہ لفظ بتہ تین طلاق ہی کو مقتضی ہے پس وہ روایت بالمعنی کر گیا جس کو اس نے غلط سمجھا۔

الحمدللہ! خوب واضح ہوگیا کہ مخالفین کی پیش کردہ روایت ضعیف اور غلط ہے اور مجہول لوگوں سے مروی ہے۔ صحیح وہ روایات ہیں جو ہم نے پیش کی ہیں کہ رکانہ نے طلاق بتہ دی تھی اور طلاق بتہ میں ایک کا بھی احتمال ہے اور تین کا بھی۔ اسی لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خدا کی قسم دے کر اس کی تصدیق کروائی کہ ان کی نیت ایک کی تھی۔ اگر تین کی نیت ہوتی تو تین ہی واقع ہوتیں۔

بت کے معنی قطع کرنے کے ہیں یعنی یہ طلاق نکاح کو قطع کر دیتی ہے۔ اگر طلاق دینے والا ایک یا دو کی نیت کرے یا کوئی نیت نہ کرے تو حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک طلاق بائن واقع ہوتی ہے اور اس میں نکاحِ جدید کی ضرورت ہوتی ہے اور حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک طلاق رجعی واقع ہوتی ہے اور اس میں نکاحِ جدید کی ضرورت نہیں ہوتی اور اگر طلاق دینے والا تین کی نیت کرے تو دونوں اماموں کے نزدیک تین واقع ہو جائیں گی اور پھر عورت حلال نہ رہے گی۔

دلیل-۲......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں:۔

كان الطلاق على عهد رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم و ابى بكر و ثنتين من خلافة عمر طلاق الثلاث واحده (صحیح مسلم شریف کتاب الطلاق، ج ا ص ۴۷۷) کہ زمانۂ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق اور دو سال زمانۂ خلافتِ عمر تک تین طلاق، ایک طلاق تھی۔

صحیح مسلم شریف میں اس حدیث کے آگے ایک اور حدیث ہے کہ

ان ابا الصهباء قال لابن عباس اتعلم انما كانت الثلاث تجعل واحدة على عهد النبى ﷺ و ابى بكر و ثلاثا من عمارة عمر فقال ابن عباس نعم (مسلم شریف، ج ا ص ۴۷۸)

بے شک ابوالصہبا نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا، کیا آپ جانتے ہیں کہ عہدِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور عہدِ ابوبکر صدیق اور تین سال زمانۂ عمرِ فاروق تک تین طلاق ایک طلاق قرار دی جاتی تھی؟ حضرت ابنِ عباس نے فرمایا، ہاں!

جواب-۱......پہلی بات یہ ہے کہ یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد نہیں کہ اگر ایک دم تین طلاق دے دو تو ان کو ایک ہی سمجھو بلکہ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے اور ہم نے خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین اور جلیل القدر صحابہ رضوان اللہ علیہم کے ارشادات پیش کئے ہیں جیسا کہ آپ گزشتہ صفحات میں پڑھ چکے ہیں۔ نیز ہم نے خود حضرت ابن عباس کی صحیح روایتیں بھی پیش کی ہیں کہ آپ نے ایک دم دی ہوئی تین طلاق کو تین ہی قرار دیا اور جب راویٔ حدیث کا عمل خود اپنی ہی روایت کے خلاف ہو تو قطعاً یہی ثابت ہوگا کہ اس راوی کے علم میں وہ حدیث منسوخ ہے ورنہ وہ اس کے خلاف کیسے عمل کرتا۔ چنانچہ شیخ الاسلام علامہ امام بدرالدین عینی شارح صحیح بخاری شریف فرماتے ہیں:۔

قد روى احاديث عن ابن عباس تشهد بانتساخ (عمدۃ القاری شرح بخاری، ج ۲۰ ص ۲۳۳)

تحقیق حضرت ابن عباس سے جو احادیث مروی ہیں وہ اس حدیث کے منسوخ ہونے کی شہادت دیتی ہیں۔

اور یہی امام فرماتے ہیں، و اجاب الطحاوى عن حديث ابن عباس بما ملخصه انه منسوخ اور امام طحاوی نے بھی حدیث ابن عباس کا جو جواب دیا ہے اس کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ وہ حدیث منسوخ ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ جب امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں باقاعدہ یہ قانون بنادیا کہ ایک دم دی ہوئی تین طلاقیں تین ہی ہوں گی اور کسی ایک صحابی کا بھی اس کے خلاف آواز بلند نہ کرنا اور سب کا اس پر عمل کرنا یہ سب سے بڑی دلیلِ نسخ ہے۔

چنانچہ علامہ عینی فرماتے ہیں:۔

و خاطب عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بذٰلك الناس الذین قد علموا ما تقدم من ذلك فی زمن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فلم ینکر علیه منهم منکر او لم یدفعه دافع فکان ذلك اکبر الحجج فی نسخ ما تقدم من ذلك (عمدۃ القاری، ج۲۰ص۲۳۳)

اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے اس مسئلہ کے وقت وہ لوگ تھے جو بلاشبہ خوب جانتے تھے جو اس مسئلہ میں پہلے گزر چکا تھا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں۔ تو ان میں سے کسی انکار کرنے والے نے اس پر انکار نہ کیا اور نہ ہی کسی نے اس کو کسی دلیل سے باطل کیا (حالانکہ وہ صحابہ شرعی مسئلہ میں خاموش رہنے والے نہ تھے) تو یہ سب سے بڑی دلیل و حجت ہوگئی اسکے منسوخ ہونے میں۔

اور یہی امام آگے فرماتے ہیں:۔

فان قلت ما وجه هذا النسخ و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنه لا ینسخ و کیف یکون النسخ بعد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم؟ قلت لما خاطب عمر الصحابة بذلك فلم یقع انکار صار اجماعا (عمدۃ القاری، ج۲۰ص۲۳۳)

اگر تم کہو کہ اس حدیث کے منسوخ ہونے کی کیا وجہ ہے، حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ منسوخ نہیں کر سکتے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کوئی چیز کیسے منسوخ ہوسکتی ہے؟ تو میں کہتا ہوں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کے سامنے اس مسئلہ کو پیش کیا تو کسی صحابی سے انکار واقع نہ ہونے سے یہ مسئلہ صحابہ کا اجماعی مسئلہ ہوگیا۔

شیخ الاسلام امام نووی شارح صحیح مسلم شریف فرماتے ہیں:۔

(فان قیل) فقد یجمع الصحابة علی النسخ فیقبل ذلك منهم (قلنا) انما یقبل ذلك لانه یستدل باجماعهم علی ناسخ واما انهم ینسخون من تلقاء انفسهم فمعاذ اللہ لانه اجماع علی الخطاء وهم معصومون من ذلك (نووی علی مسلم، ج۱ص۴۷۸)

پس اگر یہ کہا جائے کہ بے شک صحابہ جس حدیث کے منسوخ ہونے پر جمع ہوجائیں تو ان سے وہ قبول کرلیا جائے گا۔ ہم کہتے ہیں وہی قبول کیا جائے گا اس لئے کہ ان کا اجماع ہی حدیث کے منسوخ ہونے پر دلیل ہے اور یہ (خیال) کہ وہ صحابہ کرام اپنی طرف سے ہی بغیر کسی قوی دلیل کے حدیث کو منسوخ کرتے تھے تو معاذ اللہ کیونکہ وہ اس سے معصوم ہیں کہ ان کا اجماع خطاء پر ہو۔

شیخ الاسلام امام نووی شارح صحیح مسلم شریف فرماتے ہیں کہ علامہ المازری نے فرمایا کہ بے شک جس نادان اور حقیقتِ حال سے بے خبر شخص نے اس مسئلہ میں یہ گمان کیا ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بعد میں (اپنی رائے سے) یہ منسوخ کیا ہے تو

هذا غلط فاحش لان عمر رضی اللہ تعالیٰ عنه لا ینسخ و لو نسخ و حاشاه لبادرت الصحابة الی انکاره و ان اراد هذا القائل انه نسخ فی زمن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فذلك غیر ممتنع (نووی، ج ا ص ۴۷۸)

یہ نہایت غلط اور قبیح گمان ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اپنی رائے سے کبھی) منسوخ نہیں کرتے تھے اور اگر وہ (اس طرح) منسوخ کرتے، حالانکہ ان کی ذات اس تہمت سے پاک اور بری ہے تو صحابہ کرام بھی اس کے انکار کی طرف سبقت کرتے اور اگر اس حدیث کو منسوخ کہنے والے کی یہ مراد ہو کہ یہ زمانہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں منسوخ ہو گئی تھی تو یہ ممکن ہے۔

بیہقی وقت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:۔

و ما ذکر من حدیث ابن عباس فیه دلالة علی ان الحدیث منسوخ فان امضاء عمر الثلاث بمحضر من الصحابة و تقرر الامر علی ذلك یدل علی ثبوت الناسخ عندهم و ان کان قد خفی ذلك قبله فی خلافة ابی بکر و قد صح فتوی ابن عباس علی خلاف ما رواه (تفسیر مظہری، ج ا ص ۳۰۲)

اور جو ابن عباس کی حدیث ذکر کی جاتی ہے اس میں اس امر کی دلیل ہے کہ وہ حدیث منسوخ ہے۔ کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بہت سے صحابہ کے سامنے تین طلاقوں کا جاری و مقرر فرمانا اور اسی پر عمل درآمد ہونا ان کے نزدیک ثبوت ناسخ پر دلالت کرتا ہے۔ اگرچہ یہ سند حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں پوشیدہ رہا اور ابن عباس نے جو روایت کی ہے خود اس کے خلاف ان کا فتویٰ صحیح طور پر ثابت ہے۔

جواب-۲......اگر بالفرض اس حدیث کو منسوخ نہ مانا جائے تو یہ حدیث غیر مدخولہ یعنی اس کے بارے میں ہے، جس کو خلوت سے پہلے طلاق دے دی جائے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو:۔

حضرت ابوالصہبا نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا، کیا آپ کو معلوم نہیں کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو اس کے پاس جانے سے پہلے تین طلاق دیتا تھا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی خلافت کے شروع زمانہ میں ان تین طلاق کو ایک ہی طلاق قرار دیتے تھے۔

قال ابن عباس بلیٰ كان الرجل اذا طلق امرأته ثلاثا قبل ان يدخل بها جعلوها واحدة على عهد رسول اللّٰه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم و ابى بكر و صدرا من امارة عمر (ابوداؤد شریف، ج۱ص۳۴۴)

حضرت ابن عباس نے فرمایا، ہاں! جب کوئی شخص اپنی بیوی کو اس کے پاس جانے سے پہلے تین طلاق دے دیتا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں اور ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی خلافت کے شروع زمانہ میں ان تین طلاق کو ایک ہی طلاق قرار دیتے تھے۔

اِس حدیث نے مسلم شریف کی حدیث کی وضاحت اور شرح کر دی کہ جب غیر مدخولہ عورت کو اس طرح تین طلاق دی جاتی تھیں کہ تجھے طلاق ہے، طلاق ہے، طلاق ہے تو اس صورت میں ایک طلاق قرار دی جاتی تھی اس لئے کہ پہلی طلاق بولتے ہی وہ عورت نکاح سے باہر ہو جاتی تھی۔ جب وہ بیوی ہی نہ رہتی تھی تو پھر دوسری دو طلاق کس پر پڑتیں یہی وجہ ہے کہ غیر مدخولہ پر عدت بھی واجب نہیں ہوتی اور یہ حکم اور مسئلہ آج بھی باقی ہے۔ ہاں اگر اس طرح تین طلاقیں دی جائیں کہ تجھے تین طلاقیں ہیں تو تینوں ہی واقع ہو جائیں گی اِس لئے کہ اس صورت میں تینوں نکاح کی موجودگی میں دی گئیں پھر وہ عورت بغیر حلالہ کے حلال نہ ہوگی اور پہلی صورت میں بغیر حلالہ کے حلال ہوگی اس سے دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے۔

چنانچہ شیخ الاسلام علامہ امام بدرالدین عینی شارح صحیح بخاری شریف فرماتے ہیں:۔

فاجاب قوم عن حديث ابن عباس المتقدم انه فى غير المدخول بها (عمدۃ القاری شرح بخاری، ج۲۰ص۲۳۴)

علماء کی ایک جماعت نے حدیثِ ابن عباس جو بیان ہو چکی ہے کا یہ جواب دیا ہے کہ وہ غیر مدخولہ عورت کے بارے میں ہے۔

بیہقیٔ وقت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:۔

و من الناس من قال ان فى قوله انت طالق ثلاثا يقع فى المدخول بها ثلاثا و فى غير المدخول بها واحدة (تفسیر مظہری، ج۱ص۳۰۱) اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ **تجھے طلاق ہے** تین مرتبہ کہنے سے مدخولہ عورت کو تین طلاق پڑیں گی اور غیر مدخولہ عورت کو ایک طلاق پڑے گی۔

جناب سیّد ابو الاعلیٰ مودودی بانئ جماعتِ اسلامی کا فتویٰ

سوال ...... نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک مجلس میں دی ہوئی تین طلاقوں کو ایک شمار کر کے طلاقِ رجعی قرار دیا جاتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانے میں اسے تین شمار کر کے طلاقِ مغلظہ قرار دے دیا اور فقہ کی رُو سے اُمت آج تک اسی پر عمل کر رہی ہے۔ (ڈاکٹر عبدالودود...... منکرِ حدیث)

جواب ...... اس معاملہ میں صحیح پوزیشن یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی تین طلاق تین ہی سمجھی جاتی تھیں اور متعدد مقدمات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو تین ہی شمار کر کے فیصلہ دیا ہے لیکن جو شخص تین مرتبہ طلاق کا الگ الگ تلفظ کرتا تھا اس کی طرف سے اگر یہ عذر پیش کیا جاتا کہ اس کی نیت ایک ہی طلاق کی تھی اور باقی دو مرتبہ اس نے یہ لفظ محض تاکیداً استعمال کیا تھا اس کے عذر کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبول فرمالیتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہد میں جو کچھ کیا وہ صرف یہ تھا کہ جب لوگ کثرت سے تین طلاقیں دے کر ایک طلاق کی نیت کا عذر پیش کرنے لگے تو انہوں نے فرمایا کہ اب یہ طلاق کا معاملہ کھیل بنتا جا رہا ہے اس لئے ہم اس عذر کو قبول نہیں کریں گے اور تین طلاقوں کو تین ہی کی حیثیت سے نافذ کر دیں گے۔ اس کو تمام صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بالاتفاق قبول کیا اور بعد میں تابعین و ائمہ مجتہدین بھی اس پر متفق رہے ان میں سے کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عہدِ رسالت کے قانون میں یہ کوئی ترمیم کی ہے اس لئے کہ نیت کے عذر کو قبول کرنا قانون نہیں ہے بلکہ اس کا انحصار قاضی کی رائے پر ہے کہ جو شخص اپنی نیت بیان کر رہا ہے وہ صادق القول ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس طرح کا عذر مدینہ طیبہ کے اکا دکا جانے پہچانے آدمیوں نے کیا تھا اس لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو راست باز آدمی سمجھ کر ان کی بات قبول کر لی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ایران سے مصر تک اور یمن سے شام تک پھیلی ہوئی سلطنت کے ہر شخص کا یہ عذر عدالتوں میں لازماً قابلِ تسلیم نہیں ہوسکتا تھا خصوصاً جبکہ بکثرت لوگوں نے تین طلاق دے کر ایک طلاق کی نیت کا دعویٰ کرنا شروع کر دیا ہو۔ (منصبِ رسالت، ص ۱۸۳)

الحمدللہ! ان دلائلِ حقہ سے یہ ثابت ہوگیا کہ اگر ایک ہی دفعہ اور ایک ساتھ تین طلاقیں دے دی جائیں تو تین ہی واقع ہوں گی۔ یہ قرآن کریم، احادیثِ نبوی، صحابہ کرام، اہل بیتِ اطہار، آئمہ اربعہ، محدثین، مفسرین، مجتہدین اور اجماع علماءِ اُمت سے ثابت ہے کہ ایک ساتھ تین طلاقیں دینے سے قطعاً تین ہی واقع ہوتی ہیں، اِس لئے لوگوں کو چاہئے کہ طلاق کے معاملے میں احتیاط سے کام لیں، جلد بازی نہ کریں، ایک یا دو دیں اور اس میں بھی وقفہ کریں۔ خلافِ شریعت نہ کریں اور اگر غصہ و غضب میں آکر تین دے بیٹھیں تو پھر ان غیر مقلدین اور ماڈرن قسم کے مولویوں اور مفتیوں کے پاس نہ جائیں جو غلط فتویٰ دے کر تین طلاقیں دینے والے کی مطلقہ بیوی جس اس کیلئے قطعی حرام ہوجاتی ہے، کو پھر طلاق دینے والے کی طرف لوٹا کر ہمیشہ کیلئے ان کو فعلِ حرام

کے مرتکب ہونے کا موقع فراہم کر کے طلاق دینے والے مردوں اور مطلقہ بیویوں پر ظلمِ عظیم کرتے ہیں۔ یاد رکھئے کہ اس فعلِ حرام کا وبال جس کا کہ یہ غیر مقلدین اور ماڈرن مولوی باعث بنتے ہیں، ان پر بھی اتنا ہی ہوتا ہے جتنا کہ فاعلین پر بلکہ فاعلین کے فعل سے وجود میں آنے والی نسل حرام اور پھر نسل در نسل اس تمام سلسلے کا وبال بھی ان مفتیوں پر ہی ہوتا ہے کیوں کہ اُنہوں نے ہی منسوخ حدیث سے استدلال کر کے اور دوسری احادیث کا مفہوم غلط سمجھ کر اُمت میں حرام کاری کا دروازہ کھولا اور خود اس کے تمام تر ذِمہ دار ٹھہرے۔

افسوس کہ گزشتہ حکومتوں نے عائلی قوانین میں بھی اس قسم کے ماڈرن اور سرکاری مولویوں کے کہنے پر یہی قانون بنادیا کہ اگر ایک ساتھ تین طلاقیں دی جائیں تو ایک ہی پڑتی ہے۔ ایسے نازک شرعی بنیادی اور اہم مسئلے کا سراسر خلافتِ شریعت وسنت قانون بنا کر اور نافذ کر کے حکومت بھی برابر اس وبال کی ذِمہ دار ٹھہرتی ہے۔ حالانکہ چاہئے تو یہ تھا کہ اس قانون کی تصحیح کی جاتی جیسا کہ بار بار اس کے متعلق حکومت کو آگاہ بھی کیا گیا، مگر افسوس کہ ابھی تک ایسا نہیں ہوسکا اور ادھر غیر مقلدین اس مسئلہ میں دھڑا دھڑ فتوے دیئے چلے جارہے ہیں جس کی وجہ سے حرام کاری کا سلسلہ اُمت میں پھیل رہا ہے اور بے ادبوں کی کثرت ہو رہی ہے۔ بعض لوگ اِس معاملے میں جھوٹ سے کام لیتے ہیں کیونکہ انہیں معلوم ہوجاتا ہے کہ تین طلاقیں دینے کے بعد سوائے حلالہ کے کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی تو علماء کے سامنے جھوٹ بولتے ہیں۔ علماء تو صِرف پوچھی ہوئی صورت پر فتویٰ جاری کرتے ہیں۔ اگر انہیں اصل حقیقت نہیں بتائی جائے گی بلکہ اس کو چھپایا جائے گا تو اس کا وبال خود چھپانے والے پر ہوگا اور پھر وہی حرام کاری اور گنہگاری کے اِرتکاب کا پورا ذِمہ دار خود ٹھہرے گا۔ شریعت کے احکام اپنی جگہ اٹل اور قائم ہیں۔ اگر ہم ان میں مداخلت کریں گے اور ان سے انحراف کریں گے تو طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا ہو کر خود کو تباہ و برباد کرلیں گے اور دُنیا میں ہی عذابِ الٰہی کا شکار ہوجائیں گے۔

ہر وہ شخص جو سچے دل سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمانِ کامل رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ وہ شریعت وسنت کا پابند رہے اور اپنی زندگی اس کے مطابق بسر کرے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اعتقادی اور عملی برائیوں سے محفوظ رکھے اور شریعت وسنتِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے مطابق عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بحرمة سيّد المرسلين و صلى الله علىٰ حبيبهٖ سيّدنا محمّد و آلهٖ و اصحابهٖ اجمعين

بندہ! **محمد شفیع الخطیب الاوکاڑوی غفرلہٗ**

کراچی

اجماعِ صحابہؓ، جمہور تابعینؒ اور ائمہ اربعہ کا متفقہ فیصلہ

"دفعۃً واحدۃً" میں دی گئی تین طلاقوں کو ایک رجعی طلاق ثابت کرنے کی کوشش کرنے والے نجدی مولویوں کے اعتراضات کے قرآن و حدیث کی روشنی میں مسکت جوابات

مؤلف

جامع المعقول والمنقول حاوی الفروع والاصول شیخ الحدیث

ابو العلاء مفتی محمد عبد اللہ قادری اشرفی رضوی برکاتی

ناظم و مہتمم دار العلوم جامعہ حنفیہ قصور (پاکستان)

انتساب

میں اپنے اس مقالہ کو سند المحدثین، سید المفسرین، زبدۃ العارفین،
عمدۃ الکاملین سراج اہل التقویٰ، مفتی اعظم پاکستان علامہ سید
ابوالبرکات سید احمد شاہ قادری اشرفی، رضوی قدس سرہٗ العزیز
کی طرف منسوب کرتا ہوں جن کے فیضانِ نظر سے
بندہ اس قابل ہوا

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

فقیر ابوالعلا محمد عبداللہ قادری اشرفی رضوی برکاتی
خادم الحدیث والافتاء و ناظم دار العلوم جامعہ
حنفیہ (رجسٹرڈ) قصور فون نمبر ۳۶۵۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکے نے غصہ میں آکر اپنی بیوی کو ایک مجلس میں دو طلاقیں دی تھیں اور جب تیسری طلاق دینے لگا تو اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا گیا تھوڑی دور ہو کر اس نے اسی وقت تیسری طلاق بھی دے دی ایک مجلس کی تین طلاقوں کا شریعت میں کیا حکم ہے۔ قرآن مجید اور فرمان رسول اللہ کی روشنی میں وضاحت فرمائیں

سائل

عبدالغفور

پتھر منڈی سرائے سلطان لاہور

۷۸۶

الجواب بعون الوہاب

مسلم شریف میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے اس کے الفاظ یہ ہیں

کان الطلاق علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وسنتین من خلافۃ عمر طلاق الثلاث واحدۃ فقال عمر بن الخطاب ان الناس قد استعجلوا فی امر کانت لھم فیہ اناۃ فلو امضیناہ علیھم فامضاہ علیھم۔

(مسلم شریف جلد اول ص ۴۷۷/۴۷۸)

یعنی زمانۂ نبوی میں، خلافتِ صدیقی اور شروع خلافتِ فاروقی میں ایک مرتبہ ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہی طلاق شمار ہوتی تھی پھر حضرت عمر فاروقؓ نے (بطور تعزیر) تین جاری کر دیں۔ اغاثۃ اللھفان میں ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے اس سیاسی حکم کو واپس لے لیا تھا۔

مسند امام احمد جز ۴ ص ۱۲۳ میں حدیث ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاق کا مسئلہ دربار نبوی میں پیش ہوا تو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انما تلک واحدۃ یہ ایک ہی طلاق ہے اور طلاق دینے والے کو ارشاد فرمایا فارجعھا ان شئت اگر تیری مرضی ہو تو رجوع کر لے۔

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ صورت مسئولہ میں صرف ایک ہی طلاق واقع ہوئی ہے اور قرآن مجید میں ہے الطلاق مرتان الایہ (پ ۲) یعنی پہلی دوسری طلاق کے بعد خاوند عدت (تین حیض) کے اندر رجوع کر سکتا ہے عدت گزر جائے تو فریقین کی رضامندی سے جدید نکاح ہو سکتا ہے۔

پس صورت مسئولہ میں ایک طلاق واقع ہو چکی ہے عدت نہیں گزری تو خاوند رجوع کر لے کسی جدید نکاح وغیرہ کی ضرورت نہیں خاوند بیوی آباد رہیں شرعاً ان پر کوئی اعتراض نہیں۔ فقط

نوٹ:۔ جو مولوی صاحبان ایسے موقع پر "حلالہ" کا فتویٰ دیتے ہیں ان کو خدا کا خوف چاہیئے اللہ تعالیٰ کے نبیؐ نے حلالہ کرنے اور کرانے والوں کو لعنت فرمائی ہے۔

حافظ عبدالقادر روپڑی

جامع قدس نزد چوک جگر تور لاہور

۲۶ اپریل ۱۹۷۹ء، ۲۸ جمادی الاول ۱۳۹۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو روبرو گواہان تین طلاقیں دے دیں کیا تینوں طلاقیں واقع ہوگئیں یا نہیں ؟ کیا تین طلاقیں دینے کے بعد شرعاً رجوع ہو سکتا ہے یا نہیں ؟ بینوا وتوجروا۔

السائل

حاجی برکت علی محلہ رحمت پورہ قینچی امرسدھو لاہور

الجواب وھو الموفق للصواب

اَللّٰھُمَّ رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا۔ صورتِ مسئولہ میں شرعاً اہل السنۃ والجماعت کے نزدیک تین طلاقیں ! تین ہی واقع ہوتی ہیں۔ آئمہ اربعہ مجتہدین کرام، امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ، امام شافعی علیہ الرحمہ، امام مالک علیہ الرحمہ اور امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کا مسلک اور مذہب مہذب یہی ہے کہ تین طلاقیں، تین ہی واقع ہوتی ہیں۔ نصِ قرآنیہ، احادیثِ مصطفویہ، اقوال آئمہ اربعہ، اجماع اُمت اور سواد اعظم سے یہی ثابت اور واضح ہے۔ چنانچہ دلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ قرآن حکیم میں ہے فَاِنْ طَلَّقَھَا فَلَا تَحِلُّ لَہٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجًا غَیْرَہٗ اس آیت شریفہ کے ماتحت علامہ صاوی علیہ رحمۃ الباری محشی تفسیر جلالین، مالکی المذہب صاوی شریف میں فرماتے ہیں۔ والمعنی فان ثبت طلاقھا ثلاثا فی مرۃ او مرات فلا تحل الآیۃ

کما اذا قال لھا انت طالق ثلاثاً او البتۃ وھذا ھو المجمع علیہ واما القول بان الطلاق الثلاث فی مرۃ واحدۃ الا طلقۃ فلم یعرف الا لابن التیمیۃ من الحنابلۃ وقد ردّ علیہ ائمۃ مذھبہ حتی قال العلماء انہ ضال مضلّ ونسبتھا للامام اشھب من المالکیۃ باطلۃ۔ اور معنی یہ ہے کہ پس اگر اس عورت کو تین طلاقیں ایک مرتبہ میں ثابت ہوجائیں یا چند مرتبہ میں پس حلال نہیں ہے حتی کہ دوسرے خاوند سے نکاح کرے۔ جیسا کہ کسی نے اپنی عورت کو کہا کہ تجھے تین طلاقیں یا طلاق بتہ (تو تینوں ہی واقع ہوگئیں اور بغیر حلالہ کے پہلے خاوند کو حلال نہیں) اور یہ مسئلہ اجماعی ہے۔ اور یہ قول کہ تین طلاقیں ایک مرتبہ دینے سے ایک ہی طلاق ہوتی ہے یہ ابن تیمیہ کا قول ہے جو حنبلی ہے اور بے شک اس کے مذہب کے علماء نے ہی اس کا رد کیا ہے اور کہا کہ تین طلاق ! تین ہی ہوتی ہیں۔ جہاں تک کہ علماء نے فرمایا کہ ابن تیمیہ گمراہ ہے اور گمراہ کرنے والا ہے اور اس مسئلہ کی نسبت امام اشہب مالکی کی طرف کرنا باطل ہے کیونکہ ان کا یہ مذہب (کہ تین طلاقیں دفعۃً ایک ہوتی ہے) ہرگز ہرگز نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے سرکار دو عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے عرض کی یا رسول اللہ اگر میں اپنی بیوی کو تین طلاق دے دیتا تو کیا میرے لیے حلال ہوتی ؟ آپ نے فرمایا نہیں اور یہ گناہ کی بات ہوتی۔

(تفسیر مظہری ص۲۵۱ جلد اول)

۲۔ قرآن کریم میں ہے۔ وَمَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰہِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَہٗ لَا تَدْرِیْ لَعَلَّ اللّٰہَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِکَ اَمْرًا۔ امام نووی شارح مسلم شریف ص۴۷۸ پر فرماتے ہیں۔ واحتج الجمھور لقولہ تعالےٰ وَمَنْ

يَتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَہ لاتدری لعل اللّٰہ یحدث بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا۔ قالوا معناہ ان المطلق قد یحدث لہ ندم فلا یمکنہ تدارکہ لوقوع البینونۃ فلو کانت الثلاث لم تقع طلاقہ الا رجعیًا فلا یندم۔

جمہور علماء نے اللہ تعالےٰ کے اس قول سے استدلال کیا ہے کہ (تین طلاقیں تین ہی واقع ہوتی ہیں) اور وہ اللہ کی حدوں سے تجاوز کرے پس تحقیق اس نے اپنے نفس پر ظلم کیا الخ کہا علماء نے معنیٰ اس کا یہ ہے کہ طلاق دینے والے کو ندامت پیدا ہوتی ہے۔ اور اس کا تدارک ابینونت کے واقع ہوجانے کی وجہ سے نہیں ہوسکتا۔ پس اگر تین واقع نہ ہوتیں۔ صرف ایک ہی واقع ہوتی تو اس کو ندامت نہ ہوتی۔

۳:۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے بخاری شریف میں ایک باب مستقل قائم کیا ہے جس کا نام ہے باب من اجاز الطلاق الثلث یعنی اس باب میں ان لوگوں کے لیے دلائل ہیں جو تین طلاقوں کو تین ہی واقع قرار دیتے ہیں۔

۴:۔ صحیح بخاری شریف میں ہے۔ فَطَلَّقَهَا ثَلَاثًا یعنی حضرت عویمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں اور یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی کا ہے۔ چنانچہ اس کے بعد میاں بیوی میں جدائی کرادی گئی۔ بخاری شریف جلد ثانی صـ۷۹۱، مطبوعہ دہلی اور مسلم شریف جلد اول صـ۴۸۴ مطبوعہ کراچی۔ اور نسائی شریف جلد ثانی صـ۱۰۸ مطبوعہ مجتبائی، اور ابوداؤد شریف میں بھی یہ حدیث مذکور ہے صـ۳۰۵ مطبوعہ کراچی۔ ظاہر ہے کہ اگر تین طلاقیں واقع نہ ہوتیں تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ یہ تین طلاقیں نہ ہوئیں اور کبھی بھی آپ ایک لغو کام کے ہوتے ہوئے خاموش نہ رہتے۔

۵:۔ صحیح بخاری شریف میں ہے۔ ان رجلًا طلق امرأتہ ثلثا فتزوجت فطلق فسئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم أتحل للاول قال لا حتیٰ یذوق عسیلتہا کما ذاق الاول۔ (بخاری شریف صـ۷۹۱، جلد ۲ مطبوعہ دہلی)

ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں اس نے دوسرے شخص سے نکاح کرلیا اس نے بھی طلاق دے دی پھر آپ سے دریافت کیا گیا کہ کیا وہ پہلے شوہر کے لیے حلال ہے آپ نے فرمایا نہیں تاوقتیکہ پہلے شوہر کی طرح دوسرا بھی اس سے محبت نہ کرے۔

یہ حکم سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے پاک کا ہے اور یہ حکم مطلق ہے مقید نہیں ہے۔ المطلق یجری علی اطلاقہ والمقید یجری علی تقیدہٖ سرکار نے یہ کوئی تفصیل معلوم نہ کی کہ یہ طلاق ثلثہ اجتماعی ہیں یا انفرادی الگ الگ۔ اگر یہ ضروری ہوتا تو حضور ضرور اُن سے یہ تفصیل معلوم کرتے۔

۶:۔ ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما کا فتویٰ: ابوداؤد شریف صـ۲۹۹ میں ہے۔

حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما کے پاس تھا اسی اثنا میں ایک شخص آیا اور اس نے کہا میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی ہیں ابن عباس قدرے خاموش ہوگئے تو میں سمجھا کہ اب یہ رجوع کا حکم دیں گے۔ کیونکہ اُن کی روایت سے یہی ثابت ہے) پھر وہ بولے تم لوگ احمقانہ باتیں کرتے ہو۔ (یعنی بیک وقت تین طلاقیں دیتے ہو۔ پھر کہتے ہو اے ابن عباس۔ اے ابن عباس۔ ابوداؤد فرماتے ہیں اس حدیث کو حمید بن اعرج نے مجاہد سے۔ شعبہ نے عمرو بن مرہ عن سعید بن جبیر۔ ایوب نے اور ابن جریج نے عکرمہ بن خالد عن سعید بن جبیر اور ابن جریج نے عمر بن دینار سے ان سب نے ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے روایت کیا فرمایا کہ انہوں نے تین طلاقوں کو واقع مانا ہے ربانت

منک یعنی یہ کہ تین طلاقیں، تین ہی واقع ہوں گی وہ تجھ سے جدا ہو گئی۔

جب ایک ذی وقار شخص خود ہی اپنی روایت کردہ (حدیثِ مسلم) کے خلاف فتویٰ صادر کر رہا ہے تو کیا یہ اس امر کا بین ثبوت نہیں ہے کہ یا تو۔

۱ ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما نے اپنی روایت کردہ حدیث سے رجوع فرمالیا ہے اور مرجوع قول، غیر مرجوع کے مقابل نہیں آسکتا۔

۲ ۔ یا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت مؤوّل ہے اور مؤوّل روایت، غیر مؤوّل روایت کے مقابلہ میں نہیں آسکتی۔

۳ ۔ یا حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت محتمل ہے اور محتمل حدیث غیر محتمل یعنی صریح حدیث کے بالمقابل نہیں آسکتی۔

۴ ۔ نیز قولِ صحابی جو قولِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے بالمقابل آئے وہ قابلِ قبول نہ ہوگا بلکہ متروک ہوگا۔

۵ ۔ جب خود حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فتویٰ جو مذکور ہوا موجود ہے۔ کہ بیک وقت دی جانے والی تین طلاقیں نافذ اور مؤثر ہیں تو نزاع ختم ہوا۔ اس روایتِ فتویٰ میں طلق امرأته ثلاثا کے لفظ موجود ہیں اب غیر مقلدین کو قول ابن عباس رضی اللہ عنہ سے استدلال نہیں کرنا چاہیئے۔

۶ ۔ نیز قول ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جو صحیح مسلم شریف میں منقول اور مذکور ہے اس کے متعلق امام نووی شارح صحیح مسلم فرماتے ہیں هذه الرواية لأبي داؤد ضعيفة رواه ايوب السختياني عن قوم مجهولين عن طاؤس عن ابن عباس رضی اللہ عنہ فلا يحتج بها ــــــ

ابو داؤد کی یہ روایت ضعیف ہے اسے ایوب سختیانی سے انہوں نے طاؤس سے اور اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے ــــــ

لہٰذا اس سے استدلال درست نہیں۔

۷ ۔ اس مقام پر غیر مقلدین کا نظریہ عجیب مضحکہ خیز ہے کہ قول صحابی کو قولِ رسول پر فوقیت اور برتری دیتے ہیں حالانکہ وہ اصول یہ پیش کیا کرتے ہیں کہ قولِ صحابی، قولِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بالمقابل نہیں آسکتا۔ متروک ہوتا ہے اور یہاں اس کا برعکس ہے۔ بریں عقل و دانش بباید گریست۔

۸ ۔ قول ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما (کہ فاروق اعظم کے زمانہ میں تین طلاقیں، تین شمار ہوئیں ورنہ پہلے سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک شمار ہوتی) سے مراد یہ بھی ہو سکتا ہے اگر کوئی پہلے حکم (انتِ طالق وانتِ طالق، انتِ طالق) میں سے طلاق مراد لیتا ہے اور دوسرے کلمات انتِ طالق، انتِ طالق سے تاکید مراد لیتا ہے اور استیناف مراد نہیں لیتا تو ایک طلاق ہی مراد ہوگی۔ مگر آج جب تاکید مراد نہیں بلکہ تین طلاق ہی دے دیتے ہیں اور اُن کو تین طلاق دینا ہی مقصود ہے کہ دھندا ہی ختم ہو۔ تو تین ہی واقع ہوں گی۔

۹ ۔ نیز ہو سکتا ہے کہ قول ابن عباس، غیر مدخول بہا کے متعلق ہو۔

۱۰ ۔ ایک شخص اپنی منکوحہ کو انتِ طالق، انتِ طالق، انتِ طالق کہتا ہے اس میں تو پہلے کلمہ کو انشائً بطور طلاق دینے کے کہا اور باقی دو کلمات بطور تاکید کے کہے، یہ احتمال پیدا ہو سکتا ہے۔ مگر جب کوئی کہے میں نے تین طلاق دیں تو پھر یہ احتمال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔ اس میں فرق کرنا لازمی ہے کیونکہ حکم میں فرق ہے۔

محترم جج صاحبان غیر مقلدین فرقہ کو حدیث مسلم شریف قول ابن عباس رضی اللہ عنہ بسلسلہ طلاق ثلاثہ کا ایک ہونا جو کہ مؤوّل اور محتمل اور ضعیف ہے یاد آئی۔

مگران کو حدیثِ بخاری شریف بسلسلہ طلاق ثلاثہ کا تین ہی ہونا! یاد کیوں نہیں آتی مقام رکھتی ہے۔

محترم جج صاحبان! غیر مقلدین فرقہ، امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ کے مسند کی حدیث اپنے مذہب کے مطابق بسلسلہ تین طلاق کا ایک طلاق ہونا" پیش کرتے ہیں مگر امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ جو مجتہد مطلق ہیں، ثقہ اور عادل ہیں بلکہ مجسمہ ہی عدل ہیں اور اقویٰ فی الحدیث ہیں اور حافظ حدیث اور صاحبِ ضبط ان کی تحقیق اور اجتہاد، کہ تین طلاقیں، تین ہی واقع ہوتی ہیں۔ وہ پیش کیوں نہیں کرتے؟ اگر یہ حدیث مسند امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ صحیح اور غیر محتمل اور غیر مؤول اور راجح اور غیر مرجوع ہوتی تو امام احمد اس کو اپنا مذہب بناتے۔ معلوم ہوا یہ حدیث آپ کے نزدیک محتمل ہے۔

علامہ بدرالدین عینی شارح بخاری حنفی المذہب، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری میں فرماتے ہیں۔ جلد ۶ صـ۵۳۷ مطبوعہ مصر۔

مذھب جماھیر العلماء من التابعین ومن بعدھم منھم الاوزاعی والنخعی والثوری وابو حنیفۃ واصحابہ و مالک واصحابہ والشافعی واحمد واصحابہ واسحٰق وابوثوری وابوعبید وآخرون کثیرون علی انّ من طلّق امرأتہ ثلاثا وقعن لکنہ یاثم وقالوا من خلف فیہ فھو شاذ مخالف لاھل السنۃ وانما تعلق بہ اھل البدع۔

یعنی تمام اہل السنت کا اتفاق ہے کہ تین طلاقیں بیک وقت تین ہی واقع ہوتی ہیں۔ اگرچہ گناہ گار ہوگا تمام جمہور علماء تابعین اور ان کے بعد جو علماء ہوئے جیسا کہ امام اوزاعی، امام نخعی، امام ثوری اور امام ابو حنیفہ اور

آپ کے اصحاب اور امام مالک اور آپ کے اصحاب اور امام شافعی، امام احمد اور آپ کے اصحاب اور امام اسحٰق اور امام ابوثوری اور ابو عبید اور دوسرے تمام ائمہ اہل السنت اسی مذہب پر ہیں کہ جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں تو تینوں ہی واقع ہوں گی۔ لیکن وہ گناہ گار ہوگا اور تمام ائمہ اور فقہاء اور علماء ملت اور جمہور علماء و فقہا نے فرمایا جو اس میں خلاف کرتا ہے وہ شاذ ہے اور اہل السنت والجماعت کا مخالف ہے اور بدعتی ہے۔ لہٰذا تین طلاقیں دینے کے بعد واپسی اور رجوع کا شرعاً مطلقاً کوئی حق حاصل نہیں ہے۔

تین طلاقوں کے بعد رجوع کرنا یا واپس لینا شرعاً باطل ہے۔ بخاری شریف جلد دوم صـ۷۹۲ مطبوعہ دہلی میں ہے۔

قال اللیث عن نافع کان ابن عمرؓ اذا سئل عمن طلّق ثلثا قال لو طلّقت مرۃً او مرّتین (لکان لک الرجعۃ) فان النّبی صلی اللہ علیہ وسلّم امرنی بھٰذا فان طلقھا ثلثا حرمت حتیٰ تنکحَ زوجاً غیرہٗ

حضرت لیث نافع سے فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جب اس شخص کے متعلق سوال کیا گیا جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں (کیا رجوع جائز ہے یا نہیں) تو آپ نے جواب دیا کہ ایک طلاق یا دو طلاق ہوں تو رجوع ہو سکتا ہے کیونکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق مجھ سے ارشاد فرمایا کہ ایک، طلاق کے بعد، رجوع جائز ہے اور دو طلاق کے بعد بھی رجوع جائز ہے اور تین طلاق کے بعد رجوع باطل ہے۔ عورت قطعاً حرام ہو جاتی ہے یہاں تک کہ وہ دوسرے خاوند سے نکاح کرے اور اس صحیح صریح مرفوع حدیث میں تین طلاقیں مطلقاً ہیں۔ خواہ ہر مہینے میں

دے یا ہر طہر میں دے، یا ایک وقت میں تین کلمات (تین لفظوں) سے کہے
یا ایک ہی وقت میں ایک کلمہ سے تین طلاق کہے (کہ تین طلاق دیں) تینوں
ہی واقع ہوں گی اور رجوع باطل محض ہے۔

علامہ مرغینانی علیہ الرحمۃ صاحب ہدایہ شریف صـ۳۳۵ کتاب الطلاق میں
فرماتے ہیں۔ وطلاق البدعۃ ان یطلقہا ثلثا بکلمۃ واحدۃ
اوثلثا فی طہر واحد فاذا فعل ذلک وقع الطلاق وکان عاصیا۔

طلاق البدعت یہ ہے کہ ایک کلمہ کے ساتھ تین طلاقیں دے یا تین
طلاقیں ایک طہر میں دے پس جب ایسا کیا تو طلاقیں تینوں ہی واقع ہو
جائیں گی اور وہ گناہ گار ہوگا۔

علامہ نووی شارح مسلم شریف صـ۴۷۸ جلد اول نووی صـ۴۷۷ فرماتے ہیں
وقد اختلف العلماء فیمن قال لامرأتہ انت طالق ثلثا
فقال الشافعی ومالک وابوحنیفۃ واحمد وجماھیر العلماء من
السلف والخلف یقع الثلاث۔

علماء نے اختلاف کیا ہے اس شخص کے بارہ میں کہ جس نے اپنی عورت
کو ایک ہی کلمہ میں تین طلاقیں دیں تو امام شافعی علیہ الرحمۃ جو شافعیوں کے امام
ہیں فرماتے ہیں تینوں طلاقیں واقع ہوگئیں (رجوع کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا)
اور امام مالک علیہ الرحمۃ جو مالکیوں کے امام ہیں فرماتے ہیں تینوں طلاقیں واقع
ہوگئیں (رجوع کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا) اور امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ
جو حنفیوں کے امام ہیں فرماتے ہیں تینوں طلاقیں واقع ہوگئیں (رجوع کا سوال
ہی پیدا نہیں ہوتا) اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جو حنبلیوں کے امام ہیں
فرماتے ہیں تینوں طلاقیں واقع ہوگئیں (رجوع کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا)

اور تمام جمہور علماء جو متقدمین و متاخرین ہیں سب کے سب یہی فرماتے ہیں کہ
تینوں طلاقیں واقع ہوگئیں (رجوع کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا)
عینی شرح بخاری شریف اور طحاوی شریف میں ہے۔

عن مالک بن الحارث قال جاء رجل الی ابن عباس رضی اللہ
تعالی عنہما فقال ان عمی طلق امرأتہ ثلاثۃ فقال ان عمک عصی اللہ
فاثمہ واطاع الشیطان فلم یجعل لہ مخرجا فقلت کیف تری فی
رجل یحلہا لہ فقال من یخادع اللہ یخادعہ۔

یعنی مالک بن حارث رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص
نے ابن عباس رضی اللہ تعالے عنہما سے مسئلہ پوچھا کہ میرے چچا نے اپنی عورت
کو تین طلاقیں دے دی ہیں آپ نے کہا کہ تیرے چچا نے اللہ تعالے کی نافرمانی
کی ہے اور گناہ کیا اور شیطان کی اطاعت کی۔ اب اس کے نکلنے کی اللہ تعالی نے
کوئی تدبیر نہیں کی۔ ابن حارث نے کہا جو شخص اس عورت کو اس پر حلال کردے
اس کے حق میں آپ کی کیا رائے ہے۔ آپ نے فرمایا جو شخص اللہ کو فریب دے
گا اللہ تعالے اس کو اس کے فریب کی خوب سزا دے گا۔

مولوی اشرف علی تھانوی نے بھی اپنے فتاوی امداد الفتاوی جلد ثانی میں
لکھا ہے ایک سوال کے جواب میں تحریر کیا ہے۔

سوال:۔ ایک شخص نے اپنی بیوی کے متعلق کہا۔ طلاق، طلاق، طلاق،
طلاق طلاق، طلاق تو کیا حکم ہوا۔ (ملخص)

جواب:۔ چونکہ تین بار سے طلاق مغلظہ واقع ہوتی ہے۔ لہذا بدوں
حلالہ اب باہم نکاح بھی نہیں ہوسکتا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ فقط
۲۲ جمادی الاخری ۱۳۲۱ھ امداد صـ۵۵ ج ۲ (طـ۲۳۶ ۔ امداد الفتاوی جلد ثانی)

غور کیجئے مولوی اشرف علی تھانوی جو وہابیہ کے حکیم الامت ہیں وہ بھی تین طلاقوں کے تین ہی واقع ہونے کے قائل اور معتقد ہیں یاد رہے کہ فتح الملہم حاشیہ مسلم میں مولوی شبیر احمد عثمانی اور فیض الباری میں مولوی محمد انور شاہ کاشمیری نے بھی تین طلاقوں کے تین ہی واقع ہونے کو ذکر کیا ہے۔

غیر مقلدین کے پیشوا مولوی حافظ محمد لکھوکی والے نے اپنی تفسیر محمدی منزل پارہ ۲۸، صفحہ ۱۶۶ میں لکھا ہے۔

جے ہک طلاق یا دو تھیں پچھے کرے رجوع جے بھاوے
جے تین اکٹھیاں کہے تا عورت سو کدی ہتھ نہ آوے
مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیسری۔

مولوی عبدالجبار غیر مقلد غزنوی نے حاشیۃ المہتدی میں لکھا ہے کہ جمہور علماء دین کے نزدیک یکبار تین طلاق دینے سے واقع ہو جاتی ہیں۔
(ماخوذ از فتاویٰ نظامیہ)

غیر مقلدین کی پیش کردہ حدیث رکانہ رضی اللہ عنہ۔

حدیث رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق امام نووی شارح مسلم شریف کی تحقیق انیق۔ اما الروایۃ التی رواھا المخالفون ان رکانۃ طلق ثلاثا فجعلھا واحدۃ فروایۃ ضعیفۃ عن قوم مجھولین وانما الصحیح منھا ما قدمناہ انہ طلقھا البتۃ ولفظ البتۃ محتمل الواحدۃ والثلاث (نووی شرح المسلم صفحہ ۴۷۸، جلد)

وہ روایت جس کو مخالفین نے روایت کیا ہے کہ بے شک حضرت رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین طلاقیں دی تھیں اس کو ایک کر دیا پس یہ روایت

ضعیفہ ہے قوم مجہولین سے۔ اور بے شک صحیح وہ ہے اس سے جس کو ہم نے مقدم کیا بے شک آپ نے طلاق بتہ دی اور لفظ بتہ (طلاق کنایہ ہونے کی وجہ سے) ایک طلاق اور تین طلاق کا محتمل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سرکار نے حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ سے قسم لی کہ تو نے کیا مراد لیا ایک طلاق یا تین طلاق تو اس نے کہا ایک طلاق مراد لی ہے۔ سرکار نے بایں وجہ رجوع کا حکم صادر فرمایا۔ لہٰذا تین طلاقیں واقع ہو جانے کے بعد شرعاً واپسی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

امام نووی علیہ الرحمۃ تو فرماتے ہیں کہ حدیث رکانہ رضی اللہ عنہ جس میں سرکار نے حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ سے قسم لی ہے کا ذکر ہے وہ تو مسلکِ حقہ مذہبِ جمہور کو مفید ہے ــــ چنانچہ نووی شرح مسلم شریف صفحہ ۴۷۸ میں مذکور ہے۔ واحتجوا ایضاً بحدیث رکانۃ انہ طلق امرأتہ البتۃ فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم آللہ ما اردت الا واحدۃ قال آللہ ما اردت الا واحدۃ فھذا دلیل علی انہ لو اراد الثلاث لوقعن والا فلم یکن لتحلیفہ معنی۔ حجت پکڑی ہے ایسے ہی حدیث رکانہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کہ بے شک جس نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دی پس سرکار نے فرمایا تجھے اللہ کی قسم کیا تو نے ایک طلاق کا ارادہ کیا تھا؟ حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے کہا خدا کی قسم میں نے ایک طلاق کا ارادہ کیا تھا پس یہ دلیل ہے اس بات پر کہ اگر وہ تین کا ارادہ کرتے تو تینوں طلاقیں واقع ہو جاتیں۔ ورنہ تحلیف (قسم دینے) کے کیا معنی۔

فائدہ:۔ یہیں سے ثابت ہوا کہ جس نے حضرت رکانہ کی طرف تین طلاق دینے کی روایت کا ذکر کیا ہے۔ وہ اسی اعتبار سے ہے کہ طلاق بتہ طلاق بالکنایہ ہے اور یہ محتمل ہے ایک طلاق اور تین طلاق کو فرد جنس حقیقی اور فرد جنس حکمی کو ملحوظ رکھتے ہوئے تو انہوں نے معنیٰ محتمل جو تین ہے تین طلاق کا ذکر کر دیا اور

طلاق بتہ ہی تھی نہ کہ طلاقِ مغلظہ ثلاثہ۔

کتاب الاثار للامام محمد علیہ الرحمتہ - وقال محمد قال اخبرنا ابوحنیفۃ عن عبد اللہ بن عبد الرحمٰن بن ابی حسین عن عمرو بن دینار عن عطاءٍ عن ابن عباس قال اتاہ رجلٌ فقال اِنی طلقتُ امرأتی ثلاثاً قال یذھب احدکم فلیتلطخ بالنتن ثم یأتینا اذھب فقد عصیت ربک وقد حرمت علیک امرأتک لاتحل لک حتیٰ تنکح زوجاً غیرک وقال محمد وبہ ناخذ وھو قول ابی حنیفۃ وقول العامۃ لا اختلاف فیہ —
(ماخوذ فتاویٰ نظامیہ)

یعنی ابن عباسؓ کا یہ فتویٰ ہے کہ ایک شخص نے اپنی عورت کو تین طلاق یکدفعہ دے دیں اور پوچھا کہ میرے لیے کیا حکم ہے حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی ایک جاتا ہے اور گندگی میں آلودہ ہو جاتا اور پھر ہماری طرف آتا ہے اور مسئلہ پوچھتا ہے۔ جا چلا جا۔ پس بے شک تو نے اپنے رب کی نافرمانی کی۔ اور تجھ پر تیری عورت حرام ہو گئی وہ تیرے لیے حلال نہ ہو گی جب تک کہ دوسرا نکاح نہ کرے اور کہا امام محمد علیہ الرحمتہ نے ہم بھی اسی کو لیتے ہیں یعنی اسی پر عمل کرتے ہیں اور امام اعظم علیہ الرحمتہ کا بھی یہی قول ہے اور اس میں کسی نے اختلاف نہیں کیا۔ لہٰذا طلاقوں کے واپس لینے کا شرعاً سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

اصولاتِ حدیث

۱۔ جب احادیثِ صحیحہ صریحہ مرفوعہ میں اور احادیثِ ضعیفہ میں تعارض آجائے تو احادیثِ صحیحہ پر عمل کریں گے اور احادیثِ ضعیفہ کو ترک کریں گے۔

۲۔ جب احادیثِ صحیحہ صریحہ غیر محتمل میں اور حدیثِ محتمل میں تعارض آجائے تو احادیثِ صحیحہ پر عمل کریں گے اور حدیثِ محتمل کو ترک کریں گے۔

۳۔ جب قولِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور قولِ صحابی میں تعارض آجائے تو قولِ رسولِ مقبول صلے اللہ علیہ وسلم پر عمل لازمی ہے اور قولِ صحابی کو ترک کریں گے۔

۴۔ جب صحابی کی روایت، صحابی کے فتویٰ کے خلاف ہو تو پھر قولِ صحابی کو استدلالاً پیش کرنا اصولِ حدیث کے خلاف ہے۔

۵۔ جب کسی قول میں احتمالات پیدا ہوں تو وہ قول حجت اور دلیل نہیں بن سکتا ہے اصول ہے کہ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔

۶۔ جب کسی حدیث کے متتابعات پائے جائیں تو وہ حدیث قوی ہو جاتی ہے

۷۔ اگر کوئی حدیث ضعیف مختلف طرق سے آئے تو وہ حدیث قوی ہو جاتی ہے۔

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق جو روایت کہ آپ نے اپنی ی کو بحالت حیض تین طلاقیں دیں اور اُن کو شمار نہ کیا گیا اس کے متعلق علاّ ی فرماتے ہیں واما حدیث ابن عمر فالروایات الصحیحۃ التی ذکرھا لم وغیرہٗ انہ طلقھا واحدۃً - چنانچہ مسلم شریف کی روایت ۴۷۷ ، صرف یہی لفظ ہیں طلّق ابن عمرؓ امرأتہ وھی حائضۃ واضح ہے کہ ہی طلاق تھی۔ تین نہ تھیں۔ یعقوب بن ابراہیم کی روایت میں تطلیقۃ ملیقۃ کا لفظ بھی واضح ہے جس سے ثابت ہے کہ وہ طلاق ایک طلاق رجعی جس سے آپ نے رجوع فرمالیا۔ غیر مقلدین صراحۃً صریح اور صحیح حدیثوں سے ہمی کر رہے ہیں۔

امام محمد علیہ الرحمتہ اپنے مؤطا میں فرماتے ہیں۔

قال محمد وبھذا ناخذ وھو قول ابی حنیفۃ والعامۃ من فقہائنا لانہ طلقہا ثلٰثاً جمیعاً فوقعن علیہا جمیعاً معاً ولو فرقہن وقعت الاولیٰ خاصۃ لانہا بانت بہا قبل ان یتکلم بالثانیۃ ولا عدۃ علیہا فتقع علیہا الثانیۃ والثالثۃ فی العدۃ۔ موطا امام محمد ص۲۶۳، مطبوعہ یوسفی۔

امام محمد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اسی کے ساتھ فتویٰ دیتے ہیں اگر غیر مدخول بہا کو بھی اگر کسی کے خاوند نے تین طلاقیں دفعۃً دیں تو تینوں ہو جائیں گی اور یہی قول امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ اور عامۃ الفقہاء کا ہے کیونکہ اس نے اکٹھی تین طلاقیں جمعاً و معاً دیں اور اگر متفرق طور پر دیتا تو غیر مدخول بہا خاص طور پر پہلی سے بائنہ ہو جاتی دوسری طلاق کے کلام کرنے سے پہلے! اور عدت اُس پر ہے نہیں اور اگر عدت ہوتی تو پھر دوسری تیسری بھی واقع ہو جاتی اور عدت ہے نہیں لہٰذا دوسری تیسری طلاق جبکہ متفرق طور پر ہوں ان کے واقع ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس قول سے واضح ہے کہ جب غیر مدخول بہا کو تین طلاقیں معاً و جمعاً دی گئیں تو وہ واقع ہو جاتی ہیں تو مدخول بہا جو عدت والی ہے اس کو بطریق اولیٰ طلاق ثلٰثہ واقع ہو جائیں گی۔

امام نسائی علیہ الرحمۃ نسائی شریف میں روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں۔ سرکار ناراض ہو کر اٹھے۔ ایک صاحب نے عرض کی کہ یا رسول اللہ کیا میں اسے قتل نہ کر دوں۔ واضح ہے کہ اگر تین طلاقیں تین ہی واقع نہ ہوتیں تو سرکار ناراض کیوں ہوتے۔ تین طلاقیں تین ہی واقع ہوتی ہیں۔

اب یہ کہنا کہ سرکار کے زمانہ میں تین طلاقیں ایک ہوتی تھی غلط ہے۔

وہ احتمال قول ابن عباس رضؓ میں تب ہی ہو سکتا ہے جبکہ متفرق طور پر طلاقیں

کہی گئیں اور اس پہلی سے طلاق مراد لے اور باقی دو کلمات جو الگ الگ ہیں تاکید کے لیے کہہ دیئے۔

امام شعرانی "تبیین مذاہب اربعہ" علیہ الرحمۃ میزان شریعت کبریٰ میں فرماتے ہیں۔ وکذلک جمع الطلاق الثلاث یقع مع النہی عن ذلک نہی تحریم عند بعضہم ونہی کراھۃ عند بعضہم۔

ایسے ہی اتفاق کیا ہے فقہاء اربعہ اور علماء اہل السنت والجماعت نے کہ تین طلاقیں اکٹھی دینا واقع ہو جائیں گی اگرچہ بعض کے نزدیک یہ فعل مکروہ تحریمی ہوگا اور بعض کے نزدیک یہ فعل مکروہ تنزیہی ہوگا۔ طلاقیں تینوں ہی واقع ہوں گی۔ یاد رہے غیر مقلدین کے مولوی وحید الزماں دہلوی کے نزدیک امام شعرانی علیہ الرحمۃ قابلِ قدر مسلّمہ شخصیت ہے۔

حضرت ابو عبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن دمشقی علیہ الرحمۃ شافعی المذہب اپنی کتاب "رحمۃ الامۃ فی کشف الغمۃ" ص۱۵ میں فرماتے ہیں۔

اتفق الائمۃ الاربعۃ (الٰی ان قال) وکذلک جمع الطلاق الثلث محرم ویقع۔ یعنی چاروں اماموں امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ امام شافعی علیہ الرحمۃ، امام مالک علیہ الرحمۃ اور امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ نے اتفاق کیا ہے کہ تین طلاقیں یک لخت دینا مکروہ تحریمی ہے مگر واقع ہو جائیں گی۔

شاہ ولی اللہ علیہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔

حضرت مولانا نبی بخش صاحب حلوائی علیہ الرحمۃ اس کا ترجمہ یوں بیان فرماتے ہیں۔

اتے حضرت شاہ ولی اللہ عقد الجید لیائے ۔۔۔ جو تن طلاقاں والی پہلے خاوند موڑ دوائے
باہجھ نکاح دوجیدے جیکوئی عمل کرے اجائی ۔۔۔ تس مونہہ کالا کر شہروں باہر کڈیئے نال خواری
تے صفحہ محمدی مطبع لاہوری وچ پائیں ۔۔۔ ایہ شاہ ولی اللہ دہلی والا فیض جداہر جائیں

غیر مقلد بھی مندے اینہاں عالم خاص ربّانی
صدیق حسن تے لکھوی لکھدے صفت اینہاں خود جانی

(جلد اوّل تفسیر نبوی ص۲۵۶)

منہ کالا کرنے کے متعلق آپ کا فرمان حکم تغلیظی اور تشدیدی ہے ورنہ منہ کالا کرنا مثلہ ہے اور مثلہ کی شرعاً ممانعت ہے۔ نہی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن المثلۃ۔
تین طلاقیں! تین ہی شرعاً واقع ہو جاتی ہیں۔

بلادِ عجم میں سے حضرت کے پاس ایک سوال آیا کہ ایک شخص نے تین طلاقوں کی قسم اسی طور پر کھائی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ایسی عبادت کرے گا کہ جس وقت وہ عبادت میں مشغول ہوگا تو لوگوں میں سے کوئی شخص بھی عبادت نہ کرتا ہوگا۔ اگر وہ ایسا نہ کر سکے تو اس کی بیوی کو تین طلاقیں ہو جائیں گی۔ تو اس صورت میں کون سی عبادت کرنی چاہیئے۔ علماء عراقین در جواب ایں سوال متحیر و بعجز از دریافت آں معترف گشتہ بودند۔ یعنی اس سوال سے علماء عراق حیران اور ششدر رہ گئے اور اس کا جواب نہ دے سکنے کا اعتراف کرنے لگے اور اس مسئلہ کو حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمتِ اقدس میں انہوں نے پیش کیا تو آپ نے فوراً اس کا جواب ارشاد فرمایا کہ وہ شخص مکہ مکرمہ چلا جائے اور طواف کی جگہ صرف اپنے لیے خالی کرا لئے اور تنہا سات مرتبہ طواف کر کے اپنی قسم[1] کو پورا کرے۔ فا عجب علماء العراق وکانوا قد عجزوا عن الجواب پس اس شافی جواب سے علماء عراق کو نہایت ہی تعجب ہوا۔ کیونکہ وہ اس سوال کے جواب سے عاجز ہو گئے تھے۔

(طبقات الکبریٰ جلد ۱ ص۱۲۷، اخبار الاخیار فارسی ص۱۷، قلائد الجواہر ص۳۸، تحفہ قادریہ ص۸۷)

---

[1] اس سے معلوم ہوا کہ تین طلاقیں کہنے سے تین ہی کا واقع ہو جانا حضرت غوثِ اعظم رض کا مسلک تھا۔

اب ان آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ اور اقوال ائمہ اربعہ کی روشنی میں تین طلاقیں دے دینے کے بعد عورت مطلقہ کو اپنے گھر آباد رکھنا یا اس سے مباشرت و مجامعت کرنا شرعاً حرام و زنا ہے
العیاذ باللہ۔ ھٰذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب
والیہ المرجع والمآب ومنہ البدایۃ والیہ النہایۃ،
فقیر ابو العلا محمد عبد اللہ قادری اشرفی رضوی خادم الحدیث والافتاء
و ناظم دار العلوم جامعہ حنفیہ رجسٹرڈ قصور پاکستان۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون اللہ تعالیٰ

واضح ہو کہ شریعت اسلامیہ میں بیک وقت دی گئی تین طلاقیں ایک ہی رجعی طلاق شمار ہوتی ہے چنانچہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور میں آپ کے ایک جلیل القدر صحابی حضرت سیدنا رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاقیں دے دی تھیں پھر وہ حضور علیہ السلام کے پاس آکر پچھتانے لگے تو آپ نے ان کے درمیان رجوع کروا دیا تھا۔ دیکھئے حدیث کی کتاب (منتقی الاخبار) اور دور نبوی صلے اللہ علیہ وسلم میں یہی طریقہ چلتا رہا ہے اور قرآن پاک میں بھی اسی طرح ہے کہ وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِي ذَٰلِكَ (پ۲) کہ ایام عدت کے دوران خاوند اپنی مطلقہ بیویوں کو واپس لوٹانے کے زیادہ حق دار ہیں۔ اور یہی فتویٰ حضرت سیدنا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے شاگرد حضرت آدم ابن مقابل اور آپ کے استاد حضرت امام نخعی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ دیکھئے حوالہ (تعلیق المجد) معلوم ہوا کہ اسلام میں بیک وقت دی گئی تین طلاقیں ایک ہی رجعی طلاق شمار ہوتی ہیں جس کے بعد فریقین کو صلح کا اختیار ہے اور کفارہ بھی کوئی نہیں ہے لہٰذا اگر فریقین رضامند ہیں تو اسلام زبردستی ان کو علیحدہ علیحدہ نہیں کرتا۔ البتہ تین میں سے مرد کے پاس ۲ دو حق باقی رہ گئے ہیں ایک طلاق ہو چکی ہے۔ آئندہ سے احتیاط رکھیں باقی ضرورت پر ہو سکتی ہے۔

فقط

محی الدین سلفی

نائب امیر جمعیت اہل حدیث پنجاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم ؕ

اللّٰھم رب زدنی علما۔ غیر مقلدین فرقہ اہل حدیث کا یہ کہنا کہ شریعت اسلامیہ میں مدخول بہا کو بیک وقت دی گئی تین طلاقیں ایک ہی رجعی طلاق شمار ہوتی ہے یہ سراسر غلط اور بے بنیاد اور بے اصل عقیدہ اور مذہب ہے۔ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مقدسہ میں تین طلاقیں تین ہی شمار ہوتی تھیں پھر صدیق اکبر اور فاروق اعظم اور عثمان غنی اور حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ادوار میں بھی تین ! تین ہی شمار ہوتی رہیں۔ مدخول بہا کا یہی حکم ہے۔

چنانچہ بخاری شریف جلد ثانی ص۷۹۱ مطبوعہ کراچی میں ہے۔

عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان رجلاً طلق امرأتہ ثلاثاً فتزوجت فطلق فسئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم أتحل للاول قال لا حتی یذوق عسیلتہا کما ذاق الاول۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ بے شک ایک مرد نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں پس اس عورت نے (عدت گزار کر) دوسرے خاوند سے نکاح کیا پس اس نے طلاق دے دی پس سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ یا رسول اللہ! کیا یہ پہلے خاوند کے لیے حلال ہوگی۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں حلال ہوگی یہاں تک کہ یہ دوسرا خاوند اس کا شہد چکھے جیسا کہ پہلے نے چکھا تھا۔

بخاری شریف جلد ثانی ص۸۹۹ مطبوعہ کراچی میں ہے۔

عن عائشۃ ان رفاعۃ القرظی طلق امرأتہ فبت طلاقھا فتزوجھا بعدہ عبد الرحمن بن الزبیر فجاءت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالت یا رسول اللہ انہا کانت عند رفاعۃ فطلقھا اخر ثلث تطلیقات فتزوجھا بعدہ عبد الرحمن بن الزبیر وانہ واللہ ما

معہ یارسول اللہ الامثل ھٰذہ الھدبۃ لھدبۃ اخذتھا من
جلبابھا قال وابوبکر جالس عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابن
سعید بن العاص جالس بباب الحجرۃ لیؤذن لہ فطفق خالدٌ
ینادی ابابکر الا تزجر ھذہ عما تجھر بہ عند رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم ومایزید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی
التبسم ثم قال لعلکِ تریدین ان ترجعی الی رفاعۃ، لاحتی
تذوقی عُسیلتہٗ و یذوق عُسیلتکِ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ بے شک حضرت رفاعہ
قرظی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دی (یعنی طلاقِ ثلاثہ دی آگے قرینہ
موجود ہے) اس کے بعد عدت گزار کر اس نے نکاح دوسری جگہ کیا چنانچہ حضرت
عبدالرحمٰن بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس عورت سے نکاح کیا۔ پس یہ
عورت! سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئی پس اس نے عرض کی
یارسول اللہ بے شک وہ (یعنی میں) رفاعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تھی اس
نے طلاق دی تین طلاقیں جمعاً پس کے بعد نکاح کیا اس سے عبدالرحمٰن بن زبیر رضی اللہ
تعالیٰ عنہ نے اور بے شک وہ خدا کی قسم! نہیں ہے اس کے پاس مگر اس پھندے
کی طرح اور اس نے اپنی چادر کا پھندنا پکڑ کر دکھایا کہا اس حال میں کہ حضرت سیدنا
ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے
اور ابن سعید بن العاص! حجرہ کے دروازہ پر بیٹھے ہوئے تھے تاکہ اس سے اذن لیا
جائے سرکار کے پاس حاضر ہونے کے لیے۔ پس شروع ہوئے خالد رضی اللہ تعالیٰ
عنہ ندا دیتے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اے ابوبکر! آپ اس کو کیوں ڈانٹ
نہیں بتاتے اس چیز سے جو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اونچی اونچی

باتیں کر رہی ہے۔ سرکار نے تبسم کے علاوہ اور بات نہ کی۔ پھر فرمایا تو رفاعہ
کے پاس لوٹنا چاہتی ہے تو نہیں لوٹ سکتی یہاں تک کہ تو اس کا شہد چکھے اور
وہ تیرا شہد چکھے۔

سرکار کے زمانہ پاک میں یکبارگی تین طلاقیں! تین ہی ہوتی تھیں اور
آج تک تین ہی مراد ہیں۔ یکبارگی تین طلاقیں تین ہوتی ہیں۔

مختصراً یہی حدیث بخاری کتاب الطلاق کے ص ۷۹۱ مطبوعہ کراچی میں موجود ہے
ان عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اخبرتہ (اخبرت عروۃ بن الزبیر)
ان امرأۃ رفاعۃ القرظی جاءت الی رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ان رفاعۃ طلقنی فبتّ طلاقی وانی نکحتُ بعدہٗ عبدالرحمٰن بن
الزبیر القرظی وانما معہٗ مثل الھدبۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم لعلکِ تریدین ان ترجعی الی رفاعۃ لاحتی یذوق
عُسیلتکِ وتذوقی عسیلتہٗ

بخاری شریف میں امام بخاری علیہ الرحمہ نے باب جو باندھا وہ ملاحظہ ہو۔
باب من اجاز طلاق الثلث۔ باب جس نے جائز رکھا تین طلاقوں کو۔
یعنی تین طلاقیں تین ہی ہوتی ہیں۔

معلوم ہوا کہ امرأۃ رفاعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو تین طلاقیں ہی ہوئی تھیں۔
جس کو وہ طلاق بتہ سے تعبیر کر رہی ہے اگر تین طلاقیں نہ ہوتیں تو پھر امرأۃ رفاعہ
پہلے خاوند کے پاس آنے کے لیے دوسرے خاوند کے پاس کیوں جاتیں۔ قرآن حکیم
میں ہے فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ۔
اگر طلاق ثلاثہ واقع نہ ہوئی ہوتیں تو سرکار کیوں فرماتے کہ تو پہلے خاوند کے
پاس نہیں جا سکتی حتی تذوقی عسیلتہ ویذوق عسیلتکِ۔ یہاں تک

تو س کا شہد چکھے اور وہ تیرا شہد چکھے۔ اہل حدیثو! یہ تو طلاق ثلاثہ کا حکم ہے

پھر وہاں سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی موجود ہیں اور خالد بن ولید رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور دربانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ ابن سعد بن وقاص رضی اللہ تعالےٰ عنہ بھی موجود ہیں ان میں سے کسی نے بھی نہ کہا کہ یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آپ نے تو پہلے فرمایا ہے کہ تین طلاقیں ایک رجعی ہوتی ہے اب آپ تین طلاقوں کو تین جائز قرار دے رہے ہیں۔

احتمال — جس کسی نے تین طلاقوں کو ایک طلاقِ رجعی قرار دیا ہے ہوسکتا ہے وہ سرکار کے امر کے بغیر کیا ہو لہٰذا یہ حجت نہ ہوا۔

احتمال — جس کسی نے تین طلاقوں کو ایک طلاق رجعی قرار دیا ہے ہوسکتا ہے وہ سرکار کی تقریر کے بغیر کیا ہو سرکار کو اطلاع نہ دی ہو۔

احتمال — جس کسی نے تین طلاقوں کو ایک طلاق رجعی قرار دیا ہے ہوسکتا ہے کہ وہ رستم زمانۂ جاہلیت پر ہوں اور ان کو نسخ نہ پہنچا ہو۔

(حاشیہ ابوداؤد)

احتمال ہے کہ قول صحابی! غیر مدخول بہا کے متعلق ہو۔

واضح ہوا کہ غیر مقلدین اگر صحیح معنی میں اہل حدیث ہوتے تو حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے ہوئے حدیث صحابی کو نہ لیتے کہ تین طلاقیں! تین ہی واقع ہوتی ہیں۔

فرقہ وہابیہ غیر مقلدین اہلحدیث! اہلحدیث کہلوانے کے باوجود

۱۔ حدیثِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم (جو مذکور ہوئی) کو چھوڑتے ہیں کہ تین طلاقیں تین ہوتی ہیں۔	حدیثِ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لیتے ہیں کہ تین طلاقیں ایک ہوتی ہے۔
۲۔ حدیثِ مرفوع حقیقی کو چھوڑتے ہیں۔	حدیثِ موقوف کو لیتے ہیں (نخبۃ الفکر)
۳۔ حدیث صحیح غیر محتمل کو چھوڑتے ہیں۔	حدیثِ موقوف محتمل کو لیتے ہیں (نووی)
۴۔ حدیث صریح کو چھوڑتے ہیں۔	حدیث موقوف ضعیف مشکل کو لیتے ہیں (٠)
۵۔ سرکار کی حدیث قولی کو چھوڑتے ہیں۔	قول و حدیثِ صحابی کو لیتے ہیں۔
۶۔ حدیثِ صریح صحیح غیر محتمل غیر ماؤل کو چھوڑتے ہیں۔	حدیثِ موقوف ضعیف محتمل اور ماؤل کو لیتے ہیں۔ یا اسفا۔

اہل حدیثوں کے نزدیک کیا یہی ہے! حدیثِ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم اور قولِ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا مقام!۔

مدخول بہا کو اگر تین طلاقیں! تین ہی واقع نہ ہوتی تھیں

تو ابنِ تیمیہ اور ابنِ قیم کو اونٹ پر بٹھا کر ان کی توہین نہ کی جاتی جب انہوں نے تین طلاق کے ایک طلاق ہونے کا فتویٰ دیا۔ فتاویٰ ثنائیہ میں ہے۔ کہ نواب صدیق حسن خاں مرحوم نے اتحاف النبلاء میں جہاں شیخ الاسلام کے متفردات مسائل لکھے ہیں۔ اس فہرست میں طلاقِ ثلاثہ کا مسئلہ بھی لکھا ہے۔ کہ جب ابنِ تیمیہ نے تین کے طلاق کے ایک مجلس میں ایک طلاق ہونے کا فتویٰ دیا تو بہت شور ہوا۔ ابن تیمیہ اور ان کے ساگرد ابن قیم پر مصائب برپا ہوئے [1]۔

---

[1] ان کو اونٹ پر بٹھا کر دُرّے مار مار کر شہر میں پھرا کر توہین کی گئی قید کیے گئے اس لیے کہ اس وقت یہ مسئلہ روافض کی علامت تھی۔

(ابو العلا)

مدخول بہا کو اگر تین طلاقیں! تین ہی واقع نہ ہوتی تھیں!

توحضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما یہ فتویٰ نہ دیتے۔ ابوداؤد شریف میں ہے ص ۲۹۹، حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس تھا ایک مرد آیا اس نے کہا اے ابن عباس! میں نے اپنی زوجہ کو تین طلاقیں دے دی ہیں (کیا حکم ہے) حضرت ابن عباس قدرے خاموش ہوئے تو میں سمجھا کہ اب یہ رجوع کا حکم دیں گے (کیونکہ ان کی روایت سے یہی ثابت ہے) پھر آپ نے فرمایا تم لوگ احمقانہ باتیں کرتے ہو پھر کہتے ہو اے ابن عباس اے ابن عباس۔

مدخول بہا کو اگر تین طلاقیں! تین واقع نہ ہوتی تھیں!

توحضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما یوں نہ فرماتے۔ وَاِن کنت طلّقتَها ثلاثًا فقد حرّمتْ علیك حتی تنکح زوجًا غیرہٗ وعصیتَ اللہ فیما امرك عن طلاقِ امرأتك (مسلم شریف)

اور اگر تو تین طلاقیں دیتا اس کو تو وہ تجھ پر حرام ہو جاتی یہاں تک کہ وہ تیرے سوا کسی دوسرے سے نکاح کرتی، اور تو نے نافرمانی کی اللہ تعالےٰ کے اس امر میں جو تجھے تیری بیوی کے طلاق دینے کے معاملہ میں کیا ہے۔

نووی میں ہے جلد اوّل ص ۴۷۸ ۔ واما حدیث ابن عمر فالروایات الصحیحۃ التی ذکرھا المسلم وغیرہ انہ طلّقھا واحدۃً۔

مدخول بہا کو اگر تین طلاقیں! تین ہی واقع نہ ہوتی تھیں۔

توامام صاوی مالکی علیہ الرحمۃ جو جلالین شریف کے محشی ہیں یہ نہ لکھتے چنانچہ آپ صاوی شریف میں فرماتے ہیں زیر آیت فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَیْرَهٗ ۔ والمعنیٰ فان ثبت طلاقھا ثلاثًا فی مرۃ او

مرّات فلا تحل لہ الآیۃ ۔کما اذا قال لھا انتِ طالق ثلاثًا او البتۃ وھذا ھو المجمع علیہ واما القول بان الطلاق الثلاث فی مرۃ واحدۃ الّا طلقۃ فلم یعرف الّا لابن تیمیۃ من الحنابلۃ وقد ردّ علیہ ائمۃ مذھبہ حتیٰ قال العلماء انہ الضال المضل۔

آیت کریمہ کا معنیٰ یہ ہے پس اگر تین طلاقیں ثابت ہو جائیں خواہ ایک بار ہی تین طلاقیں دی ہیں یا تین مجلسوں (تین طہروں) میں تین دی ہیں الگ الگ پس اب نہیں حلال ہے وہ عورت یہاں تک کہ وہ دوسرے خاوند سے نکاح کرے جیسا کہ جب کسی نے اپنی عورت کو کہا انتِ طالق ثلاثًا تجھے تین طلاقیں ہیں۔ یا تجھے طلاق بتّہ (بائنہ ثلاثہ) ہے تو تین ہی واقع ہوں گی۔ اس پر اجماع ہے۔ باقی رہا مسئلہ کہ تین طلاقیں ایک مرتبہ دینے ایک طلاق مراد ہو یہ ابن تیمیہ نے ہی فتوی دیا ہے جو حنبلی تھا۔ چنانچہ اس کا رد اُس کے مذہب کے اماموں نے ہی کر دیا۔ یہاں تک کہ علماء ملت نے اُس کو ضال مُضل کا لقب دیا۔

مدخول بہا کو اگر تین طلاقیں تین ہی واقع نہ ہوتی تھیں

توشاہ ولی اللہ محدّث دہلوی علیہ الرحمۃ عقد الجید میں یوں نہ فرماتے کہ جو تین طلاقوں کو ایک طلاق سمجھے تو اس کا منہ کالا کر کے شہر سے باہر نکال دو۔ چنانچہ علاّمہ مولانا نبی بخش صاحب حلوائیؒ لاہوری علیہ الرحمۃ نے اس عبارت کا یوں ترجمہ کیا ہے۔

لئے حضرت شاہ ولی اللہ اندر عقد الجید لیائے
جو تن طلاقاں والی پہلے خاوند موڑ دوائے
باجھ نکاح دوجیدے جے کوئی عمل کرے ایہ ماری
تس منہ کالا کر کے شہروں باہر کڈھئے نال خواری

توے صفحہ محمدی مطبع لاہورے وچ پائیں
اے شاہ ولی اللہ دہلی والا فیض بدھا ہر جائیں
غیر مقلد بھی مندے انہاں عالم خاص ربانی
صدیق حسن تے لکھوی لکھدے صفت انہاں خود جانی

اَنَا اَقُولُ۔ محدث دہلوی کا یہ فرمانا کہ اس کا منہ کالا کر کے شہر سے نکال دو۔ اس میں منہ کالا کرنے کا مسئلہ یہ حکم تغلیظی اور تشدیدی ہے۔ تاکہ مسئلہ کی اہمیت واضح ہو ورنہ منہ کالا کرنا مُثلہ ہے اور مُثلہ کی شرعًا ممانعت ہے۔ نهى النبى صلى الله عليه وسلم عن المثلة۔

مدخول بہا کو اگر تین طلاقیں۔ تین ہی واقع نہ ہوتی تھیں

تو اہل حدیثوں کے مولوی حافظ محمد لکھوی والے اپنی تفسیر محمدی میں یوں نہ لکھتے تفسیر محمدی منزل پارہ ۲۸ ص ۱۶۶۔

جے یک طلاق یا دو تھیں پچھے کرے رجوع جے بھاوے
جے ترن اکٹھیاں کہے تاں عورت سوکھی ہتھ نہ آوے

مدخول بہا کو اگر تین طلاقیں یک لخت تین طلاقیں ہی واقع نہ ہوتی تھیں

تو اہل حدیثوں کے مولوی عبد الجبار غزنوی غیر مقلد حاشیۃ المہندی میں یوں نہ لکھتے "کہ جمہور علماء دین کے نزدیک یک بار تین طلاق دینے سے ! واقع ہو جاتی ہیں۔ ———— (ماخوذ از سلطان الفقہ المعروف فتاوی نظامیہ)

مدخول بہا کو اگر تین طلاقیں دینے سے تین طلاقیں ہی واقع نہ ہوتی تھیں

تو حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالی عنہ یوں نہ فرماتے۔ واقعہ سنیئے عائشہ خثعمیہ حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالی عنہ کے نکاح میں تھیں۔ جب حضرت مولی علی رضی اللہ تعالی عنہ شہید ہوئے تو عائشہ خثعمیہ نے حضرت

سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالی عنہ سے کہا آپ کو خلافت مبارک ہو۔ تو حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کیا تو حضرت سیدنا علی المرتضی کرم اللہ تعالے وجہہ الکریم کی شہادت پر خوشی کرتی ہے اِذْهَبِی فَاَنْتِ طالق ثلاثًا۔ یعنی چلی جا پس تجھے تین طلاق ہے۔ راوی سوید بن غفلہ کہتے ہیں کہ اس نے اپنے کپڑے سمیٹے اور عدت میں بیٹھ گئی یہاں تک کہ اس کی عدت ختم ہو گئی۔ عدت گزرنے کے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ تعالی عنہ نے اس کی طرف باقی مہر اور دس چیزیں صدقہ بھیجیں۔ جب قاصد یہ چیزیں لے کر عائشہ خثعمیہ کے پاس پہنچا تو اس نے کہا مَتَاعٌ قلیل من حبیب مُفَارِقٍ جب اس عورت کی یہ بات حضرت امام حسن رضی اللہ تعالی عنہ تک پہنچی تو حضرت امام حسن رضی اللہ تعالی عنہ روئے اور کہا اگر میں اپنے نانا جان حضرت محمد صلی اللہ تعالے علیہ وسلم سے یا کہا کہ اگر میں نے اپنے باپ حضرت سیدنا مولی علی المرتضی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم سے یہ نہ سنا ہوتا کہ جس شخص نے اپنی بیوی کو یکدم یا بوقت حیض تین طلاقیں دیں تو وہ اس کے لیے حلال نہیں رہتی یہاں تک کہ وہ دوسرے خاوند سے نکاح کرے تو میں اس (عائشہ خثعمیہ) سے رجوع کر لیتا (سنن الکبری للبیہقی جلد ۷)

مدخول بہا کو اگر تین طلاقیں یک لخت تین ہی واقع نہ ہوتی تھیں

تو ایک شخص کے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دینے پر سرکار دو عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ناراض ہو کر وہاں سے کیوں اٹھ گئے۔ سنو! نسائی شریف میں ہے۔ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہو کر اٹھے ایک صاحب نے عرض کی یا رسول اللہ میں اس کو قتل نہ کر دوں۔ واضح ہے کہ اگر تین طلاقیں تین ہی واقع نہ ہوتی تھیں تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ناراض کیوں ہو گئے۔

مدخول بہا کو تین طلاقیں یک لخت دینے سے اگر تین ہی نہ ہوتی تھیں!
تو حضرت ابن عباسؓ یوں فتویٰ نہ دیتے۔ ملاحظہ ہو۔

ایک شخص نے اپنی بیوی کو خلوت سے قبل ہی یکدم تین طلاقیں دے دیں پھر اس نے خیال کیا کہ دوبارہ اس سے نکاح کرے تو وہ حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پاس مسئلہ پوچھنے آیا فقالا لا نریٰ ان تنکحھا حتیٰ تزوّج زوجًا غیرک تو دونوں صحابہ کرام نے فرمایا کہ ہم اس کے ساتھ تیرے دوبارہ نکاح کی اس وقت تک کوئی صورت نہیں دیکھتے ہیں جب تک وہ تیرے علاوہ کسی اور مرد سے شادی نہ کرے۔
(سنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۸، ص ۳۳۸)

۱۔ واضح ہوا کہ تین طلاقیں یکبار دینے سے تین ہی واقع ہو جاتی ہیں۔

۲۔ نیز یہ بھی واضح ہوا کہ حدیثِ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس بارہ میں کہ تین طلاقیں یکبارگی دینے سے ایک رجعی ہوتی تھی یہ احادیث مشکلہ سے ہے ورنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس اپنی روایت کے مطابق فتویٰ دیتے جب آپ کا فتویٰ آپ کی روایت کے خلاف ہے تو روایت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حجت نہ رہی۔

۳۔ نیز ہو سکتا ہے کہ یہ روایت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما مؤول ہو اور غیر مدخول بہا کے بارے میں ہو جیسا کہ ابو داؤد شریف میں ہے (نووی) کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پاک ظاہر میں اور خلافت صدیقی اور فاروقی میں تین طلاقیں الگ الگ (انتِ طالق انتِ طالق انتِ طالق) دے، تو ایک ہی ہوتی تھیں۔

۴۔ نیز ہو سکتا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں اور

خلافت صدیقی اور فاروقی میں دوتاکیداً کہتے ہوں، جیسے کوئی کہے انتِ طالق! انتِ طالق انتِ طالق" ۔ پہلے طلاق رجعی ہوئی اور باقی دو تاکیداً ہوں پھر تین ہی دینے لگ گئے تو تین شمار ہونے لگیں۔

نیز جب یہ حدیث موقوف (قولِ صحابی) دیگر آثارِ صحابہ کے خلاف ہے اور احادیث مرفوعہ صحیحہ صریحہ غیر محتمل اور غیر مؤوّل کے خلاف ہے۔ تو پھر اس کو قابل استنا داور قابل استدلال کیوں سمجھا جاتا ہے! جان بوجھ کر اصولِ حدیث سے انحراف کیا جا رہا ہے! کیوں! اس لیے کہ ان اہل حدیثوں کا شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ فتویٰ دے چکا ہے اور اُس کو کوڑے لگ چکے ہیں اب یہ کہتے ہیں کچھ تو خراجِ تحسین اسے پیش کیا جائے۔

حدیث "رکانہ" رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرقہ اہلِ حدیث اپنے دعویٰ میں پیش کرتے ہیں یہ استدلال ان کا سراسر غلط اور بے بنیاد ہے اور ان کے دعویٰ سے کوئی مطابقت نہیں رکھتا کیونکہ اصل واقعہ یوں نہیں جو اہل حدیث پیش کرتے ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے جو امام نوویؒ "شارح مسلم شریف" پیش فرماتے ہیں ملاحظہ ہو۔

احتجّوا ایضًا بحدیث رکانہ انہ طلق امرأتہُ البتۃ فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اٰللہ ما اردتَ الا واحدۃً قال اٰللہ ما اردتُ الا واحدۃ فھٰذا دلیل علی ان لو اراد الثلاث لوقعنَ والّا لم یکن لتحلیفہٖ معنیً واما روایۃ التی رواھا المخالفون ان رکانۃ طلق ثلاثا فجعلھا واحدۃ فروایۃ ضعیفۃ عن قوم مجھولین وانما الصحیح منھا ما قدمناہ انہ طلقھا البتۃ ولفظ البتّۃ محتمل للواحدۃ و للثلاث ولعلّ صاحب ھذہ الروایۃ الضعیفۃ اعتقدانّ

لفظ البتۃ یقتضی الثلاث فرواہ بالمعنی الذی فہمہٗ وغلط فی ذالک ۔ حجت پکڑی ہے ایسے ہی اُن فقہا و علماء جو تین طلاق یکبارگی کو تین ہی واقع سمجھتے ہیں) حدیثِ رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ، بیشک حضرت رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی زوجہ کو طلاق بتہ یعنی طلاق کنایہ دی (طلاق صریح نہ تھی) سرکار دو عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس معاملہ پہنچا تو سرکار نے فرمایا ! خدا کی قسم کھا کر بتاؤ کیا تم نے اس سے ایک ہی طلاق مراد لی تھی ؟ حضرتِ رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی ! خدا کی قسم ! میں نے ایک ہی طلاق مراد لی تھی ۔ پس یہ دلیل ہے اس پر اگر تین مراد لی ہوتیں تو تین ہی واقع ہو تیں ورنہ قسم لینے کے کیا معنیٰ ۔ اور وہ روایت جس کو مخالفین نے بیان کیا ہے کہ بیشک حضرت رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں پس سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایک طلاق قرار دیا ۔ یہ روایتِ ضعیفہ ہے جو قوم مجہولین سے روایت ہے ۔ صحیح وہ ہے جس کو ہم نے مقدم کیا ، بیشک حضرتِ رکانہؓ نے اپنی بیوی کو طلاقِ بتہ دی تھی اور وہ طلاق بتہ ایک طلاق اور تین طلاق کی محتمل تھی ہو سکتا ہے کہ اس روایتِ ضعیفہ والے نے یہ سمجھتے ہوئے کہ لفظ بتہ تین طلاق کا بھی تقاضا کرتا ہے یہ معنی سمجھتے ہوئے اس نے روایت بالمعنیٰ کر دی یعنی تین طلاق سے روایت کر دی حالانکہ اس میں انہوں نے غلطی کی ہے ۔ (ابو العلا)

چنانچہ ابو داؤد شریف ص ۳۰۰ میں ہے

ان رکانۃ بن عبد یزید طلق امرأتہ سہیمۃ البتۃ فاخبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بذلک وقال واللہِ ما اردتُ الا واحدۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واللہِ ما اردتَ الا واحدۃ فقال رکانۃ واللہِ ما اردتُ الا واحدۃ فردّھا الیہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم فطلقہا الثانیۃ فی زمان عمرؓ والثالثۃ فی زمان عثمانؓ

بیشک حضرت رکانہ بن عبد یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی عورت سہیمہ کو طلاق بتہ دی ۔ پس اس نے سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو خبر دی اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! خدا کی قسم میں نے اس طلاق بتہ سے ایک طلاق مراد لی تھی ۔ سرکار نے فرمایا خدا کی قسم کھا کر بتا واقعی تو نے ایک طلاق مراد لی تھی ۔ عرض کی یا رسول اللہ ! خدا کی قسم میں نے ایک طلاق ہی مراد لی تھی ۔ پس سرکار نے اس عورت کو اس کی طرف لوٹا دیا ۔ چنانچہ حضرت رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوسری طلاق حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں دی اور تیسری طلاق ! حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں دی ۔ امام ابو داؤد علیہ الرحمتہ کا قول بڑی اہمیت رکھتا ہے ۔ ھٰذا اصحُّ مِنْ حدیثِ ابن جریج ان رکانۃ طلق امرأتہ ثلاثا لانہما اھل بیتہٖ وھما اعلم بہٖ (ابو العلا)

ابن ماجہ شریف ص ۱۴۹ میں ہے ۔

اس حدیث (حدیث ابو داؤد) کو ابن ماجہ علیہ الرحمتہ نے ابن ماجہ شریف میں نقل فرمایا ہے اور اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں ۔ سمعتُ ابا الحسن علی بن محمد الطنافسی یقول ما اشرف ھٰذا الحدیث ۔

حضرت سیدنا سیدی غوث الثقلین السید عبد القادر جیلانی غوث الاعظم حنبلی المذہب علیہ الرحمتہ کا فتویٰ کہ تین طلاقیں یک لخت دینے سے تین ہی واقع ہوتی ہیں ۔

بلادِ عجم سے آپ کے پاس سوال آیا کہ ایک شخص نے طلاق ثلاثہ کی قسم اس طور پر کھائی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ایسی عبادت کرے گا کہ جس وقت وہ عبادت میں مشغول ہو گا اس وقت کوئی دوسرا اس عبادت میں مشغول نہ ہو گا اگر وہ ایسا نہ کر سکے تو

اس کی بیوی کو تین طلاقیں ہوں تو اس صورت میں کونسی عبادت کرنی چاہیئے۔
علماء عراقیین حیران رہ گئے اور اس کا جواب نہ دے سکے۔ اس مسئلہ کو علمائے نے سیدنا
غوث الاعظم کی خدمت عالیہ میں پیش کیا تو آپ فوراً اس کا جواب ارشاد فرمایا کہ وہ
شخص مکہ مکرمہ چلا جائے اور طواف کی جگہ صرف اپنے لیے خالی کرائے اور تنہا سات
مرتبہ طواف کرکے اپنی قسم کو پورا کرے۔ علمائے عراق کو نہایت ہی تعجب ہوا۔

اس سے واضح ہوا کہ غوث الاعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی
مذہب تھا اپنے امام، امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ کی تقلید میں کہ تین طلاقیں یکبار
دینے سے تین ہی واقع ہوتی ہیں۔ اگر تین طلاقیں یک لخت دینے سے ایک ہی ہوتی
ہے تو اتنی تکلیف دینے اور مشقت دینے کی کیا ضرورت تھی۔

(اخبار الاخیار، الیواقیت الجواہر)

حدیثِ رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ نے بھی روایت کیا ہے۔
اگر یہ روایت صحیح ہوتی، ضعیف اور مشکل نہ ہوتی۔
اگر یہ روایت صریح ہوتی، محتمل نہ ہوتی۔
اگر یہ روایت بالمعنیٰ صحیح ہوتی، غلط نہ ہوتی۔
اگر یہ روایت بالمعنیٰ احادیثِ صحیحہ مشہورہ کے خلاف نہ ہوتی۔

تو

امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ اس اپنی روایت کردہ حدیث کو اپنا مذہب بناتے
حالانکہ آپ کا مذہب مہذب یہ ہے کہ تین طلاقیں جمعاً یکبارگی دینے سے تین ہی واقع
ہوتی ہیں۔ (عینی و نووی)
وہابیوں غیر مقلدوں کے مفتی مستند امام احمد کی اس روایت کو بھی اپنے بے بنیاد دعویٰ

کو ثابت کرنے کے لیے بطور استدلال پیش کیا کرتے ہیں۔ اس استدلال کا
اپریشن مندرجہ بالا ملاحظہ فرمائیں۔

یکبارگی طلاقِ ثلاثہ کے بارے امام اعظم ابو حنیفہ سراج الامت
علیہ الرحمۃ کا مذہب مہذب ملاحظہ ہو۔

نووی شرح صحیح مسلم ص ۴۷۸ میں ہے۔

اختلف العلماء فیمن قال لامرأته انت طالق ثلاث فقال
الشافعی ومالك وابوحنیفة واحمد وجماهیر العلماء من السلف
والخلف یقع الثلاث۔

علماء کا اختلاف ہے اس بارے میں کہ جس شخص نے کہا اپنی عورت کو کہ
تجھے تین طلاق ہے۔ پس امام شافعی، امام مالک، امام ابو حنیفہ، امام احمد اور
جمہور علماء سلف اور خلف اس پر متفق ہیں کہ تین ہی واقع ہوں گی۔

عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری المعروف العینی الشریف میں ہے۔
جلد ۶، ص ۵۳۷، مطبوعہ مصر۔

ذهب جماهیر العلماء من التابعین ومن بعدهم منهم
الاوزاعی والنخعی والثوری وابوحنیفة واصحابه ومالك و
اصحابه والشافعی واحمد واصحابه واسحٰق وابوثور وابوعبید
واخرون کثیرون علی ان من طلق امرأته ثلاثا وقعن ولکنه
یاثم وقالوا من خالف فیه فهو شاذ مخالف لاهل السنة و
انما تعلق به اهل البدع۔

جمہور علماء تابعین اور ان کے بعد علماء ان میں سے امام اوزاعی، امام نخعی،
امام ثوری، امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب، امام مالک اور ان کے اصحاب، امام

شافعی، امام احمد اور ان کے اصحاب، امام اسحٰق، امام ابو ثوری، امام ابو عبید
اور دوسرے کثیر علماء اس پر متفق ہیں کہ جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں
تو تین ہی واقع ہو گئیں اگرچہ وہ گناہ گار ہوگا۔ اور علمائے ملت نے فرمایا ہے
جس نے مخالفت کی وہ شاذ ہے اہل سنت کا مخالف ہے اور اہل بدعت سے متعلق
ہے (پس اہل سنت کا اتفاق ہے اس پر کہ تین طلاقیں بیک وقت دی گئیں تین
ہی واقع ہوجاتی ہیں)

مؤطا امام محمد علیہ الرحمتہ میں ہے

قال محمد علیہ الرحمۃ وبھذا ناخذ وھو قول ابی حنیفۃ و
العامۃ من فقھائنا لانہ طلقھا ثلاثا جمیعا فوقعن علیھا جمیعا
معًا ولو فرقھن وقعت الاولی خاصۃ لانھا بانت بھا قبل ان
یتکلم بالثانیۃ ولا عدۃ علیھا فتقع علیھا الثانیۃ والثالثۃ
ما دامت فی العدۃ۔

امام محمد علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کے ساتھ فتویٰ دیتے ہیں۔
(ہم اسی کو دلیل پکڑتے ہیں) اور یہی قول امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمتہ اور عامۃ
الفقہا کا ہے۔ (کہ غیر مدخول بہا کو اگر تین طلاقیں یک بار دی گئیں
تو تین ہی ہوں گی) اس لیے کہ تین اکٹھی ایک جملہ سے اور جمعاً دیں تو وہ تینوں
اکٹھی واقع ہو گئیں اور اگر متفرق طور پر دیتا تو پہلی واقع ہوتی خاص طور پر۔
دوسری طلاق کہنے سے پہلے ہی بائنہ ہو چکی اور عدت بھی نہیں، عدت ہوتی تو
عدت میں دوسری اور تیسری واقع ہوتیں۔ عدت نہیں ہے لہٰذا یہ دو طلاقیں
پچھلی لغو گئیں، جب غیر مدخول بہا کو تین طلاقیں واقع ہو
گئیں تو مدخول بہا کو بطریق اولیٰ واقع ہوجاتی ہیں۔ (ابوالعلا)

کتاب الآثار میں ہے۔ بروایت امام محمد علیہ الرحمتہ۔

ایک مرد ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس آیا، اس نے کہا میں نے
اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی ہیں اس کا کیا حکم ہے آپ نے فرمایا تو نے اپنے
رب کی نافرمانی کی ہے۔ تم سے کوئی شخص جاتا ہے اور گندگی سے ملوث (آلودہ) ہو
جاتا ہے۔ پھر ہمارے پاس آتا ہے۔ چل جا تو نے اپنے رب کی نافرمانی کی ہے
تجھ پر تیری عورت حرام ہوئی، نہیں حلال ہوگی تجھ پر یہاں تک کہ دوسرے
خاوند سے نکاح کرے۔ امام محمد علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ اسی کے ساتھ ہم فتویٰ
دیتے ہیں اور یہی قول امام ابو حنیفہ علیہ الرحمتہ کا ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

"مبسوط" (ظاہر الروایات) ص۸ میں ہے۔

ولا تحل لہ المرأۃ بعد ما وقع علیھا ثلاث تطلیقات حتی
تنکح زوجًا غیرہ یدخل بھا۔ حلال نہیں ہے مرد کے لیے اس کی عورت
بعد اس کے کہ اس عورت پر تین طلاقیں واقع ہو گئیں یہاں تک کہ دوسرے خاوند
سے نکاح کرے پھر وہ دخول بھی اس کے ساتھ کرے۔ مسئلہ واضح ہو گیا کہ تین طلاقیں
یک لخت بھی امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمتہ کے نزدیک تین ہی واقع ہوتی ہیں۔

اب ایسا شخص جو سنی حنفی ہو اور اپنے امام، امام اعظم سراج الامت ابو حنیفہ
علیہ الرحمتہ کے مذہب مہذب کو چھوڑے اور وہابیوں غیر مقلدوں اہل حدیثوں
سے فتویٰ لے اور ان کے فتویٰ کو حجت اور معتبر سمجھتا ہو اور ان کو حق پر سمجھتا ہو۔
(معاذ اللہ) اور سنی علماء کے فتاویٰ جات کو باطل سمجھتا ہو تو ایسے شخص کے بے ایمان
ہونے میں کوئی شک نہیں اس کا نکاح باطل ہو گیا۔ دریں صورت بے ایمان
ہونے سے پہلے ہی طلاق ثلاثہ یکبارگی دینے سے اس کی عورت نکاح سے نکل چکی
ہے۔ باقی کفر (بے ایمانی) (العیاذ باللہ) سے توبہ کرنا لازمی ہے اور اگر ان غیر مقلدوں

وہابیوں، اہل حدیثوں کو خارج عن الاسلام ہی سمجھتا ہے اُن کے عقائد باطلہ فاسدہ کاسدہ کی بنا پر، مگر محض دنیا کی خاطر اور عورت کی طلب کے لیے یہ اقدام کیا کہ ان سے فتوٰی طلب کیا تو ایسا شخص ضَال مُضل (گمراہ اور گمراہ کرنے والا) اور فاسق و فاجر ہے۔ مورد غضب جبّار ہے، جہنمی اور دوزخی ہے۔ مردود الشہادت ہے، ناقابل امامت اور ناقابل خلافت ہے۔ ایسے شخص نے دینِ اسلام اور شریعت مطہرہ کو مذاق بنا رکھا ہے۔ ادھر مسئلہ سیدھا نہ ہوا تو اُدھر کر لیا۔ واہ! شریعت مطہرہ کی پابندی اور قوانین واحکام تو کوئی چیز نہ ہوئے۔ ایسے کا تو یہ حال ہے کہ فرّ من المطر وقام تحت المیزاب. بارش سے بھاگا اور پرنالہ کے نیچے آکر کھڑا ہو گیا۔

سنبھلو! ہوش میں آؤ، کدھر جا رہے ہو۔

نمبر شمار	عقائد باطلہ وہابیہ غیر مقلدین	عقائد حقہ لاہل السنۃ والجماعۃ
۱۔	نبی ہماری مثل بشر ہے اور سرکار کی نظیر ممکن ہے۔ (معاذ اللہ)	محبوب التفاسیر میں ہے اَنَا اللّٰہ لیس لی شریک خلقتُ محمّدًا لیس لہ مثیل۔ قرآن حکیم میں جو ہے قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یہ تواضع اور ھضما لنفسہ پر محمول ہے اور اس سے نفیٔ الوہیت مقصود ہے یعنی محبوب آپ فرمائیں کہ میں تمہاری مثل بشر ہوں، الٰہ نہیں ہوں یہ نہیں کہ کمالات نبوّت اور شانِ مصطفیٰ اور عظمتِ مصطفیٰ کی بھی نفی کر دی جائے اور نورانیتِ مصطفےٰ کو بشریت کاملہ کا متضاد اور متباین قرار دے دیا جائے۔

نمبر شمار	عقائد باطلہ وہابیہ غیر مقلدین	عقائد لاھل السنت والجماعت
۲۔	اللہ چاہے تو کروڑوں محمد پیدا کر دے۔ (معاذ اللہ) تقویۃ الایمان۔	کروڑوں محمد تو کیا، لاکھوں محمد تو کیا، ہزاروں محمد تو کیا، سینکڑوں محمد تو کیا بیسیوں محمد تو کیا، دہائیوں محمد تو کیا، اب ایک محمد بھی پیدا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر اور مثیل ہوگا اس میں اوّلیت حقیقیہ اور نبوت ہونی چاہیئے۔ اوّلیت حقیقیہ اس میں آ نہیں سکتی کیونکہ وہ تو اب پیدا ہوا اور نبوّت بھی نہیں آسکتی کیونکہ سرکار کے بعد نبوت کا دروازہ مسدود ہو چکا فاین نظیر لہ فاین مثیل لہٗ۔ لہٰذا اب محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی نظیر محال بالذات ہے۔
۳۔	نبی مر کر مٹی میں مل گیا ہے (معاذ اللہ) تقویۃ الایمان (لا اسمٰعیل دہلوی)	انبیاء کرام رسل عظام علیہم السلام اپنی قبور میں محفوظ ہیں وہ زندہ ہیں اُن کے اجسام کو زمین (مٹی) نہیں کھاتی۔ ابنِ ماجہ شریف میں حدیث شریف موجود ہے۔ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللّٰہ حرّم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبیّ اللّٰہ حیٌّ یُرزق۔ بے شک! اللہ تعالٰی رب العزت نے حرام کر دیا ہے زمین پر کہ وہ انبیاء کرام کے اجسام کو کھائے۔ اللہ کے نبی زندہ ہیں رزق دیئے جاتے ہیں ملّا علی قاری علیہ رحمۃ الباری نے تو یہاں

برخلاف عقائد باطلہ وہابیہ غیر مقلدین	عقائد حقہ لاہل السنت والجماعت۔
	تک کہہ دیا ہے کہ ولاینافیہ ان یکون هناك رزق حسیٌ ایضاً وهو الظاهر المتبادر (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)
۴۔ اللہ رب العزت جھوٹ بول سکتا ہے (گو بولے گا نہیں) معاذ اللہ رسالہ یکروزی (اسمٰعیل دہلوی)	تعالیٰ اللہ عما یصفون، انّ اللہ تعالیٰ مبرّءٌ و مُنزّہٌ عن النقص والعیب والعجز والکذب عیب ونقص فاللہ تعالیٰ منزّہٌ عن الکذب۔ اللہ تعالیٰ اکذب فساق مخلوق کا خالق تو ہے مگر اس سے کذب کا صدور محال بالذات ہے۔ جھوٹ پیدا کرنے پر قادر ہے یہ ممکن وجودی ہے | مگر جھوٹ بولنے پر قادر نہیں ہے یہ محال بالذات ہے۔ (مثلاً) اللہ تعالیٰ نے خالد کو ولید کا بیٹا بنایا اور ولید کو خالد کا باپ بنایا، اب جس طرح خالد کو ولید کا باپ بنانا محال ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ رب العزت کا جھوٹ بولنا بھی محال ہے۔ لاریب فیہ ولا شك فیہ۔
۵۔ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ رب العزت عالم الغیب ذات کا عطا کیا ہوا علم غیب ماننا بھی شرک ہے (معاذ اللہ) تقویۃ الایمان)	قرآن حکیم میں ہے وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ۔ وہ غیب بتانے پر بخیل نہیں ھُوَ ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ ہو تو معنیٰ یوں ہوگا وما اللہ علی الغیب بضنین۔ اللہ تعالیٰ غیب بتلانے پر بخیل نہیں واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ نبی کو غیب بتاتا ہے،

	تب ہی بخیل نہیں اگر ھو ضمیر کا مرجع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں تو تفسیر یوں ہوگی وما محمدٌ علی الغیب بضنین۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم الغیب بتانے پر بخیل نہیں، واضح ہے کہ سرکار کے پاس علم غیب عطائی ہے جس کے بتانے میں بخل نہیں فرماتے اگر ھو ضمیر کا مرجع قرآن حکیم ہے تو معنیٰ یوں ہوگا۔ وما القران علی الغیب بضنین کہ قرآن عظیم غیب بتانے میں بخیل نہیں ہے، واضح ہوا کہ قرآن کریم میں علم غیب ہے جو بتانے میں بخل نہیں کرتا۔ جمیع العلم فی القرآن لکن تقاصر عنه افهام الرجال۔ اور وہ سرکار کے سینہ مبارک میں ہے۔ واضح ہوا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب عطائی ہے۔

کتبہٗ

فقیر ابو العلا محمد عبد اللہ قادری اشرفی رضوی خادم الحدیث دالافتاء وناظم دارالعلوم جامعہ حنفیہ رجسٹرڈ قصور، پاکستان۔

سوال

اگر عورت کو سو بار طلاق کہا جائے تو طلاق ایک بار ہوگی یا تین طلاقیں ہوں گی ساتھ ہی آیات لکھیں۔

السائل

حاجی مشتاق احمد قادری امام صاحب

مسجد غوثیہ اندرون کوٹ اعظم خان قصور۔

الجواب وھوالموفق للصواب

اللھم رب زدنی علماً۔ صورت مسئولہ میں اگر کسی نے اپنی زوجہ کو ایک
سَو طلاق دی تو شرعاً تین طلاقیں ان میں سے واقع ہوئیں اب یہ اپنے خاوند پر
حلال نہیں یہاں تک کہ دوسرے خاوند سے نکاح کرے چنانچہ قرآن حکیم
میں ہے فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتیٰ تنکح زوجاً غیرہ۔
جب تین واقع ہوگئیں تو باقی ستانوے ان سے اس نے آیات اللہ کے ساتھ
مذاق کیا یعنی وہ شخص گناہ گار ہوگا اور طلاقیں باقی لغو جائیں گی۔ مؤطا امام
مالک علیہ الرحمۃ میں ہے مالک انہ بلغہ ان رجلاً قال لابن عباس
انی طلقت امرأتی مائۃ تطلیقۃ فماذا تری فقال لہ ابن عباس
طلقت منک بثلث وسبع وتسعون اتخذت بہا آیات ھزوا۔
(موطا امام مالک کتاب الطلاق ص۵۱۰، کتاب الطلاق بیہقی شریف ص ۳۳۱/۳۳۲
جلد ۷ اسی میں ہے (موطا امام مالک) مالک انہ بلغہ ان رجلاً جاء
الی عبداللہ بن مسعود فقال انی طلقت امرأتی بمائتی تطلیقات فقال
ابن مسعود فماذا قیل لک قال قیل لی انہا بانت منی فقال ابن مسعود
صدقوا۔ الحدیث، ص ۵۱۰/۵۱۱، بیہقی شریف کتاب الطلاق ص۳۳۲، جلد ۷۔
عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فی رجل طلق امرأتہ الفا قال اما ثلث
فتحرم علیک امرأتک وبقیتھن علیک وزرا اتخذت آیات اللہ ھزواً
اس شخص کے بارے میں جس نے اپنی زوجہ کو ہزار طلاق دی، فرمایا تین طلاقیں
تیری بیوی کو تجھ پر حرام کر دیں گی اور باقی تجھ پر وزر (بوجھ) ہیں ان کو کہہ کر تو نے
اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ مذاق کیا ہے (اللھم احفظنا من شر الدنیا والآخرۃ)
دریں صورت ایسی عورت اپنے خاوند سے مصالحت نہیں کرسکتی ہے۔
اب یہ حرام ہوچکی۔ اب ان کا آپس میں زن وشوئی کے تعلقات بحال رکھنا حرام
اور زنا ہوگا۔ اب ان کے مابین مجالست ومؤاکلت ومشاربت، مجامعت،

مباشرت، معانقت، مؤانست حرام ہے۔
فرقہ وہابیہ اہل حدیث غیر مقلدین کو یہ احادیث پڑھ کر ہوش آنی چاہیئے کہ
جب یکبار سو طلاقوں میں سے تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ یکبار دو سو طلاقوں
میں سے تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں یکبار ہزار طلاقوں میں سے تین طلاقیں واقع
ہو جاتی ہیں تو تین طلاقیں یکبار دینے سے تین ہی کیوں واقع نہیں ہوسکتیں؟
پھر فتویٰ بھی حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ہے سو طلاقوں میں
سے، اور ایک ہزار طلاقوں کے بارے میں، کہ تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی اور باقی آیات
اللہ کے ساتھ مذاق ہے (معاذ اللہ) فقط ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب۔

سوال۔ اگر عورت کو سو بار طلاق کہا جائے تو طلاق ایک بار ہوگی یا تین
طلاقیں ہوں گی ساتھ ہی آیات لکھیں۔

السائل حاجی مشتاق احمد قادری امام صاحب
مسجد غوثیہ اندرون کوٹ اعظم خاں قصور۔

الجواب وھوالموفق للصواب۔

اَللّٰھُمَّ رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا۔ صورت مسئولہ میں اگر کسی نے اپنی زوجہ
کو ایک سَو طلاقیں دیں تو شرعاً تین طلاقیں اُن میں سے واقع ہوئیں اب یہ اپنے
خاوند پر حلال نہیں یہاں تک کہ دوسرے خاوند سے نکاح کرے چنانچہ قرآن حکیم
میں ہے فَاِنْ طَلَّقَھَا فَلَا تَحِلُّ لَہٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجًا غَیْرَہٗ
جب تین واقع ہوگئیں تو باقی ستانوے اِن سے اُس نے آیات اللہ کے ساتھ
مذاق کیا یعنی وہ شخص گناہ گار ہوگا اور طلاقیں باقی لغو جائیں گی۔
مؤطا امام مالک علیہ الرحمۃ میں ہے۔ مالک انہ بلغہ ان رجلاً
قال لابن عباس انی طلقتُ امرأتی مائۃ تطلیقۃ فماذا تری فقال
لہ ابن عباس طلقت منک بثلث وسبع وتسعون اتخذت
بہا آیات اللہ ھزوا۔ (موطا مالک کتاب الطلاق ص۵۱۰)

کتاب الطلاق بیہقی شریف ص ۳۳۱/۳۳۲ جلد ۷، اس میں ہے (موطا امام مالک)
مالک انہ بلغہ ان رجلاً جاء الی عبد اللہ بن مسعود فقال انی
طلقت امرأتی بمائتہ تطلیقات فقال ابن مسعود فماذا قیل
لک قال قیل لی انہا بانت منی فقال ابن مسعود صدقوا الحدیث ص ۱۱۵
بیہقی شریف کتاب الطلاق ص ۳۳۲ جلد ۷، عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ
عنہما فی رجل طلق امرأتہ الفا قال اما ثلث فتحرم علیک امرأتک
وبقیتہن علیک وزراً اتخذت ایات اللہ ھزواً۔ اس شخص
کے بارے میں جس نے اپنی زوجہ کو ہزار طلاق دی فرمایا تین طلاقیں تیری بیوی
کو تجھ پر حرام کردیں گی اور باقی تجھ پر وزر (بوجھ) ہیں ان کو کہہ کہ تو نے اللہ تعالیٰ
کی آیات کے ساتھ مذاق کیا ہے (اللھم احفظنا من شر الدنیا والآخرۃ)

دریں صورت ایسی عورت اپنے خاوند سے مصالحت نہیں کرسکتی ہے۔ اب
یہ حرام ہوچکی ہے۔ ان کا آپس میں زن وشوئی کے تعلقات بحال رکھنا حرام اور زنا
ہوگا۔ اب ان کے مابین مجالست ومؤاکلت ومشاربت، مجامعت، مباشرت
معانقت، مؤانست حرام ہے۔

فرقہ وہابیہ اہل حدیث غیر مقلدین کو یہ احادیث پڑھ کر ہوش آنی چاہیئے کہ
جب یکبار سو طلاقوں میں سے تین طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں یکبار دو سو طلاقوں
میں سے تین طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں یکبار ہزار طلاقوں میں سے تین طلاقیں
واقع ہوجاتی ہیں تو تین طلاقیں یکبار دینے سے تین ہی کیوں واقع نہیں ہوسکتیں۔

پھر فتویٰ بھی حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ہے سو طلاقوں
میں سے اور ایک ہزار طلاقوں کے بارے میں کہ تین طلاقیں واقع ہوجائیں
گی اور باقی آیات اللہ کے ساتھ مذاق ہے (معاذ اللہ) فقط ھذا ما عندی
واللہ اعلم بالصواب۔

فقیر ابو العلا محمد عبد اللہ قادری اشرفی رضوی قصور پاکستان۔

اشد غضب علی من قال لا طلاق فی الغضب

غصہ میں دی گئی طلاق ہو جاتی ہے

استاذ الاساتذہ مفتی اعظم پاکستان

محمد عبد العلیم سیالوی

شیخ الحدیث والفقہ جامعہ غوثیہ رضویہ جامعہ نعیمیہ لاہور

ناشر

جامعہ غوثیہ رضویہ مین مارکیٹ گلبرگ III لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولای صل وسلم دائما ابدا علی حبیبک خیر الخلق کلهم

نام کتاب	غصہ میں دی گئی طلاق ہو جاتی ہے
مؤلف	شیخ الفقہ والحدیث مفتی محمد عبد العلیم سیالوی
ٹائٹل	حافظ اللہ بخش حیدر
کمپوزنگ	حافظ اللہ بخش حیدر
ناشر	جامعہ غوثیہ رضویہ مین مارکیٹ گلبرگ III لاہور
اشاعت اول	جنوری 2007ء
قیمت:	

ملنے کا پتہ

جامعہ غوثیہ رضویہ مین مارکیٹ گلبرگ III لاہور 5020087-5760479

جامع مسجد نصرت الاسلام ۲۸ بازار لاہور کینٹ 0321.4353320

جامعہ نعیمیہ علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور 6306592

❁❁❁❁❁❁
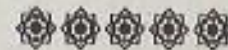
انتساب

میں اپنی اس کاوش کو امام الائمہ سراج الامۃ

امام اعظم ابو حنیفة رضی اللہ عنہ

کے نام کرتا ہوں جن کی فقہی کاوشوں نے لاینحل مسائل کو قابل حل بنایا اور امت کے لئے رحمتوں کا تحفہ عطا فرمایا۔

بعد ازاں اپنے جمیع اساتذہ کے نام خصوصا استاذی المکرم

استاذ الاساتذہ مفتی اعظم پاکستان

علامہ ابوالبرکات سید احمد علیہ الرحمہ

"بانی دار العلوم حزب الاحناف لاہور"

جن کی نظر کرم نے مسائل فقہیہ کو سمجھنے کا ذوق عطا کیا۔ اللہ کرے یہ چند سطریں ان بزرگوں کے صدقے اصل مسئلہ کو سمجھنے اور حقائق کو جاننے کا باعث بنیں!

آمین ثم آمین

بحرمت رسولہ الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

طالب دعا! محمد عبد العلیم سیالوی

❁❁❁❁❁❁

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کچھ مؤلف کے بارے میں

ڈاکٹر سلیمان قادری

دور حاضر کے عظیم اسلامی مفکر، معلم، مدرس، شیخ الحدیث والفقہ حضرت علامہ مولانا الحاج مفتی محمد عبدالعلیم سیالوی دامت برکاتہم العالیہ علمائے اہل سنت میں ممتاز مقام رکھتے ہیں آپ نے شعبہ تعلیم و تدریس سے پورا پورا انصاف کیا اپنی خدمات اتنی دلجمعی، لگن، محبت، اور عشق سے سرانجام دیں کہ اپنے آپ کو ان میں فنا کر لیا علالت کے باوجود کامل سرشاری سے خدمتِ دین میں پیہم مصروف ہیں۔ میں حضرت قبلہ استاد گرامی مفتی صاحب کا ایک ادنی شاگرد ہوں اور مجھے آپ کی شاگردی پر ناز ہے تقریباً گزشتہ بارہ سال سے مفتی صاحب کے زیر عاطفت زندگی بسر کر رہا ہوں۔ اس عرصہ میں مفتی صاحب قبلہ کی بے شمار علمی اور عملی خدمات اور ان کی شہرت کی تابناک جھلکیاں میرے مشاہدے میں آئیں۔

مختلف علمی موضوعات پر ان کے مذاکرات اور متعدد مقامات پر ان کی تقاریر سننے کا موقعہ ملا بے شمار خوبیوں سے اللہ تعالی نے ہمارے استاد گرامی کو نوازا ہے میں نے ہر موقعہ پر ان کی شخصیت کا مطالعہ کیا۔ اس تمام مشاہدہ اور مطالعہ کی داستان تو بہت طویل ہے اختصار کے ساتھ اس داستان کی چند سرخیاں قارئین کے پیش خدمت ہیں۔

ابتدائی حالات:

حضرت علامہ مفتی الحاج محمد عبدالعلیم سیالوی بن عبدالکریم دامت برکاتہم العالیہ 1938ء میں بمقام بابو پور افغاناں تحصیل وضلع گورداس پور انڈیا (بھارت) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے چچا حضرت علامہ مولانا حکیم حافظ عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ۔ طبیہ کالج دہلی کے فاضل تھے اور قطب وقت شیخ الحدیث مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ انہیں کی خواہش کے مطابق 1954ء میں حزب الاحناف (لاہور) میں آپ نے داخلہ لیا۔

ابتدائی تعلیم:

پرائمری تک آپ نے اپنے گاؤں بارہ منگا مینگوی نورکوٹ میں حاصل کر لی تھی۔ قیامِ پاکستان کے وقت اپنے اہل خانہ کے ہمراہ شکر گڑھ ضلع نارووال سیالکوٹ تشریف لائے۔ اپنے چچا کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے 1954ء میں حزب الاحناف میں داخلہ لیا دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ میٹرک کا امتحان لاہور بورڈ سے پاس کیا۔ 1956ء میں جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ کی جب بنیاد رکھی گئی تو آپ نے اس کے ساتھ اونچی مسجد میں خطابت کے فرائض سرانجام دینے شروع کیے اور ساتھ شیخ الحدیث حضرت علامہ غلام رسول رضوی رحمۃ اللہ علیہ سے سلم العلوم، ملا حسن، میر زاہد، ملا جلال، وغیرہ کتب پڑھیں۔ آپ کے اساتذہ کرام میں ان علماء عظام کے نام نمایاں دکھائی دیتے ہیں۔

شیخ الحدیث علامہ غلام رسول رضوی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الحدیث مولانا محمد مہر دین جماعتی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد علی شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا خدا بخش وانچھری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید منور علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، 1961ء میں دوبارہ حزب الاحناف میں داخلہ لیکر سید ابوالبرکات رحمۃ اللہ علیہ سے دورہ حدیث کیا اور فتاوی نویسی سیکھی آپ فتوی لکھ کر سید ابوالبرکات رحمۃ اللہ علیہ سے تصحیح کروادیا کرتے تھے۔ گویا کہ دو سال تک فتاوی نویسی کی تربیت مفتی اعظم پاکستان سید ابوالبرکات رحمۃ اللہ علیہ نے کی۔ 1963ء میں آپ کی دستار بندی ہوئی۔

زمانہ تدریس:

1966ء تک مختلف دینی مدارس میں طلباء کو فیض یاب کرتے رہے۔

1966ء میں اہل سنت کی عظیم بین الاقوامی یونیورسٹی جامعہ نعیمیہ میں آپ نے پڑھانا شروع کیا اور مختلف موضوعات پر ہزاروں فتاویٰ جات عقلی نقلی دلائل کے ساتھ لکھے جن کی بدولت خواص کیا عوام بھی آپ سے مستفید ہوئے اور تاہایں وقت ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو عمر خضر عطا فرمائے آپ باصحت وعافیت ہماری راہنمائی فرماتے رہیں۔ (آمین)

آپ کے تلامذہ:

1966ء سے لے کر اس وقت یعنی 10/01/2007 تک جتنے علماء وفضلاء جامعہ نعیمیہ سے فارغ ہوئے وہ سینکڑوں کی تعداد میں نہیں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں اندرون و بیرون ملک دین اسلام کی سربلندی کے لئے کام کر رہے ہیں ان سب کے ناموں کی فہرست تو بہت طویل ہے چند مشہور علماء جن کو آپ کی شاگردی کا شرف حاصل ہے۔ ان کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

۱حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی سرفراز احمد نعیمی صاحب مہتمم جامعہ نعیمیہ لاہور، ۲حضرت علامہ مولانا مفتی محمد انور القادری صاحب مدظلہ شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ لاہور، ۳استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مولانا نصیر الدین چشتی گولڑوی ناظم تعلیمات جامعہ نعیمیہ لاہور، ۴حضرت علامہ مولانا مفتی کریم خان صاحب ڈسٹرکٹ خطیب محکمہ اوقاف، ۵حضرت علامہ مولانا ڈاکٹر محمد عارف نعیمی ناظم جامعہ نعیمیہ للبنات چائنہ سکیم لاہور، ۶حضرت علامہ مولانا اصغر شاکر صاحب ناظم اعلیٰ جامعہ غوثیہ رضویہ گلبرگ لاہور، ۷حضرت سید جمیل الرحمان شاہ صاحب، ۸حضرت مولانا یوسف جمیل صاحب مدرس جامعہ نعیمیہ رضویہ لاہور، ۹حضرت مولانا فضل دین صاحب (مرحوم) رحمۃ اللہ علیہ سابق مدرس ضیاء العلوم راولپنڈی، ۱۰حضرت علامہ مولانا مفتی بشیر احمد نقشبندی صاحب مہتمم ادارہ تعلیمات قرآن گھوڑے شاہ لاہور، ان کے علاوہ علماء وفضلاء جن کو آپ کا شاگرد ہونے پر ناز ہے اور آپ کے زیر سایہ جامعہ نعیمیہ میں تدریس اور فتاویٰ نویسی کا کام سرانجام دے رہے ہیں۔ ان کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

۱ راقم مفتی ڈاکٹر محمد سلیمان قادری، ۲علامہ مفتی حافظ محمد عمران بسرا صاحب مفتی جامعہ نعیمیہ، ۳مفتی مولانا امام علی مدرس جامعہ نعیمیہ لاہور، ۴مولانا نواز خان نظامی، ۵علامہ مولانا مفتی محمد ہاشم صاحب، ۶مولانا محمد ارشاد صاحب، ۷علامہ مولانا مفتی سید سجاد حسین شاہ صاحب، ۸مولانا حافظ غلام مرتضیٰ صاحب، ۹صاحبزادہ علامہ مولانا کلیم فاروقی صاحب، ۱۰علامہ مولانا مفتی محبوب احمد شرقپوری صاحب، ۱۱علامہ مولانا مفتی محمد حبیب قادری صاحب، ۱۲علامہ محمد ضیاء اللہ نورانی صاحب آپ کے تلامذہ کی یہ فہرست وہ لکھی ہے جو میرے ذہن میں ہے آپ کے تلامذہ کا انحصار صرف اس پر نہیں ہے۔

1966ء سے لے کر 2007ء تقریباً اکتالیس سال کے عرصہ میں جتنے بھی جامعہ نعیمیہ سے اور اس کی شاخوں سے طلباء وعلماء وفضلاء ہوئے ہیں سب کو کسی نہ کسی طریقے سے آپ کے شاگرد ہونے کا شرف حاصل ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ استاد گرامی کو صحت وتندرستی عطا فرمائے ان کا سایہ عاطفت تادیر ہمارے سروں پر قائم ودائم رکھے۔ آمین ثم آمین!

طالب دعا

محمد سلیمان قادری

مدرس جامعہ نعیمیہ لاہور

خطیب مسجد غوثیہ طیبہ غازی پارک نیو شاد باغ لاہور

پیش لفظ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰنَا سَوَاءَ الطَّرِیْقِ وَجَعَلَ لَنَا التَّوْفِیْقَ خَیْرَ رَفِیْقٍ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ۔

تدریسی مشاغل کی وجہ سے فرصت نہ ہونے اس پر مستزاد علالت نے بے بس سا بنا رکھا ہے۔ مفتی غلام سرور صاحب کا لکھا ایک کتابچہ ''شدید غصہ میں دی گئی طلاق کا شرعی حکم'' کا تذکرہ طلباء اور ساتھیوں نے کیا۔ جامعہ نعیمیہ میں سالانہ کتب کی نمائش لگی تو ایک جواں سال ساتھی خلیل قادری نے کتاب لا کر تھما دی اور پھر جو ملتا یہی کہتا اس پر لکھیں اور مسئلہ کو ضرور ظاہر فرمائیں۔

میں نے اس اصرار پر علماء و طلباء سے عرض کیا میرا لکھا ہوا مسئلہ فتویٰ کی صورت میں آ چکا ہے کہ غصہ میں دی ہوئی طلاق ہو جاتی ہے اور پھر اپنی علالت ان کے سامنے رکھی اس پر مزید اصرار یہ ہوا کہ مفتی صاحب نے کچھ ادلہ لکھے ہیں ان کا جواب ضروری ہے، تسلی تشفی تبھی ہو گی جب رسالہ کی صورت میں مسئلہ سامنے آئے گا، میرے لئے ان کے حکم کو ٹالنا مشکل ہو گیا اور پھر میں احباب کے ارشاد پر اپنے آپ کو ذہنی طور پر تیار کرنے لگا، انہی دنوں میرے ساتھ یہ حادثہ پیش آیا کہ ٹانگ کا عصب (پٹھہ) شدید تکلیف کا شکار ہو گیا حتی کہ میرے لئے طلباء کے تدریسی مشاغل کے لئے جامعہ غوثیہ رضویہ مین مارکیٹ گلبرگ III لاہور اور جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور پہنچنا بھی مشکل ہو گیا۔

وقت اطباء کے پاس آنے جانے میں گزرنے لگا، جو گھر پر وقت ملتا وہ گزارنا

مشکل ہوا۔ تو ایک ایسی تاریخ کو جو مدتوں بعد آتی ہے 7/8/06 کو اصل مسئلہ لکھنا شروع کیا۔ اللہ جانتا ہے کہ صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ علیہ وسلم کی رضا اور عوام الناس کا مغالطہ دور کرنے کے لئے میں نے یہ قلم اٹھایا، اور ادلہ لکھے تاکہ مسئلہ کی اصل نوعیت علماء کے ہاں اجاگر ہو جائے اور وہ گمراہی سے بچ سکیں۔ ایک کہاوت کبھی نہ بھولنا (جو شخص اپنی عظمت کا ڈھول بجاتا ہے وہ ڈھول کی طرح اندر سے خالی ہوتا ہے) اپنے مزاج کے اعتبار سے میں اپنے امام کے خلاف کوئی بات سننے کا روادار (گوارا) نہیں یہ میری کمزوری ہے۔ میں نے جب سے حضور سیدی علی بن عثمان داتا گنج بخش علیہ الرحمہ کا امام صاحب کے بارے ارشاد پڑھا کہ خواب میں ضعیف و ناتواں کو سرکار دو عالم ﷺ نے بچوں کی طرح گود میں اٹھا رکھا تھا، جن کا تعارف سرکار دو عالم ﷺ نے خود کروایا کہ یہ تیرے ملک و مسلمانوں کے امام ابو حنیفہ ہیں۔ داتا صاحب فرماتے ہیں جس سے میں نے نتیجہ اخذ کیا کہ امام اگر اپنے پاؤں پر چل رہے ہوتے تو میں سمجھتا کہ ٹھوکر لگنا ممکن مگر جب سرکار دو عالم ﷺ کے قدموں پر چلتے دیکھا تو سمجھا کہ امام کا ہر قول منشاء مصطفوی کے عین مطابق ہے۔ مجھے اس کے بعد کسی کا کوئی قول امام کے خلاف نشتر کی طرح لگتا ہے

غصہ میں دی گئی طلاق کا نہ ہونا حنبلیوں میں سے بعض کا مسلک وہ بھی ابن قیم کا۔ امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ اور امام کے جمیع مقلدین کا مسلک یہی ہے کہ شدید غصہ میں دی گئی طلاق ہو جاتی ہے۔ اصل مسئلہ کو پیش نظر رکھیں الحمد للہ دستیاب ذرائع سے میں نے پوری کوشش کی ہے کہ مسئلہ کا ہر پہلو اجاگر ہو جائے۔

میں ان تمام ساتھیوں کا تہہ دل سے ممنون ہوں جنہوں نے مسئلہ کے لئے تحریک پیش کی معاونت فرمائی جن میں بالخصوص مولانا محمد اصغر شاکر ناظم اعلیٰ جامعہ غوثیہ رضویہ گلبرگ۔ مولانا محمد حبیب ناظم المرکز اسلامی شاد باغ۔ حضرت مولانا محمد نواز خان

مدرس جامعہ نعیمیہ لاہور۔ حضرت مولانا کریم خان و دیگر احباب۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

محمد عبد العلیم سیالوی

خادم العلماء

❁❁❁❁❁

احوالِ واقعی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي هَدٰنَا سَوَاءَ الطَّرِيْقِ وَجَعَلَ لَنَا التَّوْفِيْقَ خَيْرَ رَفِيْقٍ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ اَرْسَلَهٗ هُدًى وَهُوَ بِالْاِقْتِدَاءِ حَقِيْقٌ وَ عَلٰى اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَ عُلَمَاءِ اُمَّتِهٖ خُصُوْصًا الْاَئِمَّةِ الْمُجْتَهِدِيْنَ الَّذِيْنَ اَسَّسُوا الْقَوَاعِدَ لِتَخْرِيْجِ لِفُرُوْعِ الدِّيْنِ خُصُوْصًا مِنْهُمْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَ اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ۔

امابعد: آج کے اس پُر فتن دور میں جبکہ دین سے دوری عروج پر ہے، حلال وحرام کا امتیاز اٹھتا جا رہا ہے، وقوعِ قیامت سے پہلے فتن کی علامات کثرت سے ظاہر ہونے لگیں ہیں، کاسیات عاریات کے مناظر ہر جگہ اور ہر لحہ سامنے آ رہے ہیں اور اس علامت کا ظہور ہونے لگا ہے جسے امام بخاری اور امام مسلم اپنی اپنی کتب میں تذکرہ کرتے ہوئے حدیث شریف لکھی۔

حَدَّثَنَا اَنَسُ ابْنُ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ اَنْ يُّرْفَعَ الْعِلْمُ وَيَثْبُتَ الْجَهْلُ وَ يُشْرَبَ الْخَمْرُ وَيَظْهَرَ الزِّنَاءُ۔ (۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا

(۱) صحیح المسلم، کتاب العلم، رقم الحدیث (۲۷۲۶۔ ۲۷۲۷) مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت الطبعۃ التاسعۃ ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۳ء۔ صحیح البخاری، کتاب العلم رقم الحدیث (۸۰۔۸۱) کتاب النکاح، رقم الحدیث (۵۲۳۱) کتاب الأشربۃ، اگلے صفحہ پر

ارشاد ہوا علامات قیامت میں سے یہ ہے کہ علم کو اٹھالیا جائے گا، جہل عام ہو جائے گا، لوگ کثرت سے شراب نوشی کریں گے اور زنا عام ہوگا بخاری اور مسلم کے حوالہ سے ایک اور حدیث شریف ملاحظہ فرمائیں:

عَنْ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ إِنَّ اللّٰهَ لَايَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعاً يَنْتَزِعُهُ مِنَ النَّاسِ وَلٰكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتّٰى إِذَا لَمْ يَتْرُكْ عَالِمًا اِتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُسًا جُهَّالاً فَسُئِلُوْا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا وَ أَضَلُّوْا۔ (۱)

حضرت عروۃ اپنے والد گرامی سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے

رقم الحديث (۵۵۷۷) كتاب المحاربين من أهل الكفر والردة رقم الحديث (۶۸۰۸) دار الفكر بيروت، سنن الترمذى، كتاب الفتن، رقم الحديث (۲۲۰۵) دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۱ھ، ۲۰۰۰ء۔ سنن ابن ماجه، كتاب الفتن، رقم الحديث (۴۰۴۵) مطبوعه دار المعرفة بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۹ھ، ۱۹۹۸ء۔ مسند امام احمد، رقم الحديث (۱۲۵۲۷) مطبوعه موسسة الرسالة بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۰ھ، ۱۹۹۹ء هجرى۔۔

(۱) صحيح المسلم كتاب العلم، رقم الحديث (۶۷۳۷۔۶۷۳۸۔۶۷۳۹۔۶۷۴۰)۔ صحيح البخارى كتاب العلم، رقم الحديث (۱۰۰) كتاب الأعتصام بالكتاب والسنة رقم الحديث (۷۳۰۷)۔ سنن الترمذى كتاب العلم، رقم الحديث (۲۶۵۲)۔ سنن ابن ماجه، المقدمة (۵۲)۔ مسند امام احمد، رقم الحديث (۶۵۱۱۔۶۷۸۷)۔ سنن الدارمى المقدمه، رقم الحديث (۲۴۵)۔۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ علم کو لوگوں کے سینوں سے سلب نہیں کرے گا بلکہ علم کو علماء (ربانی) کے اٹھا لینے سے قبض فرمائے گا، یہاں تک کہ جب کوئی عالم باقی نہ رہے گا، لوگ جاہلوں کو اپنا مذہبی سربراہ بنالیں گے وہ بغیر علم کے لوگوں کو فتویٰ دیں گے خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

علامہ بدرالدین عینی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ مِنْ بَيْنَ النَّاسِ عَلٰى سَبِيْلِ أَنْ يَرْفَعَهُ مِنْ بَيْنِهِمْ إِلَى السَّمَاءِ أَوْ يَمْحُوَ مِنْ صُدُوْرِهِمْ بَلْ يَقْبِضُهُ بِقَبْضِ أَرْوَاحِ الْعُلَمَاءِ وَ مَوْتِ حَمَلِهِ۔ (۱)

یعنی علم کا اٹھایا جانا علماء کی ارواح کو قبض کرنے اور حاملین علم کو موت سے ہم کنار کرنے سے ہوگا۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور طبرانی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد حجۃ الوداع کے موقعہ پر تھا۔ امام بخاریؒ نے معنی بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''وہ جاہل علماء اپنی رائے سے فتویٰ دیں گے الفاظ یہ ہیں:

''فَيُفْتُوْنَ بِرَأْيِهِمْ '' (۲)

جهل بسیط کی تعریف:

اَلْمُرَادُ مِنَ الْجَهْلِ الْبَسِيْطِ وَ هُوَ عَدَمُ الْعِلْمِ بِالشَّيْءِ لَا

---

(۱) الشيخ علامه بدرالدين عينى المتوفى ۸۵۵ھ۔۔ (۲) فتح البارى شرح صحيح بخارى جلد: ۱ صفحه: ۲۴۰ الشيخ ابن حجر عسقلانى۔۔

مَعَ اعْتِقَادِ وَ الْعِلْمِ بِهِ۔(۱)

جہل بسیط میں تو علم ہی نہیں ہوتا جہل مرکب علم کے ہوتے ہوئے پھر انکار جہل مرکب ہے۔

ماضی قریب میں بہت سے علماء ربانی جو مرجع خلائق تھے، اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے، شیخ الاسلام والمسلمین خواجہ قمر الدین سیالوی، الشیخ علامہ ابوالبرکات سید احمد بانی حزب الاحناف، شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی، شیخ الاسلام استاذ الاساتذہ مولانا عطاء محمد بندیالوی، الحضرت العلام غزالی دوراں حضرت مولانا احمد سعید کاظمی، شیخ الحدیث والقرآن استاذ الاساتذہ مولانا سردار احمد صاحب محدث فیصل آباد، علامہ ابوالحسنات، مولانا غلام محمد ترنم استاذی المکرم مولانا غلام رسول رضوی، حافظ الحدیث حضرت علامہ سید جلال الدین بھی شریف رحمہم اللہ اور انہیں احباب جیسے درجنوں مدرسین ومفتیانِ عظام داغ مفارقت دے گئے۔ جن سے لوگ اپنی دینی گتھیاں سلجھاتے تھے۔ خواجہء خواجگان کا طلاق ثلثہ کے مسئلہ پر مفسر قرآن پیر کرم شاہ صاحب کی رہنمائی فرمانا مثلاً:

آج کی صورت حال کے بارے میں الشیخ محمود زاہد الکوثری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ المتوفی ۱۳۷۱ھ تحریر فرماتے ہیں کہ:

"لوگوں کا ایک چھوٹا سا نیا گروہ اور فرقہ ایسا پیدا ہوا ہے جو معروف کا انکار کرنے اور منکرات کو پھیلانے میں لذت محسوس کرتا ہے اور اسلاف کا سلف سے خلف تک جو طریقہ متوارث اور معقول چلا آرہا ہے اس کے برعکس چلتا ہے اور جمہور اہلِ اسلام کی مخالفت کرنے کو اپنا

(۱) عمدۃ القاری شرح بخاری جلد ۲۱ صفحہ ۳۲ للشیخ علامہ بدرالدین عینی المتوفی ۸۵۵ھ۔

مقصد حیات بنائے ہوئے ہے اور یہ خود ساختہ نام نہاد مجتہد کہلوانے والے اور جدت پسند مسلمانوں کے درمیان اضطراب، انتشار اور "انارکی" پیدا کر کے فتنہ پھیلانے میں کوشاں رہتے ہیں اور اس پر مستزاد یہ کہ خود کو دانشور کہلاتے ہیں اور اپنے آپ کو عقل کل سمجھتے ہیں بالکل خارجیوں کے قدم بقدم چلنے والے جن کا شیوہ جھوٹ کو فروغ دینا اور حقیر اور معمولی کام کو بڑھا کر پیش کرنا اور معمولی کام کو بڑا کارنامہ سمجھ بیٹھنا اور بڑے امور کو کوئی اہمیت نہ دینا اور پس پشت ڈال دینا اور یہ ٹولہ بھی یہی کرتا ہے۔"(۱)

(ترجمہ وتلخیص)

غور کیجئے! جمہور کا خلاف کہ "غصہ کی حالت میں دی گئی طلاق ہوتی ہی نہیں" کا قول کرنا پھر ﴿لَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾ والی خاتون کو شوہر کے ساتھ بھیج دینا کیا عمر بھر کے لیے ترویج بدکاری نہیں؟ اور "فضلوا واضلوا" کے زمرہ میں قدم رکھنا نہیں ہے؟ غصہ میں دی گئی طلاق کیا واقعی نہیں ہوتی؟ اس کی تفصیل اور لاہور کے ایک مفتی صاحب کی لکھی گئی کتاب جو تضادات کا مجموعہ اور اہل سنت کو بدنام کرنے کی ایک سازش کے سوا اور کچھ نہیں۔

تفصیل میں جانے سے پہلے چند "ضروری امور" کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

ہوائے نفس کیا ھے؟:

قاعدہ نمبر:۱

ایسا شخص جو اپنے آپ کو حنفی اور مقلد کہتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ اپنے

(۱) المقامات الکوثری صفحہ: ۱۷۰ تا ۱۷۳۔

آئمہ احناف کے دامن کو تھامے اور ان کے اقوال کو جزئیات فقہیہ میں اپنائے کبھی کسی امام کے قول کو ترجیح دینا اور کبھی کسی دوسرے کے پیچھے چل دینا یہ ہوائے نفس ہے اور حرام ہے اس کو تلفیق کا نام دیا گیا ہے۔

"فتح المبین فی رد ظفر المبین" میں ذکر کیا گیا ہے کہ:

''جس حدیث میں بظاہر اپنا مطلب نکل آیا اس کو اپنا معمول ٹھہرایا دین کو بازیچہ اطفال بنایا، کبھی اتباع شافعیہ ایک شی کو حرام جانا اور کبھی بتوافق حنفیہ کے اس کو حلال کر دیا اور کبھی کسی کو جائز کیا اور کبھی ناجائز قرار دے دیا، قرآن مجید سے پتہ چلتا ہے کہ کافروں کا بھی یہی طریقہ تھا جس پر حق تعالیٰ نے آیہ طیبہ میں ان کا تذکرہ کیا۔

﴿وَ یُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّ یُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا﴾

یعنی ایک سال اپنی خواہش کے مطابق کسی شی کو حلال قرار دے لیتے ہیں اور دوسرے سال اسی کو حرام بنا لیتے ہیں۔ اسی صورت خلط کو تلفیق کہتے ہیں اور ''اسی اوپر ذکر کی گئی آیہ طیبہ'' سے تلفیق کا حرام ہونا ظاہر ہے۔ اسی لیے علماء نے تقلید شخصی کو واجب قرار دیا ہے تا کہ تلفیق نہ رہے۔''

تلفیق کی تعریف:

"اَلتَّلْفِیْقُ هُوَ تَتَبُّعُ الرُّخَصِ عَنْ هَوًی"

''خواہشات کے پیش نظر رخصت کا متلاشی ہونا''

امام الائمہ ملا علی قاری رحمہ الباری تحریر فرماتے ہیں کہ:

"هَلْ یَجِبُ حَتْمًا اَنْ یُعَیِّنَ مَذْهَبًا مِّنْ هٰذَا الْمَذَاهِبِ اِمَّا

مَذْهَبُ الشَّافِعِیِّ فِیْ جَمِیْعِ الْوَقَائِعِ وَالْفُرُوْعِ وَ اِمَّا مَذْهَبُ مَالِكٍ وَ اِمَّا مَذْهَبُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَ غَیْرِهِمْ (رَحِمَهُمُ اللّٰهُ عَلَیْهِم) وَ لَیْسَ لَهٗ اَنْ یَّنْتَحِلَ مِنْ مَذْهَبِ الشَّافِعِیِّ فِی الْبَعْضِ بِفَهْوَاهُ وَ مِنْ مَذْهَبِ غَیْرِهٖ فِی الْبَاقِیْ مَا یَرْضَاهُ لِاَنَّا لَوْ جَوَّزْنَا ذٰلِكَ لَاَدّٰی اِلَی الْخَبْطِ وَالْخُرُوْجِ عَنِ الضَّبْطِ وَ حَاصِلُهٗ یَرْجِعُ اِلٰی نَفْیِ التَّكْلِیْفِ لِاَنَّ مَذْهَبَ الشَّافِعِیِّ اِذَا اقْتَضٰی بِتَحْرِیْمِ شَیْءٍ وَ مَذْهَبُ غَیْرِهٖ اِبَاحَةَ ذٰلِكَ الشَّیْءِ بِعَیْنِهٖ اَوْ عَلَی الْعَكْسِ فَهُوَ اِنْ شَاءَ مَالَ اِلَی الْحَلَالِ وَ اِنْ شَاءَ مَالَ اِلَی الْحَرَامِ فَلَا یَتَحَقَّقُ الْحِلَّةُ وَ الْحُرْمَةُ وَ ذٰلِكَ بَاطِلٌ بِالْاِجْمَاعِ لِاَنَّ حِفْظَ الدِّیْنِ وَاجِبٌ وَ ذٰلِكَ مَا یَحْصُلُ اِلَّا بِهٖ فَیَكُوْنُ وَاجِبًا لِاَنَّ مُقَدَّمَةَ الْوَاجِبِ وَاجِبٌ بِالْاِجْمَاعِ فَثَبَتَ اَنَّ التَّقْلِیْدَ الْمَذْهَبَ الْوَاحِدَ وَاجِبٌ۔"(۱)

یعنی مذاہب اربعہ سے ایک مذہب کی تقلید کا اختیار کرنا واجب ہے مثلاً امام شافعی کی تقلید ہو تو تمام مسائل میں امام مالک کی تقلید ہو تو بھی جمیع مسائل اور اصول و فروع میں اور اگر امام ابو حنیفہ کی تقلید ہو تو بھی جمیع مسائل میں علیٰ ہذا القیاس یہ کسی کے لیے جائز نہیں کہ بعض مسائل شافعیہ کو حسب خواہش اپنا لے اور بعض مسائل حنفیہ کو اپنی مرضی کے موافق اختیار کر لے۔ یہ اس لیے کہ اگر یہ جائز ہو جائے تو شرعی امور کا مکلف ہونا ختم

(۱) فتح المبین فی رد ظفر المبین صفحہ: ۲۲،۲۳،۲۴ مطبوعہ لاہور۔

ہو جائے گا مثلاً مذہب شافعی میں ایک شی حرام ہے تو وہی شی مذہب حنفی میں حلال ہے یا بالعکس اسی طرح شی کی حلت وحرمت جاتی نہ رہے گی اور یہ بالاجماع باطل ہے شرعاً مردود بھی۔اسی لیے دین کی حفاظت اور نگرانی واجب ہے اور یہ بدونِ تعیینِ مذہب حاصل نہیں ہو سکتی اور واجب کا مقدمہ بھی واجب ہوا کرتا ہے۔اس لیے تقلیدِ شخصی واجب ہے۔
اس کی تائید اس حدیثِ انور سے بھی ہوتی ہے۔جسے مسلم شریف کی جلد ثانی میں ذکر کیا ہے:

"عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تعالىٰ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَثَلُ الْمُنَافِقِ كَمَثَلِ الشَّاةِ الْعَائِرَةِ بَيْنَ الْغَنَمَيْنِ تَعِيْرُ إِلىٰ هٰذِهٖ مَرَّةً وَإِلىٰ هٰذِهٖ مَرَّةً۔" (۱)

یعنی عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ منافق کی مثال اس پیاسی بکری کی طرح ہے جو کبھی اس کے پاس جاتی تو کبھی دوسرے کے پاس۔

فتوی کے بارے میں ابن عابدین کی رائے:

تائید الف:

علامہ ابن عابدین علیہ الرحمہ نے شرح عقود رسم مفتی کے صفحہ:۳ پر لکھا:

"وَ كَلَامُ الْقَرَافِي دَالٌّ عَلىٰ اَنَّ الْمُجْتَهِدَ وَالْمُقَلِّدَ لَا يَحِلُّ لَهُمَا الْحُكْمُ وَالْاِفْتَاءُ بِغَيْرِ رَاجِحٍ لِاَنَّهُ اِتِّبَاعُ

(۱) صحیح المسلم کتاب صفات المنافقین رقم الحدیث (٦٩٧٤، ٦٩٧٥) سنن النسائی، کتاب "الایمان رقم الحدیث (٥٠٥٢) مطبوعہ، دار المعرفۃ بیروت الطبعۃ السادسۃ، ١٤٢٢ھ، ٢٠٠١ء۔ مسند امام احمد، رقم الحدیث (٥٠٧٩)۔۔

لِلْهَوىٰ وَهُوَ حَرَامٌ اِجْمَاعاً"۔

پھر صفحہ:۴ پر تحریر فرمایا:

"فَقُلْتُ نَعَمْ اِتِّبَاعُ الْهَوىٰ حَرَامٌ الْمَرْجُوْحُ فِي مُقَابَلَةِ الرَّاجِحِ بِمَنْزِلَةِ الْعَدَمِ"۔

پھر صفحہ:۶ پر لکھا:

"وَ يَحْرُمُ اِتِّبَاعُ الْهَوىٰ وَالشَّهِي وَالْمَيْلُ اِلَى الْمَالِ الَّذِي هُوَ الدَّاهِيَةُ الْكُبْرىٰ وَ الْمَعْصِيَةُ الْعُظْمىٰ"۔

خلاصہ کلام یہ کہ خواہشات کی پیروی مجتہد اور مقلد دونوں کے لیے حرام۔راجح کے مقابلے میں مرجوح کو ترجیح اتباعِ خواہش ہے کیونکہ مرجوح بمنزل نہ ہونے کے ہے۔پھر اگر حصولِ دولت پیش نظر ہو تو یہ عظیم تر گناہ اور معصیتِ عظمیٰ۔

مفتی سید عمیم الدین مجددی کی رائے:

تائید ب:

المفتی السید عمیم الاحسان مجددی اپنی کتاب ادب المفتی میں لکھتے ہیں۔

وَيَنْبَغِي اَنْ لَا يَطْلُبَ بِالْفُتْيَا سِيَادَةً وَلَا رِيَاسَةً وَلَا اِقْبَالَ النَّاسِ عَلَيْهِ وَلَا سَبْيَ قُلُوْبِهِمْ لِجَلْبِ النَّفْعِ مِنْهُمْ وَ كَسْبَ الْجَاهِ عَنْهُمْ بَلْ يَنْوِي حِسْبَةً لِلثَّوَابِ مِنَ اللّٰهِ تَعَالىٰ وَابْتِغَاءً لِمَرْضَاتِهٖ (الخ)۔(۱)

(۱) ادب المفتی صفحہ: ٥٤٥۔۔

یعنی مفتی کے لئے فتویٰ نویسی میں سیادت وقیادت کی طلب پیش نظر ہرگز نہیں ہونی چاہیے۔ اس لئے فتویٰ لکھتا ہے کہ لوگ اس کی طرف متوجہ ہوں اور جلب زر منافع دنیوی مال ودولت کے حصول کے لئے لوگوں کے دلوں کو متوجہ کرے یا پھر کسی عہدے کا طلب گار ہو۔ ایسا ہرگز نہ کرے بلکہ محض اللہ تعالیٰ سے ثواب کی نیت اور رضائے الٰہی کے لیے یہ امور سرانجام دے۔

قاعدہ نمبر: 2

إِذَا اجْتَمَعَ الْحَلَالُ وَالْحَرَامُ أَوِ الْمُحَرِّمُ وَالْمُبِيحُ غَلَبَ الْحَرَامُ وَالْمُحَرِّمُ ۔(۱)

یعنی جب حلال اور حرام جمع ہو جائیں یا ایک حلال کرنے والی شی دوسری حرام قرار دینے والی دلیل تو حرام اور محرم قرار دینے والی شی کو ترجیح ہوگی۔

دو بہنوں سے نکاح کے بارے عثمان غنی ؓ کا فتویٰ:

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا دو بہنوں کو ملک یمین کے طور پر جمع کرنے کو آیہ طیبہ حلال قرار دیتی ہے جبکہ دوسری آیہ مبارکہ حرام قرار دیتی ہے تو آپ نے فرمایا:

"فَالتَّحْرِيمُ أَحَبُّ إِلَيْنَا"

"کہ ہم حرمت کو پسند کرتے ہیں" اس لئے دو بہنوں کو نہ نکاحا جمع کرنا جائز اور نہ ہی ملک یمین (لونڈیوں) کے طور پر وطیا جمع کرنا جائز"(۲)

تائید:

(۱) القواعد الفقہیہ قاعدہ نمبر ۱۴ صفحہ: ۵۵-- (۲) ہدایہ اخرین صفحہ: ۴۴۱--

إِذَا اجْتَمَعَ الْحَلَالُ وَالْحَرَامُ غَلَبَ الْحَرَامُ ۔(۱)

یعنی جب حلال اور حرام کے دلائل جمع ہو جائیں تو حرام کو حلال پر ترجیح ہوگی اور شی کو حرام قرار دیا جائے گا۔ مثلاً سدھایا ہوا شکاری کتا بسم اللہ پڑھ کر شکار پر چھوڑا اس کے ساتھ غیر سدھایا ہوا کتا بھی شریک ہو گیا اور انہوں نے شکار کو دبوچ کر مار دیا تو شکار حرام قرار دیا جائے گا۔(۲)

ایک شخص کی دو بیویاں تھیں اس نے کہا تم دونوں میں سے ایک کو طلاق، جب تک تعین نہ کر دے کہ میری مراد فلاں بیوی ہے دونوں میں سے کسی ایک سے بھی وطی نہیں کر سکتا۔ بیوی ہونا مقتضی حلت وطی ہے اور طلاق دیا جانا حرمت وطی کا متقاضی ہے اس لئے حرمت کو حلت پر ترجیح ہوگی اور وطی جائز نہ ہوگی جب تک تعین نہ کر دے کہ اس کی مراد دونوں میں سے کون سی بیوی ہے(۳)

حدِ شرعی اور طلاق کا اصول:

قاعدہ نمبر: 3

اصول یہ ہے کہ حد کے ٹالنے میں حیلہ کرنا چاہیے اور طلاق میں احتیاط یہ ہے کہ وقوع کا قول کیا جائے۔ بحر الرائق میں طلاق کی ایک جزی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا:

"وَكَذَا الْمُخْتَارُ وُقُوعُ الطَّلَاقِ دُوْنَ الْحَدِّ يَحْتَالُ لِدَرْئِهِ وَالطَّلَاقُ يُحْتَاطُ فِيْهِ فَلَمَّا وَجَبَ مَا يَحْتَالُ دُوْنَ يَقَعُ مَا يَحْتَاطُ أَوْلَى"۔(۴)

(۱) الاشباہ والنظائر صفحہ: ۱۰۹ مطبوعہ کراچی-- (۲) ہدایہ کتاب الصید--
(۳) الاشباہ والنظائر صفحہ: ۱۱۱ مطبوعہ کراچی وکتب فقہ-- (۴) بحر الرائق جلد: ۳ صفحہ ۲۴۸--

''یعنی مختار وقوع طلاق ہی ہے کیونکہ حد کے ساقط کرنے میں حیلہ کیا جانا چاہیے اور طلاق میں احتیاط وقوع ہے اور جب حیلہ سے ٹالنے والی میں ایقاع ثابت ہو تو احتیاط والی میں بدرجہ اولیٰ ثابت''۔

امورِ شرعیہ میں تصرف کا مجاز کون ؟:

قاعدہ نمبر:4

کچھ افراد انسانی ایسے ہیں کہ شریعت نے انکے تصرف فی الامور کو رد کر دیا ہے اور ان کے لیے حجران فی التصرف کا حکم لگایا ہے یعنی ان کا کہا گیا اور بعض امور میں ان کا کیا گیا (فعل) معتبر نہ ہوگا۔ ہدایہ شریف میں ہے:

"اَلْاَسْبَابُ الْمُوْجِبَةُ لِلْحَجْرِ ثَلٰثَةُ الصِّغَرُ وَالرِّقُّ وَالْجُنُوْنُ فَلَا يَجُوْزُ تَصَرُّفُ الصَّغِيْرِ اِلَّا بِاِذْنِ وَلِيِّهٖ وَلَا تَصَرُّفُ الْعَبْدِ اِلَّا بِاِذْنِ سَيِّدِهٖ وَلَا يَجُوْزُ تَصَرُّفُ الْمَجْنُوْنِ الْمَغْلُوْبِ بِحَالٍ وَالْجُنُوْنُ لَا يُجَامِعُ الْاَهْلِيَّةَ فَلَا يَجُوْزُ تَصَرُّفُهُ بِحَالٍ" ۔(۱)

''یعنی کسی کام میں تصرف نہ کر سکنے کی تین ۳ وجہیں ہیں ایک ۱ (الصغر) نابالغ ہونا یعنی بچپن، دوسری ۲ (رق) غلامی، تیسری ۳ (الجنون) دیوانگی یعنی پاگل پنا، بچے کا تصرف ولی کی اجازت کے بغیر درست نہیں غلام کا تصرف آقا کی اجازت کے بغیر درست نہیں دیوانہ جس پر دیوانگی کا غلبہ ہو اور دیوانگی چونکہ اہلیت کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی اس

(۱) هدایه اخرین جزرابع صفحه : ۳۵۲ مطبوعه کراچی پاکستان۔۔

لیے اس کا تصرف کسی صورت میں درست نہیں خواہ اس کے سرپرست اجازت دیں یا نہ دیں''۔

علامہ بدرالدین عینی نے لکھا:

"اَلْحَجْرُ فِی الشَّرْعِ عِبَارَةٌ عَنْ مَنْعٍ مَخْصُوْصٍ فِیْ حَقِّ شَخْصٍ مَخْصُوْصٍ وَهُوَ الصَّغِیْرُ وَالرَّقِیْقُ وَالْمَجْنُوْنُ وَهٰذَا الثَّلَاثَةُ سَبَبُ الْحَجْرِ وَالْحَقُّ بِهٰذَا الثَّلَاثَةِ ثَلَاثَةٌ اٰخَرُ اَلْمُفْتِی الْمَجَانُ، اَلطَّبِیْبُ الْجَاهِلُ اَلثَّالِثُ الْمُکَارِی الْمُفْلِسُ" ۔(۱)

''یعنی مخصوص شخص کے لیے مخصوص حالت میں اسے تصرف کرنے سے روک دینے کا نام حجران ہے اور یہ تین شخص ہیں نمبر ۱ بچہ، نمبر ۲ غلام، اور نمبر ۳ مجنون اور یہ تین اسباب حجران سے شمار کیے گئے ہیں ان تین کے ساتھ مزید تین کو بھی شمار کیا گیا ہے بے حیا مفتی، جاہل حکیم، اور مفلس کرایہ دار''

مفتی مجان میں مجان کا معنیٰ: ''شوخ چشم، بے باک در قول و فعل'' (۲)

لغت سٹینڈرڈ نے لکھا: ''ہرزا سرا'' (۳)

المنجد نے لکھا: ''مجن، مجانۃ مخول کرنا، بے حیا ہونا۔ صفت ماجن'' (۴)

لطیفہ:

انسان میں اللہ تعالیٰ نے عقل اور خواہش رکھی فرشتے میں عقل ہے خواہش نہیں

(۱) عینی فی بنایہ (عینی) شرح هدایه جز ثالث۔۔ (۲) منتهی الارب صفحه: ۱۶۷۔۔

(۳) لغت سٹینڈرڈ مطبوعه اله آباد بھارت مطبوعه 1931ء۔۔ (۴) المنجد ص: ۹۴۷۔۔

حیوانات میں خواہش ہے عقل نہیں۔ اگر عقل خواہش پر غالب ہو تو افضل خلق ٹھہرے اور
اگر خواہش عقل پر غالب ہو تو حیوان سے بدتر ٹھہرے۔

حجران فی التصرّف میں صاحب بحر الرائق کی رائے:

بحر الرائق میں ہے:

"(وَلَا يَصِحُّ تَصَرُّفُ الْمَجْنُونِ الْمَغْلُوبِ بِحَالٍ) يَعْنِي
لَا يَجُوزُ تَصَرُّفُهُ بِحَالٍ وَلَوْ اَجَازَ الْوَلِيُّ لِاَنَّ صِحَّةَ الْعِبَارَةِ
بِالتَّمْيِيزِ وَهُوَ لَا يُمَيِّزُ وَاِنْ كَانَ يُجَنُّ تَارَةً وَيُفِيقُ تَارَةً
اُخْرىٰ فَهُوَ فِي حَالِ اِفَاقَتِهِ كَالْعَاقِلِ الْمَعْتُوهِ كَالصَّبِيِّ
الْعَاقِلِ فِي تَصَرُّفَاتِهِ فِي رَفْعِ التَّكْلِيفِ عَنْهُ ....وَاِنْ اَتْلَفُوا
اَشْيَاءَ ضَمِنُوْا لِاَنَّهُمْ غَيْرُ مَحْجُورٍ عَلَيْهِمْ فِي
الْاَفْعَالِ"۔(۱)

"یعنی مجنون جو مغلوب الحال ہو اس کا تصرف کسی حال میں درست نہیں
گرچہ ولی (سرپرست) اس کو اجازت ہی کیوں نہ دے اس لیے کہ
کہے کا اعتبار امتیاز کر سکنے کی صنف سے ہوتا ہے اور مجنون امتیاز نہیں
کر سکتا۔ اگر مجنون ایسا ہے جسے کبھی جنون لاحق ہوتا ہے تو کبھی درست
(عقلمندوں کی طرح) ہوتا ہے تو افاقہ کی حالت میں عاقل معتوہ کی
طرح ہوگا جسے عقلمند بچہ کے تصرفات ذو جہتیں ہوتے ہیں) اگر یہ لوگ
کسی کی کوئی شی ضائع کر دیں تو ضامن ٹھہریں گے اس لیے کہ یہ اپنے

(۱) بحر الرائق جلد ۸ صفحہ ۷۸ کتاب الحجر مطبوعہ کوئٹہ۔

افعال میں مجبور نہیں ہیں"۔

حجران فی التصرّف میں علامہ بدر الدّین کی رائے:

علامہ بدر الدین عینی تحریر فرماتے ہیں (شرح):

"وَلَا يَجُوزُ التَّصَرُّفُ الْمَجْنُونِ الْمَغْلُوبِ بِحَالٍ اَيْ فِي
كُلِّ الْاَحْوَالِ اَيْ لَا يَنْعَقِدُ اَصْلاً قَبْلَ الْاِذْنِ وَبَعْدَهُ
وَاَرَادَ بِالْمَجْنُونِ الَّذِي يُجَنُّ وَلَا يُفِيقُ زَمَاناً وَهُوَ
الْمَغْلُوبُ عَلٰى عَقْلِهِ وَ احْتَرَزَ بِهِ عَنِ الْمَجْنُونِ الَّذِي
يُجَنُّ وَ يُفِيقُ وَ الْمَعْتُوهِ فَاِنَّ حُكْمَهُ حُكْمُ الصَّبِيِّ قَالَ
الْكَاكِي وَ تَحَرَّزَ بِهِ عَنِ الْمَجْنُونِ الَّذِي يَعْقِلُ وَيَقْصُدُ
وَاعْلَمْ اَنَّ اَصْلَ الْعَقْلِ يُعْرَفُ بِدَلَالَةِ الْاَعْيَانِ وَ ذٰلِكَ اَنْ
يَخْتَارَ الْمَرْأُ مَا يَصْلُحُ لَهُ وَ كَذَالِكَ الْقُصُورُ تُمْتَحَنُ
بِالْاِمْتِحَانِ"۔ (۱)

"یعنی مجنون کا تصرف ہر حال میں درست نہ ہوگا خواہ ولی اجازت
دے تو بھی یا ولی کی اجازت کے بغیر اس مجنون سے مراد وہ مجنون ہے
جس کا جنون کبھی بھی زائل نہ ہوتا ہو اور اس کی عقل پر جنون کا غلبہ ہو۔
اس سے وہ مجنون مراد نہیں ہے جسے کبھی تو جنون لاحق ہو جائے اور
دوسرے وقت میں زائل ہو جائے اور وہ ٹھیک ہو یہ دوسرے والا اس کا
حکم بچے کا سا ہے امام کاکی کا بھی یہ قول ہے"۔

(۱) بنایہ شرح ھدایہ جز ثالث صفحہ: ۷۸۲ مطبوعہ فیصل آباد۔۔

تنبیہ:

عقل کا معیار اس کے ظاہری احوال سے معلوم ہوگا مثلاً اچھی اور بری اشیاء کے انتخاب کے وقت وہ اپنے لیے اچھی شی کو چنتا ہے ایسے ہی قصور عقل کی پرکھ امتحان ہی سے ہوگی (صرف اس کا کہہ دینا کہ میں دیوانہ ہوں کافی نہ ہوگا)۔

بچہ، دیوانہ اور سونے والے کے علاوہ اور کن کے لئے حجران ثابت:

فتاویٰ عالمگیری کی عبارت ملاحظہ ہو پہلے تو انہی تین (۳) کا تذکرہ کیا کہ مجنون۔ غلام اور صبی (بچہ) کے لیے حجران ہے پھر لکھا:

"قَالَ اَبُوْ حَنِیْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی لَا یَحْجُرُ الْقَاضِی عَلَی الْحُرِّ الْعَاقِلِ الْبَالِغِ اِلَّا مَنْ یَتَعَدّیٰ ضَرَرُهٗ اِلَی الْعَامَّةِ وَهُمْ ثَلٰثَةٌ، اَلطَّبِیْبُ الْجَاهِلُ الَّذِیْ یَسْقِی النَّاسَ مَا یَضُرُّهُمْ وَ یُهْلِکُهُمْ وَ عِنْدَهٗ شِفَاءٌ وَالثَّانِی الْمُفْتِی الْمَاجِنُ وَهُوَ الَّذِیْ یُعَلِّمُ النَّاسَ الْحِیَلَ اَوْ یُفْتِی عَنْ جَهْلٍ وَالثَّالِثُ الْمُکَارِی الْمُفْلِسُ"۔ (۱)

"وَلَا یَجُوْزُ تَصَرُّفُ الْمَجْنُوْنِ الْمَغْلُوْبِ اَصْلًا وَلَوْ اَجَازَهُ الْوَلِیُّ وَ اِنْ کَانَ یُجَنُّ تَارَةً وَیُفِیْقُ اُخْرٰی فَهُوَ فِیْ حَالِ اِفَاقَتِهٖ کَالْعَاقِلِ وَالْمَعْتُوْهُ کَالصَّبِیِّ الْعَاقِلِ"۔ (۲)

(۱) فتاوی عالمگیریہ صفحہ: ۵٤ جلد ۵ مطبوعہ کوئٹہ ۔۔

(۲) فتاویٰ عالمگیری صفحہ: ۵٤ جلد: ۵ مطبوعہ کوئٹہ ۔۔

"یعنی قاضی آزاد و عاقل بالغ کو امور میں تصرف سے نہیں روکے گا ماسوا ان اشخاص کے کہ جن کا ضرر (نقصان) عوام الناس کو پہنچتا ہو اور وہ تین طرح کے ہیں نمبر (۱) جاہل طبیب جو لوگوں کو ایسی دوائیں دے جو ضرر رساں ہوں اور وہ خود سمجھتا ہو کہ یہ شفاء کا باعث ہیں۔ دوسرے مکار اور فریبی مفتی جو لوگوں کو حرام حیلہ بہانے کی تلقین کرنے والا ہو (تم کہ دینا میں غصہ سے دیوانہ ہو رہا تھا میں لکھ دوں گا طلاق نہ ہوئی) اور مسائل سے بے خبر ہوتے ہوئے فتویٰ لکھے۔ تیسرے مفلس کرایہ دار۔ نیز مجنون مغلوب العقل کا تصرف درست نہیں اگرچہ ولی (سرپرست) اجازت بھی دے چکے اور ایسا مجنون ہے جو کبھی ٹھیک ہوتا اور کبھی پاگل تو جب ٹھیک ہو عاقل کی طرح ہے اور "معتوہ" صبی عاقل کی طرح ہے"۔

"وَ تَحْقِیْقُهٗ اَنَّ الصَّبِیَّ وَ الْمَجْنُوْنَ اَهْلَانِ لِلْوُقُوْعِ لَا الْاِیْقَاعِ بِدَلِیْلِ اَنَّ الصَّبِیَّ اِذَا وَرِثَ قَرِیْبَهٗ فَاِنَّهٗ یُعْتَقُ عَلَیْهِ"۔ (۱)

"مجنون اور بچہ ایقاع طلاق کے اہل نہیں ان کے لیے وقوع طلاق درست ہے ایقاع درست نہیں۔ یعنی ان کو طلاق دینا تو درست مگر ان کی دی ہوئی طلاق درست نہیں۔ اسی لئے بچہ اپنے قریبی عزیز غلام کا مالک بنے تو وہ آزاد ہو جائے گا۔"

(۱) بحر الرائق جلد: ۳ صفحہ: ۲۱۳۔۔

قاعدہ نمبر:5

لفظ کے دو معنیٰ ہوں تو ترجیح کسے ہو گی:

"اَللَّفْظُ اِذَا تَعَدَّی مَعْنَیَیْنِ اَحَدُهُمَا اَجْلٰی مِنَ الْاٰخَرِ وَالْاُخْرٰی اَخْفٰی فَالْاَجْلٰی اَمْلَكُ"۔(۱)

''یعنی ایک لفظ کے دو معنٰی ہوں ایک زیادہ واضح زیادہ مشہور دوسرا مخفی غیر واضح تو ایسی صورت میں واضح معنٰی مراد لینا زیادہ بہتر اور اولیٰ ہے۔''

مثلاً لفظ اغلاق کا ایک معنٰی اکراہ یعنی جبر دوسرا غضب بھی مراد لیا جاتا ہے۔

(ا) لسان العرب میں ہے:

"وَمَعْنَی الْاِغْلَاقِ اَلْاِكْرَاهُ"۔(۲)

''یعنی اغلاق کا معنٰی اکراہ ہے''

(ب) "لَا طَلَاقَ وَلَا عِتَاقَ فِی اِغْلَاقٍ اَیْ اِكْرَاهٍ"(۳)

''یعنی طلاق و اعتاق اغلاق میں نہیں ہوتی اغلاق یعنی اکراہ۔''

(ج) "اَلْغَلَقُ وَالْمِغْلَاقُ مَا يُغْلَقُ بِهٖ"(٤)

یعنی اغلاق وہ جس سے اختیار کا دروازہ بند ہو جائے۔

(د) "اَلْاِغْلَاقُ اَلْاِكْرَاهُ قَالَ ابْنُ الْعَرَبِی اَغْلَقَ زَيْدٌ عَمْرًوا۔"(٥)

''یعنی اغلاق کا معنٰی اکراہ ہے ابن عربی مثال دیتے ہوئے لکھتے ہیں

(۱) القواعد الفقهيه قاعده نمبر ۲٤۱ صفحه: ۱۰٤ مطبوعه كراچی۔۔ (۲) لسان العرب جلد: ۱۰ صفحه: ۲۹۱ ۔۔ (۳) مجمع بحار الانوار جلد: ٤ صفحه: ۵۹ ۔۔ (٤) المفردات امام راغب جلد: ۱۳ صفحه: ۳٦٤ ۔۔ (۵) البنايه جز ثانی صفحه: ۲٦۷ ۔۔

اغلق زید عمروا۔ زید نے عمرو کو مجبور کیا۔''

(ر) "اَغْلَقَ عَلَی الشَّیْءِ يَفْعَلُهٗ اِذَا اَكْرَهَهٗ عَلَيْهِ۔"

''کسی شی کے کرنے پر مجبور کرنے کو اغلاق کہتے ہیں''

مثال میں حدیث کو ذکر کیا:

"لَا طَلَاقَ وَلَا عِتَاقَ فِیْ اِغْلَاقٍ اَیْ فِی اِكْرَاهٍ"(۱)

دوسرا معنٰی جو غیر معروف کیا گیا وہ غضب ہے امام ابو داؤد نے داؤد شریف میں فرمایا:

"قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ "اَلْاِغْلَاقُ اَظُنُّهٗ فِی الْغَضَبِ" (۲)

''یعنی غلاق سے مراد غضب ہے یہ میرا خیال ہے۔''

(اس پر بحث انشاء اللہ اگلے اوراق میں کریں گے)

خلاصہ یہ کہ اغلاق کے دو معنوں سے ایک ''اکراہ'' دوسرا ''غضب'' اکراہ اجلی زیادہ مشہور اور زیادہ مروج۔ اسی معنٰی کو مراد لینا اولیٰ ہے۔

قاعدہ نمبر:6

"وَكُلُّ تَصَرُّفٍ لَا يَحْتَمِلُ الْفَسْخَ كَالطَّلَاقِ وَالْعِتَاقِ وَالنِّكَاحِ لَا يَجُوْزُ الْحَجْرُ فِيْهِ اِجْمَاعًا"۔(۳)

''یعنی ہر وہ تصرف جس میں فسخ نہ ہو سکے اس میں حجران فی التصرف نہیں ہوتا بلکہ وہ شی قابل حکم ہو گی۔ جیسے طلاق عتاق نکاح یہ فسخ کا احتمال نہیں رکھتے ان میں حجران بھی درست نہ ہو گا۔''

قاعدہ نمبر:7 استعمال میں آنے والے چند الفاظ کی توضیح و تشریح۔

(۱) تاج العروس جلد: ۱۳ صفحه: ۲۸۳ ۔۔ (۲) ابو داؤد شريف صفحه: ۲۹۸ ۔۔ (۳) فتاوی عالمگيری جلد: ۵ صفحه ۵۵ مطبوعه كوئٹه ۔۔

(ا)

"اَلْجُنُوْنُ - هُوَ اِخْتِلَاطُ الْعَقْلِ بِحَیْثُ یَمْنَعُ جَرَیَانَ الْاَفْعَالِ وَالْاَقْوَالِ عَلٰی نَهْجِ الْعَقْلِ اِلَّا نَادِرًا" ۔(۱)

یعنی "جنون": عقل میں اس طرح خلل کا واقع ہونا کہ متاثر کے افعال اور اقوال عقل مند کی طرح اس سے صادر نہ ہوں مگر کبھی کبھی۔

جنون، بُرسم اور عتہ کیا ہے ؟:

(ب)

جنون ۔ بضم "دیوانگی"۔(۲)

(ج) بحر الرائق میں ہے:

"اَرَادَ بِالْمَجْنُوْنِ مَنْ فِیْ عَقْلِهٖ اِخْتِلَالٌ فَیَدْخُلُ الْمَعْتُوْهُ وَ اَحْسَنُ الْاَقْوَالِ فِی الْفَرْقِ بَیْنَهُمَا اَنَّ الْمَعْتُوْهَ هُوَ قَلِیْلُ الْفَهْمِ الْمُخْتَلَطُ الْکَلَامُ الْفَاسِدُ التَّدْبِیْرِ وَلٰکِنْ لَا یَضْرِبُ وَلَا یَشْتِمُ بِخِلَافِ الْمَجْنُوْنِ وَ یَدْخُلُ الْمبرسَمُ وَالْمُغْمٰی عَلَیْهِ وَالْمَدْهُوْشُ وَ فِی الصِّحَاحِ اَلْبِرْسَمُ دَاءٌ" ۔ (۳)

"یعنی جنون سے مراد ایسا شخص ہے جس کی عقل میں فتور ہو۔ معتوہ اور جنون میں فرق یہ ہے کہ فتور عقل کے ساتھ ساتھ اگر متاثرہ شخص مار پٹائی کرے اور گالم گلوچ ہو تو جنون ہے اگر صرف عقل میں خلل ہو

(۱) القواعد الفقیہ صفحہ: ۲۵۴ ۔۔(۲) منتہی الادب جلد: ۱ صفحہ: ۳۹۱ ۔۔

(۳) بحر الرائق جلد: ۳ صفحہ: ۲۴۹ مطبوعہ کراچی ۔۔

مگر مار پٹائی وغیرہ نہ کرے تو معتوہ ہے"۔

(د) بحر الرائق میں ہے:

بِرْسَمْ۔ دَاءٌ مَعْرُوْفٌ وَ فِیْ بَعْضِ کُتُبِ طِبٍّ اَنَّهٗ وَرَمٌ حَارٌّ یَعْرِضُ لِلْحِجَابِ الَّذِیْ بَیْنَ الْکَبِدِ ثُمَّ یَتَّصِلُ بِالدِّمَاغِ۔(۱)

برسم ایک بیماری ہے جسے طب کی کتابوں نے لکھا حدۃ کی وجہ سے جگر اور دماغ کے درمیان جھلی پیدا ہو جاتی ہے (جو سوچ و فکر سے عاری کر دیتی ہے)

(ہ) فتح القدیر نے معتوہ اور مجنون کے بارے لکھا:

اَلْمَعْتُوْهُ۔ قِیْلَ هُوَ قَلِیْلُ الْفَهْمِ ۔ اَلْمُخْتَلِطُ الْکَلَامِ، اَلْفَاسِدُ التَّدْبِیْرِ وَ لٰکِنْ لَا یَضْرِبُ وَلَا یَشْتِمُ بِخِلَافِ الْمَجْنُوْنِ الْعَاقِلِ۔ مَنْ یَسْتَقِیْمُ کَلَامُهٗ وَ اَفْعَالُهٗ اِلَّا نَادِرًا۔(۲)

یعنی معتوہ وہ ہے جو کم سمجھ گفتگو میں گڈ مڈ کلام فکر و سوچ ناروا لیکن مار پٹائی اور گالم گلوچ نہ کرے بخلاف مجنون کے اس میں تمام امور پائے جاتے ہیں۔ عاقل وہ جس کے قول و فعل دونوں ہی درست ہوں مگر کبھی (نا درست افعال)۔

(۱) بحر الرائق جلد: ۳ صفحہ: ۲۴۹ مطبوعہ کراچی ۔۔(۲) فتح القدیر جلد: ۳ صفحہ: ۳۴۳ مطبوعہ سکھر۔

صداع، اغماء اور دهش کیا هے ؟ :

(ؤ) صداع کے بارے منجد نے لکھا:

الصداع :"دردِسر"(۱)

حضرت علامہ الشیخ آمین الدین آفندی علیہ الرحمہ المعروف بابن عابدین المتوفی ۱۲۵۲ھ نے جنون اور عتہ کے درمیان فرق کرتے ہوئے تحریر فرمایا۔

(وَالْمَجْنُوْنُ) قَالَ فِی التَّلْوِیْحِ اَلْجُنُوْنُ اِخْتِلَالُ الْقُوَّةِ الْمُمَیِّزَةِ بَیْنَ الْاُمُوْرِ الْحَسَنَةِ وَالْقَبِیْحَةِ الْمُدْرِکَةِ لِلْعَوَاقِبِ بِاَنْ لَا تَظْهَرَ اٰثَارُهَا وَ تَتَعَطَّلُ اَفْعَالُهَا اِمَّا لِنُقْصَانٍ جُبِلَ عَلَیْهِ دِمَاغُهٗ فِی اَصْلِ الْخِلْقَةِ وَ اِمَّا لِخُرُوْجِ مِزَاجِ الدِّمَاغِ عَنِ الْاِعْتِدَالِ بِسَبَبِ خَلْطٍ وَ اٰفَةٍ وَ اِمَّا لِاسْتِیْلَاءِ الشَّیْطَانِ عَلَیْهِ وَ اِلْقَاءِ الْخَیَالَاتِ الْفَاسِدَةِ بِحَیْثُ یَفْرَحُ وَ یَفْرَحُ وَ یَفْزَعُ مِنْ غَیْرِ مَا یَصْلَحُ سَبَبًا (الخ)

وَالْمَعْتُوْہ۔ (مِنَ الْعِتَهِ وَ هُوَ اِخْتِلَالٌ فِی الْعَقْلِ) وَ هٰذَا ذَکَرَهٗ فِی الْبَحْرِ تَعْرِیْفًا لِلْمَجْنُوْنِ وَ قَالَ یَدْخُلُ فِیْهِ الْمَعْتُوْہ۔(۲)

یعنی۔تلویح میں جنون کی تعریف کرتے ہوئے لکھا کہ اچھے برے

(۱) المنجد صفحہ: ۵٦۰۔۔(۲) ردّالمحتار حاشیہ علی در مختار جلد ۲ صفحہ: ۴٦۲۔۔

کے درمیان امتیاز کرنے والی قوۃ میں خلل واقع ہوجانا جس کی وجہ سے وہ شی کے انجام سے آگاہ نہ ہوسکے اور اس کے کاموں میں تعطل پیدا ہوجائے یا تو پیدائشی طور پر یا دماغ کے اختلال اور آفت کی وجہ سے حدّ اعتدال سے نکل جانے کی وجہ سے یا پھر شیطان کے خیالات فاسدہ پیدا کرنے کی وجہ سے جس کی علامت یہ ہے بغیر کسی سبب ظاہر کے خوش ہونے لگے یا گھبراہٹ محسوس کرنے لگے۔

اور معتوہ عتہ سے بنا ہے عقل میں خلل آنا اور بحرالرائق نے اسے جنون کی تعریف میں ذکر کیا اور کہا کہ عتہ بھی اسی جنون کی قسم ہے (پھر دونوں میں فرق ذکر کیا جس کا اوپر ذکر ہوچکا)

(ر)

اَلْاِغْمَاءُ ۔ بےہوشی۔ اَلْاِغْمَاءُ اٰفَةٌ فِی الْقَلْبِ اَوِ الدِّمَاغِ تَعَطَّلُ الْقُوَی الْمُدْرِکَةِ وَالْمُحَرِّکَةِ عَنْ اَفْعَالِهَا مَعَ بَقَاءِ الْعَقْلِ ۔(۱)

کسی آفت کی وجہ سے جو دل و دماغ کو لاحق ہوتی ہے جس کی وجہ سے افعال میں تحریک پیدا کرنے والی قوت نیز قوت مدرکہ میں تحریک پیدا کرنے والی قوۃ معطل ہوجاتی ہے۔ اغماء (بےہوشی) کہلاتی ہے مگر اس میں عقل زائل نہیں ہوتی۔

(ز)

''مدھوش''۔ دہش سے بنا ہے لغت میں اس کا معنیٰ تحیر حیرانگی ہے اور فقہاء کی اصطلاح میں:

(۱) ردّ المحتار جلد ۲ صفحہ: ۴٦۳، ۴٦۲۔۔

"ذَهَبَ عَقْلُهُ مِنْ ذُهْلٍ اَوْوَ لِهٖ بَلْ اِقْتَصَرَ عَلٰى هٰذَا فِى الْمِصْبَاحِ فَقَالَ فَاِنَّهٗ فِى الْقَامُوْسِ قَالَ بَعْدَهَا اَوْ ذَهَبَ عَقْلُهٗ حَيَاءً اَوْ خَوْفًا هٰذَا هُوَ الْمُرَادُ هُنَا"۔ (۱)

جس کی عقل خوف وہراس سے زائل ہوجائے" قاموس نے لکھا خوف یا حیاء کی وجہ سے عقل زائل ہونا۔"فتاویٰ خیریہ" میں دہشت کو جنون کی قسم بتایا گیا عقل زائل ہونا

غضب کی تعریف اور علاج:

(ی)

"اَلْغَضَبُ ۔ (غصہ) ثَوْرَانُ دَمِ الْقَلْبِ اِرَادَةَ لِانْتِقَامٍ (قَالَهُ الرَّاغِبُ) وَ قَالَ السَّيِّدُ "تَغَيُّرٌ" يَحْصُلُ عِنْدَ غَلَيَانِ دَمِ الْقَلْبِ لِيَحْصُلَ مِنْهُ التَّشَفِّى لِلصَّدْرِ " وَمَنْ اَبْغَضَ اَحَدًا وَاَحَبَّ الْاِنْتِقَامَ مِنْهُ فَهُوَ غَضْبَانُ " ۔(۲)

"دل کے خون کا جوش مارنا بدلہ کے ارادہ سے یہ امام راغب اصفہانی نے تعریف کی اور سید شریف نے کہا انسان کے اندر خون کے جوش مارنے سے ایسا تغیر جسکی وجہ سے وہ انتقام پر اتر آئے غضب کہلاتا ہے۔ جو کسی سے بغض رکھے اور بدلہ پر اتر آئے اس کو غضبان (غصہ والا) کہتے ہیں۔(یادرہے غضب میں عقل زائل نہیں ہوتی یہی وجہ ہے کہ وہ انتقام پر اتر آتا ہے یہ حکم عمومی ہے۔ ہاں زوال عقل کے من جملہ اسباب میں سے سبب بن سکتا ہے مگر ضروری نہیں کہ غصہ کی وجہ سے

(۱) ردّ المحتار و فتاویٰ خیریہ ۔۔ (۲) القواعد الفقہ صفحہ:۱۰۴۔

عقل زائل ہوجائے یہ امر عارضی ہے اسی لئے حدیث شریف میں اسکا علاج تجویز کیا گیا"۔

غصہ کا علاج:

عَنْ عَطِيَّةَ بْنِ عُرْوَةَ السَّعْدِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنَّ الْغَضَبَ مِنَ الشَّيْطَانِ وَاَنَّ الشَّيْطَانَ خُلِقَ مِنَ النَّارِ اِنَّمَا يُطْفَاءُ النَّارُ بِالْمَاءِ فَاِذَا غَضِبَ اَحَدُكُمْ فَلْيَتَوَضَّاءَ(۱)

حضرت عطیہ بن عروہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غصہ شیطان کی طرف سے ہے اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے۔اور آگ کو پانی سے بجھایا جاتا ہے لہٰذا جب کسی کو غصہ آئے تو وہ وضو کرلے۔

دوسری حدیث:

عَنْ اَبِىْ ذَرٍّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اِذَا غَضِبَ اَحَدُكُمْ وَهُوَ قَائِمٌ فَلْيَجْلِسْ فَاِنْ ذَهَبَ عَنْهُ الْغَضَبُ وَ اِلَّا فَلْيَضْطَجِعْ۔ (۲)

(۱) سنن ابی داؤد ، کتاب الادب ، رقم الحدیث (۴۷۸۴) مطبوعہ دارالفکر بیروت الطبعۃ الثانیہ ، ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۸ء۔ مسند امام احمد رقم الحدیث (۱۷۹۸۵)۔، مشکوٰۃ المصابیح ، کتاب الآداب رقم الحدیث (۵۱۱۳) ۔۔

(۲) سنن ابی داؤد کتاب الأدب رقم الحدیث (۴۷۸۲،۴۷۸۳) ، مسند امام احمد رقم الحدیث (۲۱۳۴۸) ، مشکوٰۃ المصابیح کتاب الآداب رقم الحدیث (۵۱۱۴) و الترمذی۔۔

''حضرت ابوذر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے
جس کسی کو غصہ آئے اور وہ کھڑا ہو تو بیٹھ جائے۔ غصہ دور ہو جائے تو فبہا
ورنہ لیٹ جائے''۔

فَلْيَجْلِسْ اور فَلْيَضْطَجِعْ صیغہ ہائے امر ہیں اور مامور پہ مکلف ہوتا ہے
جبکہ دیوانہ مکلف نہیں ہوتا۔ جیسا کہ آپ آگے ان شاء اللہ پڑھیں گے، کہ تین اشخاص سے
قلم اٹھا لیا گیا ہے بچہ، مجنون اور نائم (سونے والا جب تک جاگ نہ اٹھے) نتیجۃً غصہ والا
ضروری نہیں کہ دیوانہ ہو البتہ دیوانگی کی وجوہ میں وجہ بن بھی سکتا ہے نہیں بھی۔

اغلاق کا معنٰی:

(ی)

''الاغـــلاق''۔ ''اکراہ، جبر'' (اس کا مفہوم پہلے ضابطہ نمبر ۵ جز (د) میں
بیان ہو چکا)

جنون میں ''مَنْ فِی عَقْلِهٖ اختلالٌ'' ٹھہرا تو معتوہ اور برسام والا بھی
از قسم، جنون ہی ٹھہرے گا بلکہ ان کے اقوال ذہنی طور پر خلل ہونے کی وجہ سے جب غیر معتبر
ٹھہرے تو اس عدم اعتبار میں مدہوش، مغمی علیہ بھی ہو گئے۔

بحر الرائق میں ہے:

''وَاَرَادَ بِالْمَجْنُوْنِ مَنْ فِی عَقْلِهٖ اِخْتِلَالٌ فِیْهِ فَیَدْخُلُ
الْمَعْتُوْه''۔ (۱)

ایک سطر بعد لکھا

''وَیدخل المبرسم والمغمی علیه والمدهوش''۔

(۱) بحر الرائق جلد:۳ صفحہ: ۲۴۹۔

اور یہی معنی رد المحتار کی اس عبارت کا ہے:

''فان الجنون فنون ولذا فسره فی البحر باختلال العقل
وادخل فیه العته والبرسام والاغماء والدهش''۔ (۱)

''جنون کی کئی قسمیں ہیں، بحر الرائق نے جنون کو اختلال عقل سے تعبیر
کرنے کے بعد لکھا کہ عتہ اور برسام اور اغماء اور دہش اسی جنون کی
اقسام ہیں''۔

عتہ (معتوہ) اور برسام (المبرسم) کو جنون کی اقسام لکھا۔

مؤلف کا غصہ میں دی گئی طلاق میں مؤقف:

اس مختصری تمہید کے بعد میرا موقف یہ ہے کہ ﴿غصہ میں دی گئی طلاق خواہ عام
غضب کی حالت ہو یا اشد غضب ہر صورت میں دی گئی طلاق ہو جاتی ہے۔ شوہر کی دی گئی
طلاق تبھی نہ ہوگی جب شوہر دیوانہ ہو یا سو رہا ہو یا بچہ (نابالغ) ہو۔﴾ اپنے اس موقف و
دعوٰی کو ہم کتاب و سنت اور اقوال فقہاء اور تائید علمائے اہل سنت سے مزین کرنے کے
بعد مفتی صاحب کی لکھی گئی کتاب کے استدلال کی تردید اور کذب بیانی و خیانت کا ذکر
کریں گے ان شاء اللہ تعالٰی۔

۞۞۞۞۞

(۱) رد المحتار جلد: ۲ صفحہ: ۴۶۳ مطبوعہ کراچی۔

"کتاب وسنت، اجماع اور اقوالِ فقہاء سے دلائل"

کتاب اللہ سے استدلال:

دلیل نمبر:۱

﴿فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ۔﴾(۱)

ترجمہ: اگر شوہر نے تیسری طلاق بھی دے دی تو خاتون شوہر کے لئے حلال نہ ہوگی جب تک کہ دوسرے سے نکاح کے بعد (وطی) نہ پائی جائے۔"

آیۂ مبارکہ میں کسی کی تخصیص کئے بغیر حکم ہے کہ کوئی بھی طلاق دے تو حکم مذکورہ ہوگا طلاق دینے والا غصہ میں ہو یا نہ ہو۔ یہاں وہ شوہر مستثنیٰ ہوں گے جن کو حدیث نے خارج کردیا۔ اسی لئے بدائع الصنائع میں علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

"مِنْ غَيْرِ فَصْلٍ بَيْنَ السَّكْرَانِ وَغَيْرِهٖ اِلَّا مَنْ خُصَّ بِدَلِيْلٍ وَهُوَ قَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ كُلُّ طَلَاقٍ جَائِزٌ اِلَّا طَلَاقَ الصَّبِيِّ والمعتوه"۔(۲)

یعنی قرآن مجید کی آیہ طیبہ بغیر کسی فرق کے نشہ اور غیر نشہ والے ہر فرد کو شامل (کوئی بھی طلاق دے تو حکم مذکورہ ہی ہوگا) اور یہ کہ کسی دلیل شرعی سے کسی فرد کو خاص کردیا جائے جیسا کہ حدیث شریف میں

(۱)القرآن الحکیم سورۃ البقرہ: ۲۳۰ ۔۔(۲)بدائع الصنائع جز:۳ صفحہ: ۹۹ علامہ کاسانی، سنن الترمذی کتاب الطلاق واللعان رقم الحدیث (۱۱۹۱)۔۔

آپ ﷺ نے فرمایا ہر دی گئی طلاق ہو جاتی ہے سوائے بچے کے اور دیوانہ کے ان کی دی گئی طلاق نہیں ہوتی۔

بدائع نے سوال قائم کیا۔ کیا غصہ والا کسی پر تہمت لگائے یا غصہ میں کسی کو قتل کرائے تو اس پر حد اور قصاص آئے گا یا نہیں؟ تمام کتب فقہ نے لکھا ان پر حد بھی ہوگی اور قصاص بھی۔ جبکہ سکران (نشئی) اور غصہ والے دونوں پر حد بھی ہوگی اور قصاص بھی حالانکہ:

"وَاَنَّهُمَا لَا يَجِبَانِ عَلٰى غَيْرِ الْعَاقِلِ دَلَّ عَلٰى عَقْلِهٖ قَائِمٌ"۔(۱)

"یہ دونوں قصاص اور حد غیر عاقل پر نافذ نہیں تو معلوم ہوا غصہ والا اور اسی طرح نشہ والا عقل نہیں کھوتے۔ اور عاقل کی دی ہوئی طلاق ہو جاتی ہے"۔

جب غصہ والا مکلف ٹھہرا تو رد المحتار علی در مختار کا فیصلہ سنیے!

"فَاِنَّ الْاُمَّةَ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ وَ اَئِمَّةُ السَّلَفِ مِنْ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَالشَّافِعِىِّ وَ اَصْحَابِهِمَا اِجْتَمَعَتْ عَلٰى اَنَّ طَلَاقَ الْمُكَلَّفِ وَاقِعٌ"۔ (۲)

ترجمہ:۔ پوری امت صحابہ رضوان اللہ علیہم سے لے کر تابعین اور آئمہ سلف سیدنا امام ابوحنیفہ، امام شافعی اوران کے اصحاب اس پر متفق ہیں کہ مکلف کی دی گئی طلاق ہو جاتی ہے۔

(۱)بدائع جلد:۳ صفحہ: ۹۹ ۔۔(۲) ردالمحتار علی در مختار جلد ۲ صفحہ: ۴۵۲ ۔۔

دلیل نمبر: ۲

﴿وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ۔﴾(۱)

"جب تم خواتین کو طلاق دے چکو اور وہ عدت پوری ہونے کے قریب ہوں یا تو بھلائی کے پیش نظر رجوع کر لو یا پھر بھلائی ہی کے پیش نظر عدت پوری ہونے دو"۔

آیت کا پس منظر عرض کردوں اس سے پہلے طلاقوں کا تذکرہ ہوا اس طرح کہ پہلے دو طلاقوں کا پھر خلع کا اور بعد ازاں تیسری طلاق کا خلع کا حکم بھی بیان ہو چکا۔ تیسری طلاق کا حکم بھی بیان ہو چکا دو طلاقوں کے بعد دو صورتیں پیش آ رہی تھیں ایک یہ کہ ابھی عدت پوری نہیں ہوئی دوسری یہ کہ دو طلاقوں کے بعد عدت پوری ہو چکی دونوں کے علیحدہ علیحدہ احکام بیان ہوئے کہ اگر ابھی عدت باقی ہے تو شوہر کو اختیار ہے چاہے تو بھلائی کے پیش نظر رجوع کرے چاہے تو عدت پوری ہونے دے۔ دوسرا حکم بیان ہوا کہ دو طلاقیں دیے جانے کے بعد اگر عدت پوری ہو چکی تو بیوی کو اپنے نکاح کا پورا پورا اختیار ہے چاہے تو پہلے شوہر ہی سے نکاح کرلے چاہے تو کسی اور سے بھی کر سکتی ہے۔ اسے اپنے نکاح کرنے سے روکو نہیں۔

امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں تحریر فرماتے ہیں:

"اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ اَيُّهَا الْاَزْوَاجُ" ۔ (الخ)(۲)

"اے شوہرو! اگر تم طلاق دے چکو تو حکم یہ ہوگا"

"اذا" عموم وقت کے لئے اور اسم فاعل کے عام ہونے کی دلیل بھی طلاق

(۱) القرآن الحکیم سورۃ البقرہ: ۲۳۱۔۔ (۲) تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۱۱۲۔۔

دینے والا شوہر (ماسواہ مستثنیٰ کے جو کہ بچہ۔ دیوانہ اور سونے والا ہے) کیسا ہی طلاق دینے والا کیوں نہ ہو خواہ غصہ والا یا غیر غصہ والا اگر وہ طلاق دے چکے تو حکم یہ ہوگا۔ تذکرہ اوپر والا اگر فرض کیجئے دی گئی غصہ والے کی طلاق نہ ہوتی تو حکم کے بیان کی ضرورت نہ تھی۔

دلیل نمبر: ۳

﴿وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَ قَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ ۔﴾(۱)

"اے شوہرو! اگر تم اپنی بیویوں کو جماع سے پہلے طلاق دے دو اور تم نے ان کے لئے مہر مقرر کر رکھا ہو تو جو مہر بھی مقرر کر رکھا ہو اس کا نصف دینا ہوگا"۔

آیت مبارکہ اپنے حکم کے اعتبار سے ہر شوہر کے لئے ہے اگر فرض کیجئے غصہ والے شوہر کی طلاق کا وقوع نہیں تھا تو کیا وہ اس حکم سے خارج ہے اگر ہے تو نص صریح جو مخصص ہو اس کی نشان دہی ہونی چاہیے مگر وقوع قیامت تک مفتی صاحب کوشش کر لیں آیت نہ ملے گی۔ جو اس امر کا ثبوت ہے کہ یہ حکم غصہ اور غیر غصہ میں دی گئی طلاق والے شوہر دونوں ہی کے لئے ہے اور ادائے مہر کا حکم تبھی ہوگا جب طلاق ہو جائے۔

دلیل نمبر: ۴

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا﴾(۲)

"اے ایمان والو! ایمان والی خواتین سے نکاح کرنے کے بعد وطی

(۱) القرآن الحکیم سورۃ البقرہ: ۲۳۷ (۲) القرآن الحکیم [illegible] احزاب: ۴۹۔۔

سے پہلے اگر تم انکو طلاق دے دو تو ان خواتین پر کوئی عدت نہیں ہے"۔

یہ حکم بھی اس طرح ہے طلاق دینے والا غصہ میں ہو یا غیر غصہ میں وطی سے پہلے دی گئی طلاق کا حکم ایک ہی ہے ورنہ تخصیص لاؤ۔ جو دلیل ہے کہ غصہ میں دی گئی طلاق ہو جاتی ہے۔

اسی طرح کی قرآن مجید میں بہت سی آیات طیبات عبارۃ النص اور اشارۃ النص سے اظہار کر رہی ہیں کہ غصہ والے کی دی گئی طلاق ہو جاتی ہے۔ اب آئندہ صفحات پر چند احادیث بھی ملاحظہ ہوں۔

❁❁❁❁❁

حدیث "لا طلاق ولا عتاق فی غلاق" پر سیر حاصل بحث

احادیث طیبات جو غصہ میں دی جانے والی طلاق ہو جاتی ہے پر شواہد پیش کرنے سے پہلے میں وہ حدیث زیر بحث لانا چاہتا ہوں جس سے لاہور کے مذکورہ مفتی صاحب نے استدلال کیا کہ غصہ میں طلاق نہیں ہوتی اور پوری کتاب میں وہی اپنے دعویٰ پر ایک حدیث پیش کر سکے ہیں جو کہ ماسوا تلفیق اور خواہشات نفسانی کی تکمیل اور احادیث ضعیفہ کے متلاشی ہونے کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ آیئے! میں پوری سند کے ساتھ اس حدیث انور کو پیش کر رہا ہوں۔

امام ابوداؤد علیہ الرحمۃ نے عنوان قائم کیا۔

"باب الطلاق علی غیض"

حَدَّثَنَا عُبَيْدُاللهِ بْنُ سَعْدٍالزُّهْرِيُّ اَنَّ يَعْقُوْبَ بْنَ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَهُمْ ثَنَا اَبِيْ عَنْ ابْنِ اِسْحٰقَ عَنْ ثَوْرِ بْنِ يَزِيْدَ الْحِمْصِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُبَيْدِ بْنِ اَبِيْ صَالِحٍ الَّذِيْ كَانَ يَسْكُنُ اِيْلِيَا قَالَ خَرَجْتُ مَعَ عَدِيِّ بْنِ عَدِيِّ الْكِنْدِيِّ حَتّٰى قَدِمْنَا مَكَّةَ فَبَعَثَنِيْ اِلٰى صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ وَ كَانَتْ قَدْ حَفِظَتْ مِنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ "لَا طَلَاقَ وَلَا عِتَاقَ فِيْ

غِلَاقٍ "قَالَ أَبُو دَاوُدَ الْغِلَاقُ أَظُنُّهُ فِي الْغَضَبِ۔ (۱)

ترجمہ: ''امام ابوداؤد کا کہنا ہے کہ ہمیں حدیث بیان کی عبید اللہ بن سعد زھری نے انہیں یعقوب بن ابراہیم سے حدیث بیان فرمائی ان کا کہنا ہے کہ ہمیں ابن اسحاق نے انہوں نے ثور بن یزید حمصی سے انہوں نے محمد بن عبید بن ابی صالح سے روایت کیا جو ''ایلیا کے رہنے والے تھے ان کا کہنا ہے کہ میں عدی بن عدی کندی کے ساتھ گھر سے نکلا حتی کہ ہم مکہ مکرمہ پہنچے محمد بن عبید بن ابی صالح کہتے ہیں کہ مجھے انہوں نے حضرت صفیہ بنت شیبہ کی طرف بھیجا حضرت صفیہ نے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا) سے حدیث انور یاد کر رکھی تھی حضرت صفیہ فرماتی ہیں کہ میں نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ آپ فرماتی تھیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ نہ ہی غلاق میں دی گئی طلاق ہوتی ہے اور نہ ہی آزاد کیا گیا غلام آزاد ہوتا ہے'' امام

(۱) سنن ابی داؤد کتاب الطلاق رقم الحدیث (۲۱۹۳) ۔ سنن ابن ماجه کتاب الطلاق رقم الحدیث (۲۰٤٦)۔ مسند امام احمد رقم الحدیث (۲٦۳٦۰) ۔ السنن الکبری للبیهقی ۱۰/٦۱،۷/۳۵۷_۳۵۵ ۔مصنف ابن ابی شیبة کتاب الطلاق باب من لم یر طلاق المُکره شیأ رقم الحدیث (۱۲) ۔ مسند ابی یعلی رقم الحدیث (٤٤٤٤۔ ٤۵۷۰) ۔ شرح مشکل الآثار رقم الحدیث (٦۵۵) ۔ سنن دارقطنی ، کتاب الطلاق والخلع رقم الحدیث (۳۹۲۳،۲۹۲۲) ۔ المستدرك للحاکم کتاب الطلاق رقم الحدیث (۲۸۰۳،۲۸۰۲) ۔ السنن الصغیر للبیهقی رقم الحدیث (۲٦۸۸) ۔ معرفة السنن والآثار للبیهقی رقم الحدیث (۱٤۸۰۹) التاریخ الکبیر للبخاری (۱۷۲/۱،۱۷۱) ۔ علل ابن ابی حاتم رقم الحدیث (۱۲۹۲) ۔۔

ابوداؤد فرماتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ اغلاق سے مراد غضب ہے''۔

حدیث انور آپ نے ملاحظہ فرمائی ۔ مفتی صاحب کا تمام تر زور استدلال ۔ امام ابوداؤد کے اس قول سے ہے کہ:

"أَظُنُّهُ فِي الْغَضَبِ"

''میرا گمان ہے کہ غصہ میں دی گئی طلاق مراد ہے''

ایک بات کو تو یہ پیش نظر رکھیں کہ یہ حدیث شریف کے الفاظ نہیں ہیں بلکہ امام ابوداؤد کی اپنی ذاتی رائے ہے جبکہ دیگر کثیر آئمہ کی رائے یہ ہے کہ اغلاق سے مراد غضب نہیں بلکہ اکراہ ہے (اکراہ سے مراد کسی کو مجبور کرنا ہے) غصہ میں دی گئی طلاق کا نہ ہونا امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ اور انکے ماننے والوں اور انکی فقہ پر عمل کرنے والوں کا مسلک ہرگز نہیں ہے ۔اگر مفتی صاحب:

﴿ أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلٰهَهُ هَوَاهُ ﴾ (۱)

''کیا آپ نے اس شخص کو نہیں دیکھا جس نے اپنی خواہشات کو اپنا معبود بنا رکھا ہے''

کا مصداق نہ بنتے اور کم از کم اس حدیث شریف کا حاشیہ ہی ملاحظہ کر لیتے تو گمراہی سے محفوظ ہو جاتے ۔

حاشیہ نمبر۵ پر لکھتے ہیں:

"عَلٰی غِلَاقٍ (الخ)" أَیْ فِی حَالَةِ الْغَضَبِ هٰکَذَا فِی کَثِیْرٍ مِنَ النُّسَخِ وَفِی بَعْضِهَا عَلٰی غَلْطٍ فَالْمَعْنٰی یُخَافُ عَلَیْهِ الْغَلَطُ وَهِیَ فِی حَالَةِ الْغَضَبِ وَالْأَقْرَبُ أَنَّهُ

(۱) القرآن الحکیم سورة الفرقان : ٤۳ ۔۔

غَلَطٌ وَالصَّوَابُ غَيْظٌ ثُمَّ الطَّلَاقُ فِي غَيْظٍ وَاقِعٌ عِنْدَ الْجُمْهُوْرِ وَ فِي رِوَايَةٍ عَنِ الْحَنَابِلَةِ اَنَّهٗ لَا يَقَعُ ۔(۱)

یعنی غیظا (غصہ کی حالت) ابوداؤد کے نسخوں میں زیادہ نے غضب کا لفظ ہی لکھا اور بعض نسخوں نے غلط کا لفظ لکھا یعنی غصہ کی حالت میں غلطی کا احتمال ہے لیکن یہ قول درست نہیں بلکہ لفظ غیظا ہی ہے۔ پھر جمہور علماء کا مسلک یہی ہے کہ ﴿غصہ میں دی گئی طلاق ہو جاتی ہے﴾۔ حنبلیوں (امام احمد بن حنبل کی فقہ پر عمل کرنے والے) کے ہاں نہیں ہوتی۔

دوسرے محشی نے لکھا:

"ثُمَّ الطَّلَاقُ فِي غَيْظٍ وَاقِعٌ عِنْدَ الْجُمْهُوْرِ وَفِي رِوَايَةٍ عَنِ الْحَنَابِلَةِ اَنَّهٗ لَا يَقَعُ فِي غِلَاقٍ ۔ وَهُوَ الْاِكْرَاهُ اَخَذَ الْاَئِمَّةُ الثَّلٰثُ بِهٰذَا عِنْدَنَا قِيَاسًا عَلَى الْهَزَلِ"۔

یعنی غصہ میں دی گئی طلاق ہو جاتی ہے یہی جمہور آئمہ کا مسلک ہے حنبلی کہتے ہیں کہ غلاق میں طلاق نہیں ہوئی جبکہ غلاق کا معنی اکراہ ہے آئمہ ثلٰثہ تینوں باقی امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام مدینہ مالک علیہم الرحمہ کا یہی مسلک ہے کہ یہ حضرات ہزل پر قیاس کرتے ہیں۔ (ہزل مذاق کے طور پر طلاق دینے کو کہتے ہیں)۔

اس پر مختلف آئمہ محدثین کی رائے ملاحظہ فرمائیں۔

مشکوٰۃ شریف میں ہے:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ

(۱) ابوداؤد صفحہ ۲۹۸ حاشیہ نمبر ۵ مطبوعہ کراچی۔۔

لَا طَلَاقَ وَلَا عِتَاقَ فِي غِلَاقٍ رَوَاهُ ابو دَاوٗدَ وَ ابن مَاجة قِيْلَ مَعْنَى الْاِغْلَاقِ الْاِكْرَاهُ ۔(۱)

ترجمہ: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے سنا اغلاق میں دی گئی نہ طلاق ہوتی ہے اور نہ ہی غلام آزاد ہوتا ہے "اغلاق کا معنی اکراہ ہے"

اوپر ذکر کردہ مشکوٰۃ میں نقل کی گئی حدیث شریف کی شرح میں احناف کے جلیل القدر محدث ملا علی قاری رحمہ الباری تحریر فرماتے ہیں:

"(فِي الْاِغْلَاقِ)" بِكَسْرِ الْهَمْزَةِ اَيِ الْاِكْرَاهُ بِهٖ اَخَذَ مَنْ لَّمْ يُوْقِعِ الطَّلَاقَ وَالْعِتَاقَ مِنَ الْمُكْرَهِ وَ هُوَ مَالِكٌ وَالشَّافِعِيُّ وَ اَحْمَدُ وَ عِنْدَنَا يَصِحُّ طَلَاقُهٗ ، اِعْتَاقُهٗ ، وَنِكَاحُهٗ قِيَاسًا عَلٰى صِحَّتِهَا مَعَ الْهَزَلِ كَذَا فِي شَرْحِ الْوِقَايَةِ ۔ (۲)

رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْحَاكِمُ وَ قِيْلَ مَعْنَى الْاِغْلَاقِ (الْاِكْرَاهُ) قَالَ الطِّيْبِيُّ وَ عِنْدَ اَبِيْ دَاوٗدَ فِي اِغْلَاقٍ اَظُنُّهُ الْغَضَبَ قَالَ الْمُنْذِرِيُّ الْمَحْفُوْظُ "لَا غِلَاقَ" وَ فَسَّرَهٗ بِالْاِكْرَاهِ لِاَنَّ الْمُكْرَهَ يُغْلَقُ عَلَيْهِ اَمْرُهٗ وَ يُضَيَّقُ عَلَيْهِ فِي تَصَرُّفِهٖ كَمَا يُغْلَقُ الْبَابُ عَلَى الْاِنْسَانِ"۔

(۱) مشکوٰۃ شریف کتاب الطلاق صفحہ: ۲۸۴ مطبع مجتبائی دہلی ۔۔

(۲) رواہ ابو داؤد و ابن ماجہ ۔۔

یعنی اغلاق کا لفظ ہمزہ کی زیر کے ساتھ پڑھا جائے اس کا معنی اکراہ یعنی زبردستی ہے اور یہی معنی ان احباب نے کیا ہے جنہوں نے حالت اکراہ (جبر) میں دی گئی طلاق اور اعتاق واقع ہونا قرار نہیں دیا امام مالک امام شافعی اور امام احمد بن حنبل یہی معنی اغلاق کا یعنی اکراہ لیتے ہیں اور کہتے ہیں (کہ مکرہ) کی طلاق نہیں ہوتی۔ ہمارے (احناف) کے ہاں مکرہ (مجبور کئے گئے) کی طلاق اور عتاق دونوں ہی ہو جاتے ہیں۔ (ہمارے ادلہ میں دوسری احادیث کے علاوہ ہزل ٹھٹھے میں دی گئی طلاق اور عتاق دونوں ہی ہو جاتے ہیں۔ (ہمارے ادلہ میں دوسری حدیث کے علاوہ (ٹھٹھے میں دی گئی طلاق) پر قیاس بھی کیا گیا ہے۔ ایسے ہی شرح وقایہ نے لکھا ایک روایت یہ ہے اغلاق کا معنی الاکراہ ہے طیبی نے فرمایا کہ ابوداؤد کے ہاں اغلاق سے مراد غضب یعنی غصہ ہے منذری نے لکھا لفظ جو محفوظ ملا وہ اغلاق ہے۔ طیبی نے فرمایا کہ ابوداؤد کے ہاں اغلاق سے مراد غضب یعنی غصہ ہے۔ اور اغلاق کی تفسیر ''الاکراہ'' سے کی گئی اس لئے کہ اکراہ میں اس مکرہ کے اختیار کو بند کر دیا جاتا ہے اور اسکے تصرفات بند ہو کر رہ جاتے ہیں جیسے کسی پر گھر کا دروازہ بند کر دیا جاتا تو اور اغلاق کا لغوی معنی بند کرنا ہوا۔ انتہی۔

دیگر احباب محدثین کی رائے بھی انشاء اللہ عرض کرونگا۔ مگر ان سے پہلے قارئین چند اور باتیں ملاحظہ کرتے چلیں۔ اس حدیث گرامی سے مفتی صاحب کا ایک اس وجہ سے اپنے مسلک پر استدلال درست نہیں کہ جمہور کا قول ''اغلاق'' سے الاکرہ ہے کہ

غضب مراد لینا وہ صرف اور صرف امام ابوداؤد کا اپنا گمان ہے۔ اور اصول نمبر ۵ بیان ہوا کہ جب لفظ کثیر معانی پر بولا جائے تو معنی جمہور والا لیا جائیگا۔

دوسری بات جب لفظ اغلاق میں کئی احتمال ٹھہرے تو لفظ محتملہ سے احکام کا استدلال درست نہیں رہتا۔ اسے آئمہ اصول ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں

"إِذَا جَاءَ الْاِحْتِمَالُ بَطَلَ الْاِسْتِدْلَالُ"

''یعنی جب لفظ میں کئی معانی کا احتمال ہو تو استدلال کرنا باطل ہے''

کیوں کہ عین ممکن جس معنی کو لے کر حکم بیان کیا جا رہا ہے وہ مراد ہی نہ ہو بلکہ دوسرا معنی مراد ہو۔

جرح وتعدیل کے اعتبار سے حدیث ابو داؤد :

تیسرے اس حدیث سے غصہ میں دی گئی طلاق عدم وقوع طلاق کا پر حکم اس لئے درست نہیں کہ اس کی سند میں محمد بن عبید اللہ بن ابی صالح ہے یہ ضعیف تھا اس طرح یہ حدیث ضعیف ٹھری۔ ضعیف حدیث سے احکام کا استدلال درست نہیں ہوتا۔ آئمہ جرح وتعدیل کی رائے محمد بن عبید بن ابی صالح ملاحظہ فرمائیں:

(ا)

واخرجه ابن ماجه ایضاً فی اسناده محمد بن عبید بن ابی صالح المکی "وهو ضعيف"۔(۱)

ابن ماجہ نے بھی ابوداؤد والی اس حدیث کو نقل کیا۔ اور اس کی سند میں محمد بن عبید بن ابی صالح ہے اور وہ ضعیف ہے۔

(۱) شرح ابن جوزی (لابی داؤد جلد:۳ صفحہ:۱۱۷، ۱۱٤ بیروت)۔

(ب)

المستدرك على الصحيحين میں حدیث کی سند کے ذکر کرنے کے بعد لکھا:

"فقالت حدثنی عائشہ رضی اللہ عنہا انہا سمعت رسول اللہ ﷺ یقول لاطلاق و لا عتاق فی الاغلاق ھذا حدیث صحیح علی شرط مسلم ولم یخرجا وقال الذھبی محمد بن عبید لم یحتج بہ مسلم وقال ابو حاتم ضعیف"۔ (۱)

یعنی رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اغلاق والے کی نہ طلاق ہوتی ہے اور نہ ہی اعتاق (یعنی غلام آزاد کرنا) یہ حدیث مسلم کی شرائط پر پوری اترتی تھی مگر نہ تو اسے بخاری شریف نے نقل کیا اور نہ ہی مسلم شریف نے اور امام ذہبی نے لکھا کہ مسلم شریف نے محمد بن عبید سے کوئی حدیث نہیں لی اور ابو حاتم نے کہا کہ محمد بن عبید بن ابی صالح ضعیف ہے۔

حدیث نمبر ۲۸۰۳ میں ایک اور سند کے ساتھ حدیث نقل کی وہ ثور بن یزید سے ہے مگر اس میں نعیم پڑتا ہے اس کے بارے میں ذہبی لکھتے ہیں۔" و نعیم من المناکیر" اس روایت کو نقل کرنے والا نعیم منکر الحدیث ہے۔

کسی بھی حدیث کی صحت کا معیار اس کے راوی کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ جب

(۱) المستدرك على الصحيحين لحافظ ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم نیشا پوری صفحہ ۱۰۰ حدیث ۲۸۰۲ '۲۸۰۳ مطبوعہ ریاض۔۔

راوی ضعیف ہوگا تو روایت کردہ حدیث بھی ضعیف کہلائے گی اس کے پھر بہت سے درجے ہیں اور اگر راوی منکر ہوگا تو حدیث بھی منکر ہوگی۔ مفتی صاحب اس سے بے خبر نہیں مگر ان کے استاد گرامی کا ارشاد نقل کر رہا ہوں تا کہ شاید غیرت جاگ اٹھے۔

حدیث ضعیف:

''وہ حدیث ہے جسکے رواۃ (راوی) میں صفات معتبرہ فی الصحیح والحسن سب یا بعض نہ پائی جائیں اور شذوذ یا نکارت (منکر ہونا) کی وجہ سے اس راوی کی مذمت کی گئی ہو''۔ (۱)

حدیث منکر:

''اگر ضعیف راوی نے قوی راوی کے خلاف روایت کی تو اس کی حدیث کو منکر کہتے ہیں''۔ (۲)

اور ملاحظہ فرمائیں:

اغلاق کے بارے میں شارح بخاری کی رائے :

فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ہے:

"وقال ابن المرابط الاغلاق حرج النفس ولیس کل من وقع لہ فارق عقلہ ولو جاز عدم وقوع طلاق الغضبان لکان لکل احد ان یقول فیما جناہ کنت غضبان"۔ (۳)

(۱) مقالات کاظمی حصہ اول صفحہ ۲۲۷ مطبوعہ مرکب حنفیہ لاہور۔۔ (۲) حوالہ ایضاً۔۔

(۳) فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد:۹ صفحہ ۱۸۷ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

یعنی ابن مرابط نے کہا کہ اغلاق۔ جرح نفس کا نام اور یہ ہرگز ایسا نہیں
کہ جس کے لئے ذہنی کوفت ہو اس کی عقل جاتی رہے اور اگر غصہ کی وجہ
سے کہہ دیں کہ طلاق نہ ہوتی تو ہر آدمی طلاق دے کر کہہ دے گا کہ میں
غصہ میں تھا۔ پھر لکھا:

"واراد بذلك الرد على من ذهب الى ان الطلاق فى
الغضب لايقع وهو مروى عن بعض متاخرى الحنابلة
ولولم يوجد احد من متقدميهم الا مااشار اليه ابوداؤد
واليه ذهب اهل العراق فليس بمعروف عن الحنفية
معناه النهى عن ايقاع الطلاق الشرعى مطلقاً المراد
النفى عن فعله لاالنفى لحكمه"۔(۱)

''اس سے مقصد ان لوگوں کا رد کرنا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ غصہ میں طلاق
نہیں ہوتی اور یہ مسلک بعض متاخرین حنبلیوں سے منقول ہے اگرچہ
پہلے حنبلیوں سے یہ مسلک منقول نہیں صرف متقدمین سے، ابوداؤد
سے منقول ہے۔ احناف سے یہ مسلک نہیں ملتا۔"

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اغلاق کا معنٰی غصہ لینا بعض حنبلیوں کا مسلک ہے اور وہ
بھی متاخرین کا جس کی طرف امام ابوداؤد نے اشارہ کیا احناف اس کے قائل نہیں۔ ایک
اغلاق کا معنٰی تین طلاقیں بیک دینے سے روکنا بھی ہے مگر یہ معنٰی نہیں کہ دے دیں تو نہ
ہوئیں بلکہ ہو جائیں گی۔

(۲)فتح الباری جلد: ۹ صفحہ ۴۸۷ ۔۔

امام بخاری کے عنوان اغلاق پر علّامہ بدرالدّین عینی کی رائے:

عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں امام بخاری کے اغلاق کے بارے میں قائم
کردہ عنوان کی تشریح میں علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: امام بخاری علیہ الرحمہ نے عنوان
قائم کیا:

"باب الطلاق فى الاغلاق والكره والسكران
والمجنون والغلط والنسيان فى الطلاق والشرك
وغيره"

اس پر بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

اى هذا باب فى بيان حكم الاغلاق اى الاكراه لان
المكره يغلق عليه فى امره وذكر الفارسى فى كتابه
مجمع الغرائب قول من قال الاغلاق الغضب قال هذا
غلط لان اكثر طلاق الناس فى الغضب انما
هوالاكراه۔ (۱)

''ترجمہ امام بخاری علیہ الرحمہ کے مذکورہ عنوان کی توضیح میں لکھا یعنی یہ
باب اغلاق کے حکم بیان کرنے میں ہے یعنی اغلاق کا معنٰی اکراہ
(مجبور کرنا) ہے اس لیے مکرہ پر اس کے امر کو بند کر دیا جاتا ہے۔

(۱)عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری جلد: ۲ صفحہ: ۲۰۰ مطبوعہ بیروت لبنان۔

اغلاق کے بارے علامہ فارسی کی رائے:

علامہ فارسی نے اپنی کتاب "مجمع الغرائب" میں لکھا کہ جس شخص نے اغلاق کا معنی غصہ لکھا اس نے غلط لکھا اس لیے کہ طلاق اکثر ہوتی ہی غصہ میں ہے اغلاق سے مراد اکراہ ہے۔ بحث کے آخر میں لکھا:

"واما حکم الطلاق فی الغضب فانّه یقع "(۱)

"یعنی غصہ میں دی گئی طلاق کا حکم یہ ہے کہ وہ ہو جاتی ہے"

(۱)مجمع الغرائب صفحہ: ۲۵۱ جلد ۲ مطبوعہ بیروت ..

ابوداؤد شریف کے عنوان اور روایت پر کچھ مزید "تبصرے"

" باب فی الطلاق علی غلط "

وفی بعض النسخ علی غیظ بدل علی غلط ونقل فی الحاشیة عن فتح الودود فی حالة الغضب وهكذا فی كثير من النسخ و فی بعضها علی غلط فالمعنٰی فی حالة يخاف عليه الغلط وهی حالة الغضب والاقرب انه غلط والصواب غیظ ثم الطلاق علیٰ غیظ واقع عند الجمهور وفی رواية عن الحنابلة انه لایقع والظاهر انه المختار المصنف رحمة اللّٰه تعالی۔(۱)

یعنی عنوان میں بعض نسخوں میں غلط کی جگہ غیظ لکھا ہے۔ فتح ودود کے حاشیہ میں ہے "فی حالۃ الغضب" ایسے ہی دوسرے نسخوں میں بھی یہی مذکورہ ہے البتہ بعض نے "علی غلط" کا ذکر ہے اس وقت معنٰی یہ ہوگا ایسی حالت جس میں غلطی کا ڈر ہو اور وہ غصہ کی حالت ہے۔ درست یہی ہے کہ عنوان میں لفظ غیظ ہی ہے۔

پھر مسئلہ یہ ہے کہ غصہ کی حالت میں دی گئی طلاق جمہور آئمہ کے ہاں ہو جاتی ہے ایک روایتِ بعض حنابلہ سے ہے کہ غصہ میں طلاق نہیں ہوتی۔

(۱) بذل المجهود فی حل ابی داؤد جلد ۵ صفحه: ۲۸۰،۲۸۱،۲۸۲ ..

خلاصہ یہ کہ غصہ میں دی گئی طلاق کا نہ ہونا حنبلیوں کا مذہب ہے امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ اور ان کے ماننے والوں کا مذہب یہی ہے کہ غصہ میں دی گئی طلاق ہو جاتی ہے۔

حدیثِ ابو داؤد کے بارے میں ابو حاتم کی رائے :

صفحہ ۲۸۱ پر حدیث نقل کی اور شرح میں لکھا:

"وقال ابو حاتم :ضعيف الحديث"

اس میں ابوحاتم نے محمد بن عبید بن ابی صالح کو ضعیف قرار دیا

صفحہ ۲۸۲ پر لکھا ہے:

"قولـه فـى اغـلاق بـكسـر الهـمـزة وسكون العين المعجمة وَاٰخِرهُ قاف فسره علماء بالاكراه۔"

یعنی اغلاق سے مراد "اکراہ" ہے ابن ماجہ نے بھی حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا اور اس میں محمد بن عبید بن ابی صالح کی بجائے عبید بن ابی صالح لکھا جس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ یہ ابن ماجہ کا وہم ہے اصل روائیت محمد بن عبید سے ہے نہ کہ عبید بن ابی صالح سے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی کی رائے :

تہذیب التہذیب میں ابن حجر عسقلانی نے لکھا:

"قال ابو حاتم "ضعيف الحديث" ۔(۱)

"ابوحاتم نے اس سند کے محمد بن عبید بن ابی صالح کو ضعیف لکھا"

(۱) تهذيب التهذيب جلد: ۹ صفحه: ۲۹۳ مطبوعه عبدالتواب اكيڈمی ملتان۔۔

تکملہ ابو داؤد فتح الملک کی رائے :

فتح الملک المعبود تکملہ شرح سنن ابی داؤد میں لکھا: (۱)

پہلے تو مع سند کے پوری حدیث شریف کو نقل کیا پھر شرح میں لکھا:

رواه محمد بن عبيد بن ابى صالح المكى روى عن صفية بنت شيبه وعدى بن عدى الكندى ومجاهد بن جبير وعنه ثور بن يزيد الحمصى و عبيد الله بن ابى جعفر المصرى قال ابو حاتم ضعيف الحديث ،

اس میں بھی ابو حاتم کے حوالہ سے محمد بن عبیداللہ بن ابی صالح کو ضعیف الحدیث لکھا۔

"(الطلاق والاعتاق فى اغلاق) هكذا باثبات الهمزه المكسورة فى اكثر النسخ وفى بعضها فى غلاق بدون الهمزة و "لا" نافيه و قيل النفى فيه بمعنى النهى والاغلاق الاكراه لانه اذا اكره أُغلِقَ عليه رايه وقيل الاغلاق معناه الغضب كما اشار الى ذالك المصنف بعد بقوله الغلاق اظنّه، الغضب وحكى البيهقى انه روى على الوجهين الاكراه والغضب فان كانت الراوية بغير الف هى الراجحة فهو الاغلاق (قال)

(۱) فتح الملك المعبود تكمله شرح سنن ابى داؤد جلد: ٤ صفحه: ۱۱۸،۱۱۷،۱۱٦ مكتبه اسلاميه رياض۔۔

المطرزی قولهم ایاك والغلق ای الضجر والغضب ۔
ورد الفارسی علی من قال الاغلاق الغضب و غلط
فی ذالك وقال ان طلاق الناس غالباً انما هو فی حالة
الغضب افاده الحافظ فالراجح ان المراد من الاغلاق
الاکراه"۔

''الطلاق والاعتاق فی اغلاق"۔ ہمزہ کی زیر کے ساتھ اکثر نسخوں میں
آیا (اغلاق) اور بعض نسخوں میں ''غلاق'' ہمزہ کے بغیر بھی آیا۔
لاطلاق میں ''لا'' نافیہ ہے اور بمعنٰی نہی ہے (یعنی تین طلاقیں بیک
وقت مت دو) اور اغلاق کا معنٰی اکراہ (جبر) ہے۔اس لئے کہ اکراہ کی
صورت میں آدمی کو اپنی رائے دینی دشوار ہوتی ہے رائے بند ہوجاتی
ہے۔بعض حضرات کہتے ہیں الاغلاق کا معنٰی غضب (غصہ) ہے جیسا
کہ مصنف (امام ابوداود) نے اپنی رائے کا اظہار کیا ہے امام بیہقی نے
بھی یہ دونوں معنٰی بیان کیے ہیں۔ اکراہ بھی، غضب بھی، اس کے بعد
مطرزی کا قول ذکر کیا۔ علامہ فارسی نے اغلاق سے غضب مراد لینے
والوں کا رد کیا اور اسے غلط قرار دیا اور لکھا کہ لوگوں کا طلاق دیا جانا اکثر
وبیشتر حالت غصہ ہی میں ہوتا ہے"۔

علامہ بدرالدین عینی کی غصہ میں دی گئی طلاق کے بارے مسلک:

عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں علامہ بدرالدین عینی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

"واما حکم الطلاق فی الغضب فانه یقع "(۱)
''غصہ میں دی گئی طلاق کا حکم یہ ہے کہ طلاق ہوجاتی ہے"

امام ذہبی کا قول ذکر ہوا کہ امام مسلم بن حجاج قشیری علیہ الرحمہ نے محمد بن
عبداللہ بن ابی صالح سے کوئی حدیث اپنی کتاب میں ذکر ہی نہیں کی (چہ جائیکہ وہ اغلاق
والی حدیث ذکر کرتے) اور امام بخاری علیہ الرحمہ کا معیار ذکر حدیث تو اس سے بھی سخت
ہے اور "مستدرك علی الصحیحین" کے حوالہ سے پہلے ذکر کیا جاچکا نہ تو امام
بخاری نے اور نہ امام مسلم نے اس حدیث کو اپنی اپنی کتابوں میں ذکر کیا۔ بخاری شریف
اور مسلم شریف کے شارحین نے اغلاق کی بحث میں اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

یہ کس قدر بددیانتی اور خیانت مجرمانہ ہے کہ حدیث کو جہاں ابوداود نے ذکر کیا
وہاں ان جلیل القدر آئمہ کی طرف نسبت کردی کہ انہوں نے بھی بخاری ومسلم میں ذکر کیا
۔ اگر مفتی لاہوری بخاری اور مسلم سے حدیث ابوداود کو نکال دکھائیں تو میں اپنی حلال
کمائی سے انہیں (1/4 1) سوا روپیہ بطور انعام پیش کروں گا۔

بخاری شریف میں محشی کی ذکر کردہ حدیث یقیناً اطمینان کا باعث ہوگی ملاحظہ فرمائیں:

"ذکر ابن ابی شیبه من طریق نافع ان الحجر بن
عبدالرحمٰن طلق امرأته ان کان معتوه فامرها ابن عمر
بالعدة فقیل له انه معتوه قال انی لا اسمع اللّٰه استثنی
المعتوه طلاقًا ولا غیره" ۔ (۲)

(۱) عمدة القاری شرح صحیح بخاری جلد: ۲ صفحه: ۲۵۱ ۔۔

(۲) بخاری شریف جلد:۲ حاشیه : ٥ صفحه : ۷۹٤ مصنف ابن ابی شیبه کتاب
الطلاق باب ما قالوا فی طلاق المعتوه رقم الحدیث (٤) ۔۔

"یعنی جحر بن عبدالرحمٰن نے اپنی اہلیہ کو طلاق دی اور یہ معتوہ تھے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ابن عبدالرحمٰن کی اہلیہ کو عدۃ گزارنے کا حکم دیا (طلاق کے واقع ہونے پر فتویٰ دیا) اور ساتھ ہی فرمایا میری شنید میں نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے معتوہ کی دی ہوئی طلاق کو مستثنیٰ قرار دے کر کہا ہو کہ معتوہ کی طلاق نہ ہوگی"۔

یہ مسئلہ اس لیے ذکر کیا کہ حنبلی حضرات کا مسلک اختیار کرتے ہوئے مفتی صاحب نے معتوہ کو غصہ زدہ قرار دے کر لکھا اس کی طلاق نہیں ہوتی۔

خلط مبحث:

ابوداؤد شریف کی حدیث کے ضمن میں ایک اور بات سامنے آئی کہ غصہ میں دی گئی طلاق کا وقوع نہ ہونا یا احناف کا مذہب نہیں بلکہ حنابلہ (یعنی امام احمد بن حنبل کے ماننے والوں) کا ہے۔ اسی کو خلط مبحث کرتے ہوئے غصہ کی قسمیں بنا ڈالیں آیئے ہم اس کا جائزہ لیں:

حافظ ابن قیم کی غصہ کی اقسام پر بحث:

القواعد الفقہیہ صفحہ ۱۴۰ پر ہے:

"وجعله ابن القيم الحنبلي على ثلثة اقسام احدها ان يحصل له مبادي الغضب بحيث لا يتغيره عقله ويعلم مايقول و يقصد والثاني ان يبلغ النهاية فلا يعلم مايقول فلا يريد والثالث المتوسط بين الاثنين"۔

"یعنی ابن قیم حنبلی (جو ابن تیمیہ کے شاگرد ہیں) نے غصہ کی تین

قسمیں کیں ہیں پہلی قسم یہ ہے کہ غصہ کی مبادیات پائی جائیں اس طرح کہ نہ تو عقل پر اثر پڑے اور یہ بھی جانے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے دوسری قسم یہ ہے کہ غصہ اپنی شدت کے ساتھ انتہا کو پہنچا ہو اور اسے معلوم نہ ہو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے تیسری قسم یہ ہے کہ پہلے اور دوسرے درجہ کے درمیانی شکل ہو"۔

ابن قیم نے حنبلیوں کا مسلک ظاہر کیا کہ غصہ کی پہلی صورت میں طلاق ہو جاتی ہے دوسری قسم میں نہیں ہوتی اور تیسری جو درمیانی ہے اس میں بھی نہیں ہوتی (اسے مفتی احب نے معتوہ سے تعبیر کر کے احکام بیان کئے) اور یہ ہمارا یعنی احناف کا مذہب ہے نہیں خالصتاً حنبلیوں کا مذہب ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

ردالمحتار علی درمختار میں حضرت علامہ ابن عابدین علیہ الرحمہ ابن قیم کی عبارت ل کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"وللحافظ ابن القيم الحنبلي رسالة في طلاق الغضبان قال فيها انه على ثلثة اقسام احدها ان يحصل له مبادي الغضب بحيث لا يتغير عقله ويعلم مايقول ويقصد وهذا لا اشكال فيه الثاني ان يبلغ النهاية فلا يعلم ما يقول ولا يريده فهذا لا ريب انه لا ينفذ شيء من اقواله ـ الثالث من توسط بين المرتبتين بحيث لم يصير كالمجنون فهذا محل النظر والادلة تدل على عدم نفوذ اقواله الخ۔ ملخصًا من شرح الغاية الحنبلية

لکن اشار فی الغایة الی مخالفتہ فی الثالث حیث قال و یقع طلاق من غضب خلافًا لابن القیم ھذا الموافق عند نا لمامر (الخ)۔ (۱)

''یعنی حافظ ابن قیم حنبلی نے غصہ میں دی گئی طلاق کے بارے میں ایک رسالہ لکھا اور اس میں کہا کہ غصہ کی تین قسمیں ہیں پہلی یہ کہ ابھی غصہ کے مبادیات ہی پائے جارہی تھیں نہ تو عقل پر کوئی اثر پڑا اور ساتھ ہی ساتھ وہ جانتا بھی تھا کہ کیا کہہ رہا ہے اور اس کا ارادہ بھی تھا۔ اس صورت میں (دی گئی طلاق کے وقوع میں) کوئی اشکال نہیں دوسری صورت یہ کہ غصہ انتہاء کو اس طرح پہنچا کہ نہیں جانتا کیا کہہ رہا ہے کیا کررہا ہے (دیوانگی) اس صورت میں دی گئی طلاق کے نہ ہونے میں کوئی شک نہیں۔ تیسری صورت درمیانی نہ تو دیوانگی مگر دیوانوں کی سی صورت یہ مختلف فیہ ہے''۔

دلائل چاہتے ہیں کہ طلاق نہ ہو۔ لیکن خود ہی غایہ کے اندر ذکر کیا کہ اس تیسری صورت میں اختلاف ہے عبارت میں لکھا:

"ویقع طلاق من غضب خلافًا لابن القیم"

کہ غصہ میں دی گئی طلاق ہوجاتی ہے ابن قیم حنبلی اس سے اختلاف رکھتے ہیں۔ اس پر علامہ شامی لکھتے ہیں کہ ہمارا احناف کا یہی مسلک ہے (یعنی غصہ میں دی گئی طلاق ہوجاتی ہے) غور طلب بات یہ ہے کہ ابن عابدین علیہ الرحمہ احناف کا مسلک و مذہب بیان بھی کررہے ہیں اور ابن قیم حنبلی سے اپنا اختلاف بھی ذکر کررہے ہیں نہ معلوم

(۱) رد المحتار علی در مختار جلد: ۲ صفحہ: ۴۶۳۔۔

مفتی صاحب کو یہ کیوں نظر نہ آیا اور اس تیسری قسم کو معتوہ قرار دے کر لکھ دیا کہ طلاق نہ ہوگی۔ فقہاء کی تصریحات موجود ہیں کہ سکران وغضبان والے کسی پر تہمت لگائیں تو ان پر حد لگے گی اگر کسی کو قتل کردیں تو حداً قتل کیے جائیں گے۔ اگر غصہ والا دیوانہ ٹھہرے تو دیوانہ پر نہ حد ہے اور نہ ہی اس سے قصاص ہے مؤطا امام مالک میں ہے:

"مالك انه بلغه ان سعید بن المسیّب و سلیمان بن یسار سئلا عن طلاق السکران فقالا اذا اطلق السکران جاز طلاقه وان قتل قُتل"۔(۱)

''سعید بن مسیب اور سلیمان بن یسار سے پوچھا گیا کہ سکران کے بارے میں کیا حکم ہے تو انہوں نے کہا کہ اگر طلاق دے دی تو ہوجائے گی اگر کسی کو قتل کردیا تو اس کے بدلہ میں اس کو بھی قتل کردیں گے''۔

کمال الدین ابن ہمام نے فتح القدیر کی جلد ثالث میں ایک اصول بیان کیا ملاحظہ ہو:

"لکن معلوم من کلیّات الشرعیة ان التصرفات لاتنعقد الا ممن له اھلیة التصرف و آدرناھا بالعقل والبلوغ خصوصًا ماھو دائر بین الضرر والنفع"۔

''شرعی ضابطہ یہ ہے کہ کسی بھی شخص کے تصرفات تب درست ہوں گے جب اس میں اہلیت ہو اور اہلیت عقل اور بلوغ سے ہے۔ تہمت لگانے پر حد لگنا اور کسی کو قتل پر قتل کیا جانا اہلیت تصرف کی دلیل ہے جب غصہ والا اہل ٹھہرا تو دی ہوئی طلاق کیوں نہ ہوگی''۔

(۱) موطا امام مالك كتاب الطلاق صفحه: ۵۲۹۔۔

حدیثِ ابوداؤد کی بحث سے حاصل ہونے والے نتائج:

مندرجہ بالا حدیث سے جو امور سامنے آئے وہ ذیل میں درج ہیں

نمبر ۱

حدیث شریف جسے امام ابوداؤد نے نقل فرمایا اور اغلاق کے بارے میں لکھا "اظنہ الغضب" یہ امام ابوداؤد کا اپنا گمان ہے الفاظ حدیث نہیں ہیں۔

نمبر ۲

حدیث شریف اپنی سند کے اعتبار سے ضعیف ہے اور حدیث ضعیف سے احکام کا استدلال درست نہیں ہوتا۔

نمبر ۳

اغلاق۔ کا معنیٰ اکراہ (غلق سے بند ہونا ارادے کا اظہار نہ ہونا) اور امام ابوداؤد کے ہاں غضب ہے۔ کثیر الوقوع معنیٰ کو ترجیح ہوتی ہے۔

نمبر ٤

اغلاق میں جب دونوں احتمال ہیں (اکراہ کا بھی اور غضب کا بھی) تو اصول "اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال" کے تحت غضب مراد لے کر حکم مرتب کرنا درست نہ ہوا۔

نمبر ٥

غصہ میں دی گئی طلاق کا نہ ہونا حنبلیوں کے ہاں ہے (وہ بھی متقدمین نہیں بلکہ متاخرین کے ہاں) احناف کے ہاں غصہ میں دی گئی طلاق ہو جاتی ہے۔

نمبر ٦

حدیث ابوداؤد کے بارے میں کہنا کہ اسے امام بخاری اور امام مسلم نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا یہ ان حضرات پر جھوٹ باندھنا ہے اس حدیث کا تذکرہ بخاری کی شروح نے کیا ہے نہ کہ بخاری شریف نے۔

نمبر ۷

مکلف احکام نہ ہونا تین افراد کے لئے ہے۔ بچہ، دیوانہ اور سونے والا جب تک نیند میں ہے۔ غصہ والا قتل کردے تو قتل کیا جائے گا۔ کسی پر تہمت لگادے تو حد لگے گی جس سے اس کے اقوال اور افعال کے اعتبار کئے جانے کا علم ہوا۔

نمبر ۸

دیوانے، بچے، اور سونے والے کی دی گئی طلاق نہیں ہوتی۔

حدیثِ ابوداؤد پر ایک خدشہ اور اس کا جواب:

حدیث ابوداؤد کے بارے میں ایک خدشہ ابھی باقی ہے اس کا حل بھی ذکر کرتے چلیں تا کہ ہر طرح سے چہ گوئی ختم ہو جائے۔

سوال یہ تھا کہ ابوحاتم نے محمد بن عبید بن ابی صالح کو ضعیف قرار دیا جبکہ ابن حبان نے محمد بن عبید بن ابی صالح کو ثقہ راویوں میں شمار کیا۔؟

جواباً عرض ہے کہ اولاً تو ابن حبان کا ثقہ قرار دینا چنداں مفید نہیں کیونکہ ہم عرض کر چکے ہیں کہ "اغلاق اظنہ الغضب" یہ الفاظ حدیث کے ہیں ہی نہیں لہٰذا تمام استدلال درست نہیں۔

دوسرا یہ اصول ہے کہ جب ایک راوی پر جرح ہوئی ہو اور دوسرے نے اسی

راوی کو عادل قرار دیا ہو تو جرح کو تعدیل پر ترجیح ہوتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ عادل ہونا اصل ہے۔ جب جرح وتنقید ہوئی تو کوئی نہ کوئی وجہ ہوگی (من جملہ وجوہ سے) جس کی وجہ سے اسے ضعیف قرار دیا۔ اس لئے جرح اولیٰ ٹھہری۔

حسامی مع شرح نامی میں ہے:

"وَقَالُوْا فِی الْجَرْحِ وَالتَّعْدِیْلِ اَنَّ الْجَرْحَ اَوْلٰی وَهُوَ الْمُثْبِتُ۔ (حسامی)، قَالُوْا فِی الْجَرْحِ وَالتَّعْدِیْلِ اِذَا تَعَارَضَا اَنَّ الْجَرْحَ اَوْلٰی مِنَ التَّعْدِیْلِ وَالْحَالُ هُوَ الْمُثْبِتُ لِاَنَّهُ یُثْبِتُ اَمْرًا عَارِضًا لِاَنَّ الْعَدَالَةَ اَمْرٌ اَصْلِیٌّ"۔(۱)

ترجمہ: آئمہ اصول نے کہا کہ جب جرح وتعدیل کی صورت سامنے آئے تو جرح اولیٰ ہے اس پر نامی شرح حسامی نے لکھا جرح اور تعدیل کا جب تعارض آجائے تو تعدیل کی نسبت جرح کو ترجیح دی جائے گی کیونکہ خلاف اصل قول بغیر کسی دلیل درست نہیں ہوتا۔

"المسلك الذكی كا تتمه الثواب الحلی"

"بَابُ اِذَا كَانَ الْمَاءُ قُلَّتَیْنِ الْحَدِیْثُ"

"وَلَا یَخْفٰی اَنَّ الْجَرْحَ مُقَدَّمٌ عَلَی التَّعْدِیْلِ كَمَا فِیْ نُخْبَةٍ"(۲)

"یعنی یہ امر کسی پر مخفی نہیں کہ جرح تعدیل پر مقدم ہے جیسا کہ نخبۃ

(۱) حسامی مع نامی صفحہ: ۱۶۱۔۔ (۲) حاشیہ ترمذی شریف صفحہ: ۱۔۔

الفکر میں ابن حجر عسقلانی نے ذکر فرمایا"

یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ جب حدیث ابوداؤد کے راوی محمد بن عبید بن ابی صالح کو ضعیف کہا گیا تو اب ابن حبان کی تعدیل چنداں معتبر نہ رہے گی اور حدیث ضعیف ہی قرار دی جائے گی۔ جس کی وجہ سے احکام کا استدلال درست نہ ہوگا۔

سنن سے ثبوت کہ غصہ میں طلاق ہو جاتی ہے:

اب آیئے! بات جہاں چھوڑی تھی وہاں سے پھر شروع کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کتاب اللہ سے دلائل کے بعد کہ سنت رسول اللہ بھی مقتضی ہے کہ غصہ میں دی گئی طلاق ہو جاتی ہے۔

نمبر ۱

صرف تین بندے ایسے ہیں جن کے قول وفعل پر حکم نہیں لگتا علاوہ تین پر حکم لاگو ہوتا ہے کہیں گے تو بھی حکم کی زد میں ہوں گے کریں گے تو بھی حکم لگے گا۔

نسائی شریف میں ہے:

"بَابُ مَنْ لَا یَقَعُ طَلَاقُهُ مِنَ الْاَزْوَاجِ"

عَنْ عَائِشَةَ (رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا) عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلٰثٍ عَنِ النَّائِمِ حَتّٰی یَسْتَیْقِظَ وَعَنِ الصَّغِیْرِ حَتّٰی یَكْبُرَ وَعَنِ الْمَجْنُوْنِ حَتّٰی یَعْقِلَ اَوْ یُفِیْقَ(۱)

(۱) سنن النسائی کتاب الطلاق رقم الحدیث (۳۴۳۲) ۔ بقیہ اگلے صفحے پر

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی کریم ﷺ سے روایت فرماتی ہیں کہ تین اشخاص سے قلم اٹھالیا گیا ہے (یعنی ان کے قول وفعل پر حکم نہیں لگتا) سونے والے سے جب تک بیدار نہ ہو جائے دوسرے بچے سے جب تک بالغ نہ ہو جائے اور دیوانے سے جب تک سمجھنے نہ لگ جائے دیوانگی سے افاقہ نہ ہو جائے۔

تنبیہ:

''غصہ والا ان تین میں شامل نہیں ہے لہذا اس کی دی ہوئی طلاق کا حکم دوسرا ہوگا۔''

نمبر۲

تین اشیاء ایسی ہیں کسی بھی حالت میں ایقاع ہو (ماسوا مستثنیٰ کے) ہو جاتی ہیں (۱) نکاح (۲) طلاق (۳) رجعت (طلاق رجعی سے رجوع)

"عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثَلَاثٌ جِدُّهُنَّ جِدٌّ وَهَزْلُهُنَّ جِدٌّ اَلنِّكَاحُ وَالطَّلَاقُ وَالرَّجْعَةُ" هٰذَا

سنن ابی داؤد کتاب الحدود رقم الحدیث (۴۳۹۸) ۔ سنن ابن ماجه کتاب الطلاق رقم الحدیث (۲۰۴۱) ۔ مسند امام احمد رقم الحدیث (۲۴۶۹۵، ۲۴۷۰۳، ۲۵۱۱۴) ۔ سنن الدارمی کتاب الحدود رقم الحدیث (۲۳۰۰) شرح معانی الآثار ۷۴/۲۔ شرح مشکل الآثار رقم الحدیث (۳۹۸۷) ۔ السنن الکبری للنسائی رقم الحدیث (۵۶۲۵) ۔ مسند ابی یعلی رقم الحدیث (۴۴۰۰)۔ المستدرك للحاکم کتاب البیوع رقم الحدیث (۲۳۵۰) ۔ صحیح ابن حبان رقم الحدیث (۱۴۲) ۔ السنن الکبری للبیهقی (۸۴/۶ـ۲۰۶، ۴۱/۸، ۴۱۷/۱۰)۔ شعب الایمان للبیهقی رقم الحدیث (۸۷) ۔۔

حَدِيْثٌ حَسَنٌ" ۔(۱)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین اشیاء قصداً ہوں تو بھی ہو جاتی ہیں یا ٹھٹھے مذاق میں تو بھی ہو جاتی ہیں۔ ایک نکاح، دوسرا طلاق، تیسرا رجوع کرنا۔

جد وهزل کی تعریف:

الجِد کی تعریف: "اَنْ يَّتَلَفَّظَ بِلَفْظٍ يُرِيْدُ اِيْقَاعَ حُكْمِهٖ"

''لفظ بول کر اس کے حکم کا واقع کرنا مقصود ہو''

الهَزْل کی تعریف: "اَنْ يَّتَلَفَّظَ بِلَفْظٍ لَا يُرِيْدُ اِيْقَاعَ حُكْمِهٖ"

''لفظ بولے مگر اس کا حکم لگانا نہ چاہتا ہو''

''الجِد اور الهَزْل کے لئے ضابطہ''

"اَنَّ كُلَّ تَصَرُّفٍ يَحْتَمِلُ (اِلْتِزَامُ تَصَرُّفٍ) فَفِيْهِ الْجِدُّ وَالْهَزْلُ سَوَاءٌ" ۔

''ہر وہ قول جس میں شی کو اپنے لئے لازم کرتا ہو اس میں جد اور ہزل کا حکم یکساں ہوتا ہے''

غور کیجئے! جب ہزل (مذاق) جس میں حکم کا ارادہ بھی نہیں ہوتا طلاق میں حکم جاری ہوگا یعنی مذاق میں دی گئی طلاق ہو جائے گی تو غصہ والا تو ارادہ ہی طلاق دینے کا کرتا ہے وہاں طلاق کیوں نہ ہوگی۔

(۱) سنن الترمذی کتاب الطلاق واللعان رقم الحدیث (۱۱۸۴) ۔ سنن ابی داؤد کتاب الطلاق رقم الحدیث (۲۱۹۴)۔ سنن ابن ماجه کتاب الطلاق رقم الحدیث (۲۰۳۹) ۔۔

نمبر ۳

امام بخاری علیہ الرحمہ نے بخاری شریف میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ذکر فرمائی:

"كُلُّ طَلَاقٍ جَائِزٌ إِلَّا طَلَاقَ الْمعتوه"۔ (۱)

"ہر طلاق ہو جاتی ہے (غصہ والا غیر غصہ والا برابر ہے) ہے ماسواہ دیوانے کے"

نمبر ٤

حضرت ابن ابی شیبہ نے اپنی مسند میں روایت کیا:

"عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تعالٰی عَنْهُمَا لَا يَجُوزُ طَلَاقُ الصَّبِيِّ وَالْمَجْنُونِ"۔ (۲)

یعنی بچے اور دیوانے کی دی ہوئی طلاق نہیں ہوتی۔ فتح القدیر نے ابن ابی شیبہ ہی کے حوالہ سے ذکر کیا:

"عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ كُلُّ طَلَاقٍ جَائِزٌ إِلَّا طَلَاقَ الْمَعْتُوهِ ۔ (۳)

(۱) صحیح البخاری کتاب الطلاق باب الطلاق فی الاغلاق والکرہ والسکران والمجنون وأمرهما الخ جلد: ۲ صفحہ: ۷۹٤۔۔(۲) مصنف ابن ابی شیبۃ کتاب الطلاق باب ماقالوا فی الصبی رقم الحدیث (۱)۔۔(۳) مصنف ابن ابی شیبۃ کتاب الطلاق باب ماقالوا فی طلاق المعتوہ رقم الحدیث (۱)۔، فتح القدیر جلد: ۳ صفحہ: ۳٤٦ مطبوعہ سکھر۔۔

"یعنی دی ہوئی ہر طلاق ہو جاتی ہے ماسواہ معتوہ کے"

یہ امر پیش نظر رہے کہ ابن عابدین نے عِتَہ (معتوہ)، برسام، مبرسم) دهش (المدهوش) کو جنون کی اقسام قرار دیا:

"فَإِنَّ الْجُنُونَ فُنُونٌ وَلِذَا فَسَّرَهُ فِی الْبَحْرِ بِاخْتِلَالِ الْعَقْلِ وَأَدْخَلَ فِيهِ الْعِتَهَ وَالْبِرْسَامَ وَالدَّهْشَ"۔ (۱)

"جنون کی اقسام ہیں اسی لئے بحر الرائق نے جنون کی تعریف اختلال عقل یعنی عقل میں خلل واقع ہونے سے کی اور معتوہ، البرسم اور مدہوش کو جنون کی اقسام ٹھہرایا"۔

احادیث میں جو آیا:

"كُلُّ طَلَاقٍ جَائِزٌ إِلَّا طَلَاقَ الْمَعْتُوهِ"

علت جنون دیوانگی ٹھہری نہ کہ غصہ۔ یہ ممکن ہے کہ غصہ من جملہ وجوہ جنون میں سے ایک بن جائے۔ معتوہ کی طلاق کا عدم وقوع بوجہ غصہ نہ ہوگا بلکہ عتہ یعنی جنون ہوگا۔ ہم آگے ان روایات کو لائیں گے کہ " اشد غضب "یعنی غصہ شدیدہ میں دی گئی طلاق کو رسول اللہ ﷺ نے جائز (واقع ہونے والی) قرار دیا اس لئے معتوہ کی دی گئی طلاق کو جائز نہ کیا گیا کہ جنون کی وجہ سے مرفوع القلم ٹھہرا غصہ کی وجہ سے نہیں۔

اس کیفیت کو ایک اور زاویہ سے ملاحظہ فرمالیں: جسے مفتی صاحب لاہوری نے خود اپنی کتاب کے صفحہ ۳ پر لکھا غصہ کی وجہ سے ہائی بلڈ پریشر، تبخیر معدہ ہوا اور عقل پر اثر پڑا اور معتوہ وہ ہے:

(۱) حاشیہ ردالمحتار علی درمختار جلد: ۲ صفحہ: ٤٦۳ مطبوعہ کوئٹہ۔۔

"هُوَ الْمَجْنُوْنُ الْمُصَابُ فِي عَقْلِهِ"

عقل پر اثر والا جب معتوہ ٹھہرا اور معتوہ مجنون اور مجنون کی طلاق اس لئے نہیں ہوتی کہ مرفوع القلم ہے نتیجہ یہ نکلا کہ غصہ والے کی طلاق نہیں ہوتی ۔ گویا "معتوہ" میں عتہ کی وجہ ہائی بلڈ پریشر اور ہائی بلڈ پریشر علت ٹھہرا عتہ کی اور معتوہ پاگل اور پاگل کی طلاق نہیں ہوتی ۔

غصہ طلاق کے لئے علۃ العلۃ ہے، نہ کہ علت :

معذرت کے ساتھ مفتی لاہوری صاحب کو مشورہ ہے کہ ہائی بلڈ پریشر اور تبخیر معدہ کی مرض بقول شاعام ہے ۔ مطب کھول لیجیے دین کے نام پر رقم بٹورنے اور عاقبت کی خرابی سے بچ کر علاج تبخیر معدہ کیجیے ہائی بلڈ پریشر کے نسخے تجویز کیجیے خوب کمایئے اور شہرت پایئے ۔

غصہ (غضب) علت ٹھہرا ہائی بلڈ پریشر کا ہائی بلڈ پریشر بقول مفتی صاحب علت ٹھہرا عتہ (معتوہ کے لئے) کا ۔ غصہ معتوہ کے لئے علۃ العلۃ (علت کی بھی علت) ہوا اور اصول یہ ہے حکم علت پر لگتا ہے علۃ العلۃ پر نہیں ملاحظہ ہو ایک جزی:

"(وَلَوْ زَالَ عَقْلُهُ بِالصُّدَاعِ) لِأَنَّ عِلَّةَ زَوَالِ الْعَقْلِ الصُّدَاعُ الشُّرْبُ عِلَّةُ الْعِلَّةِ وَالْحُكْمُ لَايُضَافُ إِلَى عِلَّةِ الْعِلَّةِ إِلَّا عِنْدَ عَدَمِ صَلَاحِيَةِ الْعِلَّةِ" ۔ (۱)

مسئلہ یہ ہے کہ کسی نے کوئی مشروب پیا جس سے سردرد ہوئی اور عقل زائل ہوئی ۔ شرب مشروب علۃ العلۃ ہے اور حکم علت کی طرف منسوب ہوتا ہے نہ کہ علۃ العلۃ

(۱) رد المحتار علی در مختار جلد: ۲ صفحہ: ۶۶۰ ۔۔

کی طرف ۔ غصہ علۃ العلۃ بنا پھر اس کی طرف حکم منسوب کرنا کیونکر درست ٹھہرے گا ۔ اس لئے معتوہ اور مجنون دونوں ایک ہونے کی وجہ سے مرفوع القلم اور حکم قول و فعل (بعض حال) سے خارج معتوہ زائل العقل صرف مار پٹائی اور گالم گلوچ نہیں کرتا جبکہ مجنون زائل العقل پٹائی اور گالم گلوچ کرتا ہے ۔ حدیث شریف میں معتوہ کو حکم سے خارج کرنا جنون کی وجہ سے ہے غصہ کی وجہ سے نہیں ۔

اہم بات یہ کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ حنبلیوں کے ہاں بقول ابن قیم غصہ سے طلاق نہیں ہوتی اس لئے انہوں نے تاویل غیر معقول کرنے کی کوشش کی احناف کو تو دلیل لایعنی کی ضرورت اس لئے نہیں ان کے ہاں اتفاقی مسئلہ ہے کہ غصہ والے کی دی ہوئی طلاق ہو جاتی ہے ۔ معتوہ کی طلاق اس لئے نہیں ہوتی کہ یہ از قسم جنون ہے ۔

ستم دیکھیے ! مفتی صاحب کہتے ہیں کہ سائل میرے پاس آیا اور کہہ رہا ہے کہ میں نے طلاق دے دی ۔ اور اقرار سے ویسے ہی طلاق ہو جاتی ہے اقرار اور حکایت میں فرق ہے ۔

اقرارِ طلاق سے طلاق ہو جاتی ہے :

بحر الرائق میں لکھا ہے:

"رَجُلٌ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهُوَ صَاحِبُ بِرسم فَلَمَّا صَحَّ قَالَ قَدْ طَلَّقْتُ امْرَأَتِي ثُمَّ قَالَ إِنِّي كُنْتُ أَظُنُّ أَنَّ الطَّلَاقَ فِي تِلْكَ الْحَالَةِ لَا يَقَعُ كَانَ وَاقِعًا قَالَ مَشَايِخُنَا رَحِمَهُمُ اللهُ تَعَالَى حِينَ مَا أَقَرَّ بِالطَّلَاقِ" ۔ (۱)

(برسام کی تعریف گذر چکی اور یہ بھی عرض کیا جا چکا کہ یہ بھی از قسم جنون

(۱) بحر الرائق جلد: ۳ صفحہ: ۲۵۰ ۔۔

ہے) برسام والا بیوی کو طلاق دینے کے بعد قاضی و مفتی کے ہاں آکر کہتا ہے (بر
کی حالت زائل ہونے کے بعد ہوا) کہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے اور یہ کہ
کا خیال یہ تھا کہ ایسی حالت میں دی گئی طلاق نہیں ہوتی اس لئے طلاق دی تو یہ اقرار
بالطلاق کی وجہ سے طلاق ہوگئی۔

محاورۃً کہتے ہیں باپ کے ناتمام کو بیٹے نے تمام کردیا۔ غیر مقلد نے تو تم
ایک کہا اور مفتی لاہوری صاحب نے فرمایا ہوتی ہی نہیں غصہ تھا اس لئے۔

حدیثِ معتوہ پر امام ترمذی کی رائے :

امام ابوعیسیٰ ترمذی علیہ الرحمہ نے معتوہ والی حدیث کو ضعیف قرار دیا ملاحظہ ہو:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ كُلُّ طَلَاقٍ جَائِزٌ إِلَّا طَلَاقَ الْمَعْتُوهِ الْمَغْلُوبِ عَلَى عَقْلِهِ هٰذَا حَدِيثٌ لَا نَعْرِفُهُ مَرْفُوعًا إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عَطَاءِ بْنِ عَجْلَانَ وَ عَطَاءُ بْنُ عَجْلَانَ ضَعِيفٌ ذَاهِبُ الْحَدِيثِ ۔ (۱)

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر دی ہوئی طلاق ہوجاتی ہے سوائے معتوہ کے جو مغلوب العقل ہے یہ معتوہ والی حدیث عطاء بن عجلان سے ہی مرفوع طور پر منقول ہے اور عطاء بن عجلان ذاہب الحدیث (بھول جانے) کی وجہ سے ضعیف تھا۔

(۱) سنن الترمذی کتاب الطلاق رقم الحدیث (۱۱۹۱) ۔ ترمذی شریف صفحہ ۲۲۶ مطبوعہ سعید کمپنی کراچی۔۔

اولاً تو معتوہ مجنون ہی ہے مغلوب العقل کو کہا گیا۔

دوسرے معتوہ کے بارے میں حدیث عطاء بن عجلان سے ہی ملتی ہے دوسرے سے نہیں۔ اور عطاء کو بھول جانے کا مرض تھا جس کی وجہ سے اسے ضعیف کہا گیا ہے یہ امر پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ احکام کا استدلال احادیث ضعیفہ سے نہیں ہوا کرتا۔

اقرار بالطلاق سے وقوع طلاق پر ایک اور استشہاد ملاحظہ ہو:

امام سرخسی کا اقرارِ طلاق پر ارشاد :

شمس الائمہ سرخسی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

وَلَوْ قَالَ قَدْ طَلَّقْتُكِ وَأَنَا مَجْنُونٌ فَإِنْ عُرِفَ بِالْجُنُونِ قَبْلَ هٰذَا لَمْ تُطَلَّقْ لِأَنَّهُ أَضَافَ إِلَى حَالَةِ الْمَعْهُودَةِ تُنَافِي صِحَّةَ الْإِيقَاعِ وَإِنْ لَمْ تُعْرَفْ بِالْجُنُونِ طُلِّقَتْ لِأَنَّهُ أَقَرَّ بِطَلَاقِهِ۔ (۱)

ترجمہ: اگر شوہر نے کہا میں نے جب تجھے طلاق دی تو میں مجنون تھا اگر پہلے بھی اس پر جنون کی کیفیت طاری ہوتی تھی تو طلاق نہ ہوگی۔ اگر اس پر اس سے پہلے مجنونانہ کیفیت طاری نہیں ہوتی تو طلاق ہوجائے گی کیونکہ طلاق دینے کا اقرار کیا۔

طوالت کے پیش نظر مزید احادیث کی بجائے فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کے نظریات کو ذکر کرنے پر اکتفاء کافی سمجھتا ہوں مقصود احناف کے عندیہ کو ظاہر کرنا ہے کہ غضب (غصہ) میں دی گئی طلاق ہوجاتی ہے غصہ کم ہو یا زیادہ۔ ہاں جنون اور اسکی جملہ

(۱) مبسوط للسرخسی جلد: ۳ جزء سادس ، صفحہ: ۱۱۱۔۔

اقسام اس سے مستثنیٰ ہیں۔

کچھ اصولوں کی پھر یاد دہانی :

کچھ ضوابط کی پھر سے دہرائی کر رہا ہوں تا کہ اقوال فقہاء کو سمجھنے میں آسانی رہے۔

(ا)

پہلے عرض کیا جا چکا ہے حد کو ٹالنے کی کوشش ہوگی (تا کہ جان بچ جائے) اور طلاق میں وقوع کو ترجیح ہوگی تا کہ حرام سے بچا جا سکے۔

(ب)

طلاق دیتے وقت الفاظ صریحہ میں بیوی کو مخاطب کرتے ہوئے ارادہ طلاق ہو نہ ہو الفاظ طلاق کے معانی جانتا ہو یا نہ جانتا ہو ہر صورت میں طلاق ہو جائے گی۔ اس لئے کہ شریعت نے ان الفاظ کو اسی مقصد کے لئے بنایا اور (وضع) کیا ہے۔

ردالمحتار علی درمختار میں ہے:

قَالَ فِی الْفَتْحِ لَوْ لُقِّنَتِ الْمَرْأَةُ زَوَّجْتُ نَفْسِيْ بِكَ بِالْعَرَبِيَّةِ وَلَا تَعْلَمُ مَعْنَاهُ قِبَلَ وَالشُّهُوْدُ يَعْلَمُوْنَ اَوْلَا يَعْلَمُوْنَ صَحَّ كَالطَّلَاقِ۔ (۱)

یعنی اگر کسی خاتون کو مذکورہ الفاظ یاد کرائے (زوجت نفسی بک) وہ اس کا معنیٰ جانتی تھی یا نہ جانتی تھی۔ نکاح کے گواہ بھی ان الفاظ کے معنیٰ جانتے تھے یا نہ تو نکاح درست ہوگا۔ اسی طرح طلاق بھی (یعنی طلاق کے معنیٰ شوہر کو معلوم تھے یا نہ اس نے بیوی کو مخاطب کر کے یا نام لے

(۱) ردّ المحتار علی در مختار جلد: ۲ صفحہ: ۲۹۰ ۔۔

کر الفاظ طلاق کہے تو طلاق ہو جائے گی۔

دوسرا حوالہ: الفاظ اوپر ذکر ہو چکے۔

"بلکہ بیوی کا نام نہ لیا صرف کہا کہ میں بیوی کو طلاق دیتا ہوں اور بیوی کے بارے میں لوگوں کو علم ہے تو بھی ہو جائیگی"۔ (۱)

فتاویٰ قاضی خاں میں لکھا گیا:

رَجُلٌ قَالَ اِمْرَأَتُهُ طَالِقٌ وَلَمْ يُسَمِّ وَلَهُ اِمْرَأَةٌ مَعْرُوْفَةٌ طَلُقَتْ اِمْرَأَتُهُ۔ (۲)

کسی شخص نے کہا کہ اس کی بیوی کو طلاق اور نام نہ لیا جب کہ بیوی ہر شخص کے علم میں ہے تو طلاق ہو جائے گی۔

(ج)

سبقت لسانی کی وجہ سے بیوی کو طلاق دی تو بھی ہو جاتی ہے۔

بیوی کو کہنا کچھ اور چاہتا تھا اور زبان سے نکل گیا تجھے طلاق تو بھی طلاق ہو جائے گی۔

لَوْ اَرَادَ اَنْ يَّتَكَلَّمَ بِكَلَامٍ فَسَبَقَ لِسَانُهُ بِالطَّلَاقِ فَالطَّلَاقُ وَاقِعٌ كَذَا فِي الْمُحِيْطِ۔ (۳)

"کہنا کچھ اور چاہتا تھا کہ زبان سے نکل گیا تجھے طلاق، طلاق ہو جائے گی"

(۱) فتح القدیر جلد: ۳ صفحہ: ۱۰۸ مطبوعہ سکھر۔۔ (۲) فتاویٰ قاضی خاں بر حاشیہ عالمگیری صفحہ: ۴۵۲ ۔۔ (۳) فتاویٰ عالمگیری جلد: ۱ صفحہ: ۳۵۲۔۔

(و)

وَلَوْ خَاطَبَ اِمْرَأَتَهُ بِالطَّلَاقِ ظَانًّا اَنَّهَا اَجْنَبِيَّةٌ فَبَانَ اَنَّهَا زَوْجَتُهُ طُلِّقَتْ وَكَذَا فِي الْعِتَاقِ۔(۱)

"یہ خیال کرتے ہوئے کہ اجنبی خاتون سے مخاطب ہوں اسے کہا تجھے طلاق پھر پتہ چلا کہ مخاطبہ تو اس کی بیوی تھی تو طلاق ہو جائے گی"

(بِاَنْ اَرَادَ التَّكَلُّمَ بِغَيْرِ طَلَاقٍ) بِاَنْ اَرَادَ اَنْ يَقُوْلَ سُبْحَانَ اللّٰهِ فَجَرٰى عَلٰى لِسَانِهٖ اَنْتِ طَالِقٌ تُطَلَّقُ۔ (۲)

طلاق کے علاوہ لفظ بولنے کا ارادہ تھا یعنی اس نے ارادہ کیا کہ سبحان اللہ کہے اور اس کی زبان پر "انت طالق" جاری ہو گیا تو طلاق ہو جائے گی۔

(ر)

شمس الائمہ علامہ سرخسی نے حدیث نقل فرمائی:

"قَالَ ﷺ اِنَّمَا يُخْبِرُ عَنْ قَلْبِهٖ لِسَانُهٗ "(۳)

"زبان دل کی ترجمان ہے جو زبان پر وہی دل میں تصور ہوگا"

مکلف کی طلاق پر اجماع کا ہونا:

(ز)

اِجْتَمَعَتِ الْاُمَّةُ عَلٰى اَنَّ طَلَاقَ الْمُكَلَّفِ وَاقِعٌ۔(٤)

(۱)الاشباہ والنظائر صفحہ: ۱٤۱۔۔(۲)شامی جلد: ۲ صفحہ: ٤٦۱ ۔۔(۳)مبسوط جز: ۱۰ صفحہ: ۱۰۰ ۔۔(٤)رد المحتار جلد: ۲ صفحہ: ٤٥۲ ۔۔

سلف سے خلف تک امت محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) اس امر پر اتفاق ہے کہ مکلف کی طلاق واقع ہے اور غضب والا مکلف ہی ہوتا ہے جیسا پہلے گزر چکا۔ اسی لئے مریض کی دی گئی طلاق ہو جاتی ہے۔ بشرطیکہ مرض سے دیوانگی پیدا نہ ہو۔

ردالمحتار علی درمختار میں ہے:

(اَوْ مَرِيْضًا) اَیْ لَمْ يَزُلْ عَقْلُهٗ بِالْمَرَضِ بِالدَّلِيْلِ التَّعْلِيْلِ۔(۱)

اگر مرض سے عقل زائل نہ ہو تو دی ہوئی طلاق ہو جاتی ہے علت وہی کہ احکام کا مکلف ہونا۔ (مریض نماز، روزہ، حج وزکوٰۃ کا مکلف رہتا ہے زکوٰۃ بھی دے گا نماز بھی پڑھے گا وغیرہ) جو دلیل تکلیف ہے اس لئے اس کی دی ہوئی طلاق بھی ہو جاتی ہے۔ زوج فار کے تمام مسائل اسی پر مرتب ہوتے ہیں۔

(۱)ردالمحتار علی در مختار جلد: ۲ صفحہ: ٤٦۱ ۔۔

''فقہاءِ عظام کے اقوال''

آیئے اب فقہائے عظام علیہم الرضوان کے اقوال ملاحظہ فرمائیں کہ حالت غضب میں دی گئی طلاق ہو جاتی ہے۔

امام اہلسنت، اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان کی رائے :

نمبر ۱

امام اہلسنت مجدد ملۃ حاضرۃ مولانا احمد رضا خان صاحب فتاویٰ رضویہ میں ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔

سوال:

اگر غضب کثرت سے ایسا غصہ ہو کہ کامل عقل نہ ہو اس حالت میں اگر طلاق صریح وغیرہ دیوے تو واقع ہوگی یا نہ؟

الجواب:

غضب اگر واقعی اس درجہ شدت پر ہو کہ حدِ جنون تک پہنچا دے تو طلاق نہ ہوگی اور یہ کہ غضب (غصہ) اس شدت پر تھا یا تو گواہان عادل سے ثابت ہو یا وہ اس کا دعویٰ کرے اور اس کی یہ حالت معہود ومعروف ہو تو قسم کے ساتھ اس کا قول مان لیں گے ورنہ مجرد اس کا دعویٰ معتبر نہیں۔ یوں تو ہر شخص اس کا دعویٰ کرے اور غصہ کی طلاق واقع

نہ ہو حالانکہ طلاق نہیں ہوتی مگر حالت غضب میں۔

ردالمحتار نے خیریہ کے حوالہ سے لکھا:

''اَلدَّھْشُ مِنْ اَقْسَامِ الْجُنُوْنِ فَلَا یَقَعُ اِذَا کَانَ یَعْتَادُہٗ بِاَنْ عُرِفَ ھٰذَا الدَّھْشُ مَرَّۃً یُصَدَّقُ'' ۔ (۱)

حالت جنون کا تذکرہ پہلے ہو چکا کہ اس حالت میں دی گئی طلاق نہیں ہوتی۔ اور کسی کا دعویٰ کہ وہ غصہ سے پاگل ہو گیا تھا یا ایک تو اسی صورت میں مانا جائے گا جب گواہان شرعی کہیں یا گواہان کی عدم موجودگی میں اسے جنون ہو جاتا ہے تو قسم لے کر قول کا اعتبار کریں گے۔ یہ جملہ قیود معتبر ہوں گی صرف کہہ دینا کہ میں جنون میں تھا اور جواباً کہہ دیا جائے طلاق نہ ہوئی کافی نہیں ہے۔

نمبر ۲

خاتم المحققین علامہ کمال الدین ابن ہمام کی رائے :

اعلم ان حقیقۃ التقسیم فی الاحوال قسمان حالۃ الرضاء وحالۃ الغضب واما حالۃ المذاکرہ فتصدق مع کل منہما بل لا یتصور سوالہا الطلاق الّا فی احدی حالتین لانہما ضدّان لا واسطۃ بینہما فتحریر والتقریر ان فی حالۃ الرضاء المجرد عن السوال الطلاق یصدق فی الکل انہ لم یرد الطلاف و فی حالۃ الرضاء المسؤل فیہا الطلاق یصدق فیمایصلح ردًا انہ لم یردہ وفی حالۃ الغضب المجرد عن السوال الطلاق یصدق فیما

(۱) فتاوی رضویۃ جلد: ۵ صفحہ: ۴۲۹۔

یصلح سبًا او ردًا انه لم یرد الاسب او الرد ولا یصدق
فیما یصلح جوابًا فقط وفی حالة الغضب السوال فیها
الطلاق یجتمع فی عدم تصدیقه فی المتغوض جوابًا
سببان الذکر والغضب وینفرد الغضب باثباته فلا تتغیر
الاحکام ۔ (۱)

خلاصہ کلام یہ کہ شوہر جو کنایہ کے الفاظ بول کر بیوی کو طلاق دے رہا ہے اس کی دو صورتیں ہیں پہلی یہ کہ دونوں نارمل غیر غصہ کی حالت میں، دوسری صورت شوہر غصہ میں تھا پھر یہ دونوں صورتیں دو حال سے خالی نہ ہوں گی ایک مطالبہ طلاق تھا دوسری نہیں تھا۔ اگر طلاق کا مطالبہ نہ تھا اور الفاظ کنایہ گالی پر مبنی نہیں تھے تو شوہر جو بھی کہے مان لیں گے۔ طلاق کا بھی عدم طلاق بھی۔ سوال طلاق کا تھا اور الفاظ جواب بننے کی صلاحیت رکھتے تھے تو جواب ہی ہوگا اور طلاق ہو جائے گی۔ اور اگر غصہ بھی تھا اور سوال طلاق بھی تو غصہ والے کا کہنا کہ میں نے کنایہ کے الفاظ سے گالی مراد لی رد کر دیا جائے گا ایک تو سوال طلاق کی وجہ سے اور دوسرے غصہ کی۔ جب صرف غصہ کی حالت ہو تو احکام کو بدلنا درست نہیں طلاق ہو جاتی ہے اس کے ساتھ تو سوال طلاق بھی موجود ہے۔

مذکورہ عبارت تصریح ہے کہ حالت غضب (غصہ کی حالت) طلاق کے وقوع کا قرینہ قوی ہے۔

نمبر ۳

الکنایات ثلثة اقسام

۱ ما یصلح جوابا وردًا

(۱) فتح القدیر جلد: ۳ صفحہ: ۴۰۱۔۔

۲ ما یصلح جوابًا لا ردًا

۳ ما یصلح جوابًا ویصلح سبًا و شتیمةً

پہلی قسم کنایہ کی جو الفاظ جواب بھی بن سکیں اور مطالبہ کا رد بھی بننے کی صلاحیت رکھیں دوسری جواب بن سکیں رد نہیں تیسری جو جواب بھی بن سکیں اور گالی بھی۔

صاحبِ ہدایہ علی بن ابی بکر کی رائے:

"وفی حالة الغضب یصدق فی جمیع ذالك لاحتمال الرد او السب الا فی ما یصلح الطلاق ولا یصلح للرد والشتم کقوله اعتدی واختاری وامرك بیدك فانه لا یصدق فیها لان الغضب یدل علی ارادة الطلاق" (۱)

ہدایہ کی اس عبارت میں بھی وہی مضمون بیان ہو رہا ہے کہ غصہ کی حالت اس امر کی نشاندہی ہے کہ کنایہ سے طلاق ہی مراد ہے۔ گویا غصہ ایقاع طلاق کا قرینہ ہے۔ پھر غصہ کو عدم وقوع طلاق کا سبب بتانا کس قدر ظلم اور حقی ہونے سے اعراض ہے۔

نمبر ۴

صاحبِ بنایہ کی رائے:

(وحالة الغضب) (ش) وهو الغضب من الجانبین۔
غصہ کی حالت دونوں جانب ہی سے متصور ہے (؟) لان الغضب یدل علی ارادة الطلاق (ش) الاتری انه من قال لغیره فی حالة الرضاء لا یکون قاذفًا وفی حالة الغضب

(۱) ہدایہ اولین جز ثانی صفحہ: ۵۶، ۵۷ مطبوعہ لکھنؤ ہند۔۔

يكون قاذفاً۔(۱)

یعنی غصہ کا ہونا دلالت ہے کہ وہ طلاق ہی مراد لے رہا ہے حالت رضاء میں بعض بے ہودہ الفاظ تہمت کا باعث نہیں بنتے مگر وہی الفاظ غصہ کی حالت میں تہمت کا باعث بن جاتے ہیں۔

یہ امر پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ بیوی کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا کچھ اور چاہتا تھا مگر لفظ طلاق نکل گیا تو اس مخطی کی طلاق ہو جاتی ہے۔

صاحبِ بحر الرائق ابن قیم کی رائے :

"ولا يشترط ان يكون عامّ فيقع طلاق المخطى وهو الذى يريد ان يتكلم لغير الطلاق فيسبق على لسانه الطلاق"۔ (۲)

تو جب خطاء والے کی طلاق نہیں چوکتی تو غصہ والا تو چاہتا ہی یہ ہے اور غصہ تو قرینہ ہے کہ وہ طلاق ہی دینا چاہتا ہے پھر کیوں نہ ہوگی۔

نمبر ۵

صاحب فتاویٰ خیریہ خیر الدین رملی کی رائے :

"سئل فى رجل قال فى حال الغضب و سوال الطلاق لزوجة نزلت عنها نزولاً شرعياً هل تبيّن بذالك ام (الخ)(اجاب) لم ار من تعرض لهذا فى كلامهم لكن

(۱) بنایہ شرح ہدایہ جز ثانی صفحہ: ۲۶۶۔البنایہ جز ثانی صفحہ ۲۶۷ --

(۲) بحر الرائق جلد: ۳ صفحہ: ۲۴۰ --

رأيت فروعًا متعدده فى الكنايات تقتضى انه يقع بمثله الطلاق البائن اذا وجدت النية او دلالة الحال فيتعيّن الافتاء بالوقوع فى الحادثة"۔(۱)

"ایسے شخص کے بارے سوال ہوا جس نے غصہ کی حالت میں طلاق دی یا بیوی نے کہا کہ طلاق دے دو تو آپ نے فرمایا میں نے کسی کا کوئی قول بھی ایسا نہ پایا کہ جس نے طلاق کے نہ ہونے کا قول کیا ہو اس کے بعد کنایات کی بحث اور احکام بیان فرمائے"۔

گویا حالت غضب میں دی گئی طلاق یا بیوی کے مطالبہ پر کہ اسے شوہر طلاق دے دے اس پر تمام علمائے امت علمائے احناف کا اتفاق ہے کہ طلاق ہو جاتی ہے۔ علامہ خیر الدین رملی علیہ الرحمہ نے فتاویٰ خیریہ میں اسی صفحہ ۵۰ جلد ۱ پر دیگر جزیات بیان کیں کہ حالت غضب میں دی گئی طلاق ہو جاتی ہے۔

نمبر ٦

صاحب بحر الرائق کا مزید عندیہ :

"واشار المصنف باطلاقه ان الكنايات كُلها يقع بها الطلاق بدلالة الحال وتبع فى ذالك القدورى والسرخسى فى المبسوط و خالفهما فخر الاسلام وغيره من المشائخ فقالوا بعضهما لا يقع بها الابالنية والضابطه على وجه التحرير ان فى حالة الرضا المجرد

(۱) فتاویٰ خیریہ جلد: ۱ صفحہ ۵۰ --

عن السوال الطلاق يصدق فی الکل انه يرد الطلاق
وفی حالة الرضا المسؤل فيما الطلاق يصدق فيما
يصلح ردًا انه لم يرد (الخ)
وفی حالة الغضب المجرد عن سوال الطلاق يصدق
فيما يصلح سبًا وردًا انه لم يرد الاالسب او الرد کخلية
و مرئه ويجری مجراه ولا يصدق فيما يصلح جوابًا
فقط کاعتدی وفی حالة الغضب المسؤل فيما
الطلاق يجتمع فی عدم تصديقه فی المتعوض جوابًا
سببان المذکرة والغضب ۔(۱)

"یعنی صاحب کنز الدقائق نے کنایہ کے الفاظ مطلقہ سے اس طرف
اشارہ کیا کہ دلالت حال یا نیت کی وجہ سے تمام کنایہ کے الفاظ سے
طلاق ہو جائے گی قدوری اور علامہ سرخی نے مبسوط میں اسی کی طرف
اشارہ کیا فخر الاسلام اور دیگر آئمہ فقہاء نے کنایات کے الفاظ کے لئے
ایک اصول اور ضابطہ بیان کیا۔ ایک صورت تو غیر غصہ اور عدم سوال کی
ہے ایسی صورت میں شوہر نے جو بھی کنایہ سے مراد لیا ہم مان لیں گے
اور اگر غصہ تو نہیں مگر بیوی کی طرف سے طلاق کا مطالبہ ہے تو کنایہ کے
وہ الفاظ جو سوال کے رد بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں رد کا قول مان لیں
گے۔ جیسے "اُخرجی اوذھبی" نکل جا یہاں سے چلی جاو وغیرہ اور

(۱) بحرالرائق جلد: ۳ صفحہ: ۳۰۲۔۔

اگر غصہ ہے مگر سوال طلاق نہیں تو جو الفاظ کنایہ گالی اور بننے کی صلاحیت
رکھتے ہیں اگر شوہر نے وہ الفاظ بول کر کہا کہ میں نے گالی مراد لی ہے تو
بھی مان لیں گے اور اگر غصہ کے ساتھ بیوی کی طرف سے مطالبہ طلاق
بھی تھا تو طلاق کے دو سبب جمع ہو گئے ۔ ایک غصہ اور ایک بیوی کا
مطالبہ طلاق اس لئے ہر صورت میں طلاق ہو جائے گی بے شک کہتا
رہے کہ میں نے گالی دی تھی"۔

گویا غضب یعنی غصہ طلاق کے اسباب قویہ میں سے ایک ہے اور حکم سب پر
لگتا ہے چہ جائیکہ اس عدم کا سبب بنائیں۔

نمبر ۷

علامہ قاری اور ابن مرابط کے اقوال نقل کئے جا چکے کہ:

"وقال ان طلاق الناس غالبًا انما هو فی حالة الغضب"

اور ابن مرابط نے فرمایا

ولو جاز عدم وقوع طلاق الغضبان لکان لکل احد
ان يقول فيما جناه کنت غضبان "۔(۱)

"لوگوں کا بیوی کو طلاق دینا اکثر غصہ ہی میں ہوتا ہے"۔ ابن مرابط نے
کہا اگر یہ کہے کہ غصہ میں طلاق نہیں ہوتی تو پھر ہر طلاق دینے والا بچنے
کے لئے کہہ دے گا کہ میں غصہ میں تھا"

"واما حکم الطلاق فی الغضب فانه يقع "۔(۱)

(۱) فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد: ۹ صفحہ: ۴۸۷، عمدۃ القاری شرح
صحیح بخاری جلد: ۲۰ صفحہ: ۲۰۰ بیروت ۔۔

"غصہ میں دی گئی طلاق کا حکم یہی ہے کہ ہو جاتی ہے۔"

نمبر ۸

امام علامہ کاسانی کا غصہ کی طلاق میں مسلک:

"فاذا طلقها ثلاثاً جملة واحدة فی حالة الغضب ولیست حالة الغضب حالة التامل"۔ الخ

یعنی تین طلاقیں غصہ میں دینا درست نہیں ہوگا کیونکہ نکاح مصلحت کے لئے اور غصہ حالت تامل کے منافی اس سے نکاح کی مصلحت جاتی رہے گی جواب دیا:

مصلحین کو علامہ علاؤ الدین ابی بکر کاسانی ان افراد کا جواب دیتے ہیں جو غصہ کی طلاق مصلحت کے منافی کہتے ہیں۔

"لان الطلاق عندنا تصرف شروع فی نفسه الا انه ممنوع لغيره"۔(۲)

طلاق دینا فی نفسہ مشروع ہے حرمت لغیرہ ہے اس لئے دی گئی طلاق غصہ میں بھی ہو جائے گی۔

نمبر ۹

"ان قوله خليت فی حال الغضب وفی حال مذاکرة الطلاق یکون طلاقا حتی لا یدین فی قوله انه ما اراد به

(۱) عمدة القاری جلد: ۲۰ صفحہ: ۲۵۱ مطبوعہ بیروت۔۔

(۲) بدائع الصنائع جلد: ۳ صفحہ: ۹۰۔۔

الطلاق"۔(۱)

یعنی شوہر نے غصہ کی حالت میں بی بی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا خلیت یا یہی لفظ طلاق کے ذکر میں کہا بی بی نے کہا مجھے طلاق دے دو تو جواباً شوہر نے خلیت کہا تو اس سے غصہ میں دی گئی اور مذکراہ طلاق میں دی گئی طلاق ہو جائے گی۔ اگر شوہر نے کہا کہ میں نے خلیت کے لفظ سے طلاق مراد نہیں لی تو نہیں مانیں گے۔

نمبر ۱۰

"وحال الغضب و مذاکره الطلاق دلیل ارادة الطلاق فلا یصدق فی الصرف عن الظاهر"۔(۲)

غصہ کا ہونا یا طلاق کا میاں بیوی میں تذکرہ یہ طلاق ہی کا ارادہ ہے اگر ظاہری معنی کو چھوڑ کر دوسرا معنی مراد لیا تو نہیں مانیں گے۔

نمبر ۱۱

صاحبِ شرح وقایہ صدر الشریعة کی رائے:

پہلے کنایہ کی تین قسمیں ذکر کرنے کے بعد غصہ کی حالت میں دی گئی طلاق کا ذکر کرتے ہوئے لکھا:

"وَامّا القسم الاخیر وهو ما لا یصلح رداً ولا سباً یقع به الطلاق وان لم ینو"۔(۳)

"یعنی غصہ کی حالت میں دی گئی طلاق (جو الفاظ کنایہ سے ہو) جو شہ

(۱) بدائع الصنائع جلد: ۳ صفحہ: ۱۰۲ مطبوعہ کراچی۔۔(۲) بدائع الصنائع جلد: ۳ صفحہ: ۱۰۲۔۔(۳) شرح وقایہ جلد: اول جز ثانی صفحہ ۷۹ مطبوعہ سعید کمپنی کراچی۔۔

گالی بن سکے نہ ہی رد کر دینے کی صلاحیت رکھنے والے الفاظ ہوں ان سے طلاق ہو جاتی ہے۔ اگر چہ طلاق کی نیت نہ بھی کرے"۔

نمبر ۱۲

"واذا قالت المرأة لزوجها طلقني فقال اعتدى ثم قال لم انو به الطلاق لم يصدق في القضاء عندنا و حالة الغضب لا يدين في ثلاثه الفاظ اعتدى و اختاری وامرك بيدك لان هذا الالفاظ لاتحتمل معنى السبّ والابعاد وعند الغضب اما ان يكون ارادة السبّ او الطلاق فاذا لم يكن في اللفظ احتمال معنى السب تعين الطلاق مراداً به" ۔(۱)

یعنی جب خاتون شوہر سے کہے کہ مجھے طلاق دو تو شوہر نے جواباً کہا اعتدی (عدت گزار) پھر کہنے لگا کہ میری مراد طلاق نہ تھی ہمارے ہاں قاضی اس کی بات نہیں مانے گا اور غصہ کی حالت میں بیوی کو مخاطب کرتے ہوئے اعتدی (عدت گزار) الاختاری (اختیار کر) امرک بیدک (تیرا معاملہ تیرے ساتھ) کے الفاظ کہے اور کہتا ہے کہ میری مراد طلاق نہ تھی تو اس کی تصدیق نہ کی جائے گی۔ اس لئے کہ غصہ کی حالت میں زیادہ سے زیادہ یہ الفاظ گالی بن سکتے تھے مگر ان میں نہ تو گالی والا معنیٰ ہے اور نہ ڈراوے کے الفاظ اس لئے طلاق ہی مراد ہو

(۱) المبسوط للسرخسی جز سادس جلد: ۳ صفحہ: ۸۰ بیروت ۔۔

گی۔

نمبر ۱۳

امام بخاری علیہ الرحمہ نے بخاری شریف میں عویمر عجلانی کی حدیث نقل فرمائی: (۱)

اس پر علامہ سرخی علیہ الرحمہ نے اپنے عندیہ کا اظہار فرمایا۔ سوال اٹھایا کہ کسی نے اپنی اہلیہ کو تین یا زائد طلاقیں دیں تو سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا تین ہو گئیں مگر معصیت کے ساتھ گناہ گار ہوا عجلانی نے بھی رسول اللہ ﷺ کے سامنے اہلیہ کو تین طلاقیں بیک وقت دیں مگر آپ ﷺ نے عویمر عجلانی کے حق میں فی معصیۃ اللہ تعالیٰ کیوں نہ فرمایا۔ شمس الآئمہ سرخسی علیہ الرحمہ کے اقوال ملاحظہ ہوں۔

"استدل في ذالك بحديث العجلاني فانه لمالاعن امرأته قال كذبت عليها ان امسكتها فهي طالق ثلثا ولم ينكر عليه رسول الله ﷺ ايقاع الثلاث جملة۔"(۲)

امام سرخسی فرماتے ہیں تین ۳ طلاقوں کے بیک دیے جانے اور ان کے ہو جانے پر حدیث عجلانی ثبوت ہے۔ جب عویمر عجلانی اپنی اہلیہ سے لعان کر چکے ابھی رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ نہیں دیا تھا کہ عجلانی کہنے لگے اگر اب بھی میں اسے روک لوں تو جھوٹا ٹھہروں میں نے اسے تین طلاقیں دیں تو رسول اللہ ﷺ نے اس پر انکار نہ فرمایا۔ اب امام سرخی علیہ الرحمہ نے وہ سوال اٹھایا جس کا میں نے ذکر کیا۔

و في حديث عبادة بن ابی الصامت رضی اللہ تعالیٰ

(۱) بخاری شریف کتاب الطلاق باب لعان صفحہ: ۴۹۱ ۔۔

(۲) المبسوط للسرخسی جز سادس جلد: ۳ صفحہ: ۴ مطبوعہ بیروت ۔۔

عنه ان قوما جاؤا الی رسول الله ﷺ فقالوا ان ابانا طلق امرأته الفاً فقال رسول الله ﷺ بانت امرأته بثلاث فی معصية الله تعالی وبقی تسعماة وسبعه و تسعين وزرًا فی عنقه الی يومه القيمة ۔(۱)

''یعنی حدیث عبادۃ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے ایک قوم رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور عرض کرنے لگی کہ ہمارے والد نے اپنی اہلیہ کو ایک ہزار طلاق دے دی ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین سے اس کی بیوی بائنہ ہوگئی اور وہ گنہ گار ہوا اور باقی نو سو ستانوے ۹۹۷ قیامت تک اس کی گردن پر بوجھ رہیں گی''۔

دوسرا واقعہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ذکر کیا کہ انہوں نے خلاف شرع حالت حیض میں اہلیہ کو طلاق دی تو عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے بیٹے کو کہو کہ وہ رجوع کرلے، اس پر عرض کیا گیا اگر تین ۳ دے دیں تو کیا اہلیہ پھر بھی جائز رہتی تو فرمایا:

"لابانت منك وهی معصية" ۔(۲)

''نہیں وہ تجھ سے بائنہ ہو جاتی اور تیرا یہ فعل گناہ ہوتا''

اب سوال ہوا کہ ہزار والے کے لئے بھی تین پر فی معصیۃ اللہ تعالیٰ کا فرمایا جاتا اور عبداللہ بن عمر کے قول پر بھی کہ اگر تین دے دیتے تو ہو جائیں فی معصیۃ اللہ تعالیٰ گنہ گار ہوتے مگر عویمر عجلانی نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے تین طلاقیں دیں مگر ان کو نہ فرمایا

(۱) مجمع الزوائد كتاب الطلاق رقم الحديث (۷۷۸۲ ۔ ۷۷۸۳)۔۔

(۲) مجمع الزوائد كتاب الطلاق رقم الحديث (۷۷۶۷)۔۔

کہ یہ فی معصیۃ اللہ تعالیٰ ہے جیسا کہ بخاری شریف کے باب لعان صفحہ ۴۹۱ کے حوالے ذکر کیا گیا وجہ بیان ہوگی۔

"و بهذا الاثار تبيّن انما ترك الانكار علی العجلانی فی ذالك الوقت شفقة عليه لعلة انه" لشدة الغضب "ربما لايقبل قوله فيكفر"۔(۱)

ترجمان تمام احادیث سے ظاہر ہے کہ عویمر عجلانی کے تین طلاق دینے اور یک وقت دینے پر انہیں علی معصیۃ اللہ تعالیٰ نہ کہا انکار نہ کیا۔ یہ عجلانی پر شفقت کی وجہ سے ہوا۔ کیونکہ عجلانی طلاق دیتے ہوئے ''شدت غضب میں'' تھے کہیں ایسا نہ ہو کہ سرکار دو عالم ﷺ کے فیصلے کو رد نہ کر دیں۔ اگر ایسا ہو جاتا تو عویمر عجلانی ایمان کھو بیٹھتے۔

نوٹ :

(۱) حدیث عجلانی پر امام سرخسی کی توجیہ کہ عویمر کہیں انکار نہ کر بیٹھیں اور فیصلہ قبول کرنے سے انکار کر دیں اور آیہ طیبہ:

﴿فلاوربك لا يؤمنون حتى يحكموك﴾(۲)

کے مصداق نہ بن جائیں کی طرف اشارہ تھا

(۲) یہ عبارۃ النص ہے کہ یک وقت دی گئی تین طلاقیں ہو جاتی ہیں لیکن دینے والا سنت کا خلاف کرنے کی وجہ سے فی معصیۃ اللہ تعالیٰ کا مرتکب ہوتا ہے۔

(۳) اشارۃ النص ہے کہ شدت غضب (انتہائی غصہ) میں دی گئی طلاق ہو جاتی ہے

(٤) اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کو بلا وجہ رد کرنے والا کافر

(۱) مبسوط للسرخسی جز: سادس جلد: ۳ صفحہ: ۵ مطبوعہ بیروت ۔۔(۲) القرآن الحکیم ۔۔

ہو جاتا ہے۔

امام سرخسی کی مبسوط کے بارے علامہ ابن عابدین (علامہ شامی) کی رائے :

امام سرخسی علیہ الرحمہ کے بارے میں ابن عابدین نے لکھا:

قال الشیخ اسماعیل النابلسی قال العلامه الطرسوسی مبسوط للسرخی لا یعمل بما یخالفه۔(۱)

علامہ طرسوی کا فرمانا ہے کہ جو مسئلہ بھی مبسوط للسرخی کے خلاف ہوگا اس پر عمل نہ ہوگا۔

اشد غضب میں طلاق ہو جاتی ہے امام سرخسی کی فیصلہ کن رائے :

امام سرخسی علیہ الرحمہ نے شدت غصہ میں دی گئی طلاق کو حدیث عویمر عجلانی کی روشنی میں وقوع پذیر قرار دیا۔ اور آپ نے دیکھا ہمارے بھی بزرگوں نے آئمہ فقہاء جن کو اصحاب ترجیح قرار دیا گیا انہوں نے بالاتفاق غصہ میں دی گئی طلاق کو لکھا کہ ہوگئی۔

مفتی لاہوری نے شدید غصہ والے کو پہلے معتوہ قرار دیا پھر تعریف مغلوب علی عقلہ کرنے کے بعد حکم لگایا کہ اس کی طلاق نہیں ہوتی۔ (صفحہ ۲۷ کتاب شدید غصہ کی طلاق) آپ نے دیکھا مفتی لاہوری نے کس طرح اپنے آپ کو امام کی تقلید سے خارج کیا اور ابن قیم حنبلی کا مقلد ہونا ثابت کیا اگر کھلے بندوں کہہ دیتے میں حنبلی ہوں اور میرے ہاں شدید غصہ میں طلاق نہیں ہوتی تو ہمیں اعتراض نہ تھا کہ مقلد اپنے امام کے

(۱) رسائل ابن عابدین صفحہ: ۲۰ مطبوعہ دمشق۔

قول کا پابند ہوتا ہے۔ یہ امام کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ کسی بھی مسئلہ کو کتاب وسنت کے منافی مستنبط نہیں کرتا ادلہ اسی کے پیش نظر ہوتے ہیں۔ حنفی مسلک کی بدنامی مفتی صاحب لاہوری کو زیب نہیں دیتی خود کو مجتہد ثابت کرنے کی کوشش پنجابی کے محاورے کا مصداق بنتا ہے''...... جمتیراں نال جیھے''۔

میں نے مسلک امام ابوحنیفہ کو کتاب اور سنت رسول اللہ ﷺ۔ اجماع احناف اور اقوال آئمہ احناف کی روشنی میں یہ واضح کیا ہے کہ غصہ میں دی ہوئی طلاق ہو جاتی ہے غصہ شدت کا ہو یا کم ہاں طلاق دی ہوئی نہیں ہوتی تو مجنون اور اس کی جملہ اقسام والے کی بچہ کی (بلوغت سے پہلے تک) اور سونے والے کی جاگنے سے پہلے علاوہ ازیں "طلاق کل زوج واقع" کے تحت ہر شوہر مکلف کی طلاق ہو جاتی ہے۔

ایک ایسا مسئلہ جس پر علماء کا اتفاق ہو چکا اس کا خلاف شیطنت کا دروازہ کھولنا ہوگا۔ ردالمحتار علی درمختار میں علامہ شامی فتح القدیر کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

"ولہذا قال فی الفتح انه زلة عظیمة مصادمة للنص والاجماع لایحل لمسلم راه ان ینقله فضلاً ان یعتبره لان فی نقله و اشاعته ینفتح باب الشیطن فی تخفیف الامر فیه"۔(۱)

امر اتفاقی کے خلاف فتویٰ دینا عظیم تر لغزش اور اجماع سے تصادم اور کسی مسلمان کو زیب نہیں دیتا کہ اسے نقل کرے کیونکہ اس تخفیف میں شیطان کا دروازہ کھل جائے گا۔

(۱) ردالمحتار علی در مختار جلد: ۲ صفحہ: ۵۸۳۔

شرعی امور کو بازیچہ اطفال بنالینا اور ذہنی تسکین کے لئے یا عوام کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لئے چھوٹے چھوٹے بچوں کا مسئلہ اٹھانا یا احکام شرعیہ سے کھیلنا ہے۔

طلاق کے بعد ندامت پر امام نووی کی رائے:

"اَنَّ الْمُطَلِّقَ قَدْ یَحْدُثُ لَهٗ نَدَمٌ فَلَا یُمْکِنُهٗ تَدَارُکُهٗ لِوُقُوْعِ الْبَیْنُوْنَةِ"۔(۱)

"طلاق دینے والے کو طلاق کے بعد ندامت حاصل ہوتی ہے اب جبکہ اس نے بائنہ کردیا تدارک ممکن ہی نہیں"۔

یہ تو طلاق دے کر قیلولہ (طلاق کو ختم کرنے) والی بات ہوگی جبکہ طلاق میں قیلولہ نہیں ہوگا۔

طلاق میں قیلولہ نہیں ہوتا:

بدائع الصنائع میں ہے:

وَذَکَرَ مُحَمَّدٌ بِاِسْنَادِهٖ اَنَّ اِمْرَاَةً اِعْتَقَلَتْ زَوْجَهَا وَجَلَسَتْ عَلٰی صَدْرِهٖ وَ مَعَهَا شَفْرَةٌ فَوَضَعَتْهَا عَلٰی حَلْقِهٖ وَ قَالَتْ لَتُطَلِّقُنِیْ ثَلَاثًا اَوْ لَاُنْفِذَنَّهَا فَنَاشَدَهَا اللّٰهَ اَنْ لَا تَفْعَلَ فَاَبَتْ وَطَلَّقَهَا ثَلَاثًا فَذَکَرَ ذٰلِکَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ لَا قَیْلُوْلَةَ فِی الطَّلَاقِ۔(۲)

یعنی امام محمد بن الحسن رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اپنی سند کے ساتھ کتاب الآثار

(۱) شرح مسلم جلد:۵ صفحہ: مطبوعہ الذکر سعودیہ ۔۔

(۲) بدائع الصنائع جز سوم صفحہ: ۱۰۰ مطبوعہ کراچی ۔۔

میں ذکر کیا کہ ایک خاتون اپنے شوہر کو پچھاڑ کر سینہ پر بیٹھ گئی اس کے پاس چھری تھی اس نے چھری شوہر کے حلق پر رکھ دی اور کہنے لگی یا تو مجھے طلاق دو ورنہ چھری سے گلا کاٹ دوں گی اس شوہر نے بیوی کو ہر چند قسمیں دیں کہ وہ ایسا نہ کرے مگر بیوی نے انکار کردیا مجبوراً شوہر نے اسے تین طلاقیں دے دیں۔ اس واقعہ کا تذکرہ رسول اللہ ﷺ سے کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ طلاق میں قیلولہ نہیں (یعنی دی ہوئی طلاق واپس نہیں ہوتی)۔

اب مفتی صاحب غور کریں! حکم شرعی کو پس پشت ڈالو گے یا بچوں کے مسائل کو حل کرو گے۔ باپ کے مرنے پر بچے جب یتیم ہوتے ہیں تو کیا عزرائیل علیہ السلام کا ہاتھ روکنے کی کوشش کرو گے کہ باز آجاؤ بچے رل جائیں گے۔ اسلام نے ان کا خود حل بتایا کہ بچوں کی کفالت کا طریق کیا ہوگا۔ ذرا سوچو! کیا حدود اللہ کی پامالی نہیں کر رہے ہو؟

﴿وَمَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ﴾(۱)

غصہ والے کو مریض قرار دے کر اس سے رفع حکم کرنا کیا قرآنی احکام بدلنا نہیں؟ یہ کہنا کہ مریض مرفوع القلم ہے۔ بعض امور میں مریض سے احکام موخر تو ہوتے ہیں رفع حکم نہیں ہوتے روزہ مریض اور مسافر کے لئے موخر تو ہوتا ہے رفع نہیں "فعدة من ایام اُخر" جو مفتی صاحب رفع حکم اور تاخیر حکم کے فرق سے قاصر وہ فقہ حنبلی کی جزیات سے کیسے باخبر نہ ہوگا؟ مریض احکام کا مکلف اسوقت تک ہے جب تک قوت مدرکہ اس کے ساتھ ہے اور ہوش سے ہے۔

اصل مسئلہ کے واضح ہوجانے کے بعد چند چیدہ امور پر مفتی صاحب کی

(۱) القرآن الحکیم ۔۔

لکھی گئی کتاب ﴿غصہ کی طلاق کا حکم شرعی﴾ کا جائزہ لیتے ہیں۔

❀❀❀❀❀

"صفحہ بصفحہ تبصرہ"

پیش لفظ میں میاں بیوی کے درمیان لڑائی جھگڑے کی وجہ شیطان کو قرار دیتے ہوئے آیہ طیبہ از سورۃ مائدۃ کا حوالہ پیش کیا گیا۔

قارئین یہ نہ سمجھ لیں کہ آیت شاید شیطان کے عمل تفریق بین الزوجین کے لیے اتاری گئی ہے ایسا نہیں ہے صرف اپنے مطلب کے لیے آیہ طیبہ کا ایک حصہ مفتی صاحب نے لکھ کر اپنے ذوق قرآن فہمی کا ثبوت فراہم کیا ہے۔ ابوالنور مولانا محمد بشیر کوٹلی لوہاراں مدظلہ نے ایک زمانہ میں اپنے رسالہ ماہ طیبہ میں اسی طرح کے ایک قرآن فہم کے بارے میں لکھا تھا کہ ایک شخص فوت ہوا اس نے اپنے پیچھے بیوی، اولاد اور والدہ کو چھوڑا۔ بیوی اور اولاد نے چاہا کہ کسی طرح ماں کو وراثت سے محروم کیا جائے ماں کو علم ہوا تو مفتی صاحب کے پاس چلی آئی۔ حضرت کوئی آیت وحدیث بتا دیجیے کہ بیٹے کا ترکہ و میراث تمام مجھ ہی کو مل جائے میں آپ کو اس قدر دولت دونگی کہ آپ خوش ہو جائیں گے۔ مفتی صاحب فرمانے لگے یہ تو قرآن میں موجود ہے اور آیت پڑھ دی "مَـا كَسَبَ" مانون غنہ کے ساتھ اور کسب کے 'ک' کو کھڑا کر کے پڑھا جو بن گیا "ماں کا سب"

یہی حال ہمارے مفتی صاحب لاہوری کا ہے جوئے اور شراب کے حق میں نازل ہونے والی آیت کو میاں بیوی کی تفریق پر چسپاں کر رہے ہیں۔ آیت ملاحظہ ہو!

﴿اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ فِى الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ عَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ﴾(۱)

"یہی تو چاہتا ہے شیطان کہ ڈال دے تمہارے درمیان عداوت اور

(۱) القرآن الحکیم سورة المائدة: ۹۱۔

بغض شراب اور جوئے کے ذریعہ اور روک دے تمہیں یادِ الٰہی سے اور نماز سے تو کیا تم باز آنے والے ہو!" (۱)

مفتی صاحب سے کیا یہ تحریف معنوی نہیں؟

رہا شوہر کا غصہ میں آکر طلاق، طلاق، طلاق سے بیوی کو مخاطب۔ تو یہ امر خود مفتی صاحب پر مخفی نہیں کہ الفاظ صریحہ میں ظاہر پر حکم لگتا ہے بلکہ بیوی کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا کچھ اور چاہتا تھا کہ زبان سے انت طالق نکل گیا تو بھی طلاق ہو جاتی ہے:

ردالمحتار علی درمختار میں ہے کہ:

"بِاَنْ اَرَادَ اَنْ يَّقُوْلَ سُبْحَانَ اللّٰهِ فَجَرٰى عَلٰى لِسَانِهٖ اَنْتِ طَالِقٌ تُطَلَّقُ لِاَنَّهٗ صَرِيْحٌ لَا يَحْتَاجُ اِلَى النِّيَّةِ (ملخصاً)"۔ (۲)

"سبحان اللہ کہنا چاہا تو زبان پر انت طالق جاری ہوا تو طلاق ہو جائے گی"

شریعت کا کام حکم بتانا ہے۔ بچوں بڑوں کے مستقبل کو ملحوظ رکھنا نہیں اگر یہی امور پیش نظر ہوتے تو زانی وزانیہ پر رجم اور کوڑوں کے احکام بھی لاگو نہ ہوتے بلکہ سورۂ نور میں ان دونوں پر احکام کے اجراء میں حکم دیتے ہوئے فرمایا گیا۔

﴿اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ۔﴾ (۳)

جو عورت بدکار ہو اور جو مرد بدکار ہو تو لگاؤ ہر ایک کو ان دونوں میں سے

(۱) سورۃ المائدۃ ضیاءالقرآن صفحہ ۵۰۹، ۵۱۰۔ (۲) ردالمحتار علی در مختار جلد:۲ صفحہ ۴۶۱۔ (۳) القرآن الحکیم سورۃ نور ۲/۱۸۔

سو سو دُرّے اور نہ آئے تمہیں ان دونوں پر (ذرا) رحم اللہ کے دین کے معاملہ میں اگر ایمان رکھتے ہو اللہ تعالیٰ پر اور روزِ آخرت پر۔ (۱)

مؤلف کا (حالانکہ) کہ کر اللہ اور اس کے رسول کا شریک بننے کی کوشش انتہائی مذموم امر ہے ہم مسئلہ میں کتاب وسنت واجماع اور اقوال فقہاء احناف سے مسئلہ کو واضح کر چکے ہیں کتاب کے صفحہ ۲۲ میں اپنی خود ستائی سے فرصت پائی تو شیطان سے لو لگائی اور دی گئی تین طلاقوں کو ایک قرار دیے جانے کو فقہی اختراع اور تین کی حرمت کا حکم لگانے والے کو فقہی شدت اور تقلیدی لڑائی قرار دیا اور پھر اپنے فیصلہ کو آخری فیصلہ قرار دیتے ہوئے اسے کتاب اللہ کے فیصلہ کے مساوی قرار دیا جب کہ آئمہ فقہاء مطلق، امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل علیہم الرحمہ نے بالاتفاق تین طلاقوں کے بعد حرمت کا قول کیا اور اس پر اجماع ٹھہرا۔

ردالمحتار علی درمختار اور فتح القدیر میں ہے:

"وَعَنْ هٰذَا قُلْنَا لَوْ حَكَمَ حَاكِمٌ بِاَنَّهَا وَاحِدَةٌ لَمْ يَنْفُذْ حُكْمُهٗ لِاَنَّهٗ لَا يَسُوْغُ الْاِجْتِهَادُ فِيْهِ وَخِلَافٌ لَا اِخْتِلَافٌ فِيْهِ"۔ (۲)

"اگر کوئی حاکم (قاضی یا جج) بھی دی گئی تین طلاقوں کو فیصلہ کرتے وقت ایک طلاق قرار دے تو اس کا فیصلہ نافذ نہ ہوگا اس لئے کہ قیاس کو اس میں عمل دخل نہیں ہے تین کو ایک قرار دینا ایسا اختلاف ہوگا۔ جس میں کسی بھی فقیہ کو اختلاف نہیں ہے۔"

(۱) ضیاء القرآن۔ (۲) ردالمحتار علی درّ مختار جلد:۲ صفحہ: ۴۵۵۔ فتح القدیر جلد:۳ صفحہ: ۳۳۰۔

بلکہ یہ منسوخ شدہ حکم کی ترویج ہوگی۔ ردّ المحتار علی درمختار میں ہے:

"وَ قَدْ اِطَّلَعُوْا فِیْ الزَّمَانِ الْمُتَاَخِّرِ عَلٰی وُجُوْدِ النَّاسِخِ" (۱)

یعنی تین طلاقوں کو ایک قرار دیے جانے کا حکم منسوخ ہو چکا البتہ اس پر اطلاع بعد میں ہوئی۔

"حضرت عویمر رضی اللہ عنہ کا لعان کے بعد حکم سے پہلے تین طلاقیں دینا اور رسول اللہ ﷺ کا رد نہ کرنا" اس کا تذکرہ تفصیلاً پہلے ہو چکا (ملاحظہ ہو صفحہ)

فاطمہ بنت قیس کا ذکر کرنا کہ:

"طَلَّقَنِیْ زَوْجِیْ ثَلَاثًا فَلَمْ یَجْعَلِ النَّبِیُّ ﷺ نَفَقَةً وَّ لَا سُکْنٰی"۔(۲)

"یعنی فاطمہ بنت قیس نے کہا کہ میرے شوہر نے تین طلاقیں دیں اس پر رسول اللہ ﷺ نے فاطمہ کے لئے سکنیٰ اور نفقہ کی نفی فرمادی"

حدیث شریف سے ظاہر ہو رہا ہے کہ نفقہ اور سکنیٰ کی نفی تو فرمادی مگر دی گئی تین طلاقوں کو رد نہ فرمایا اور یہ کہ تین ایک ٹھہری کا ارشاد نہ ہوا۔

تفسیر مظہری میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمہ حدیث شریف لائے ہیں:

"طَلَّقَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ اِمْرَأَتَهٗ شَهْبَا ثَلَاثًا"۔ (۳)

"حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی شھبا کو تین طلاقیں دیں"

امام حسن بن علی کی بیوی شھبا نے حضرت علی کی شہادت کے بعد امام حسن کی

(۱) ردّالمحتار علی در مختار جلد:۲ صفحہ: ۱۵۵ --(۲) صحیح المسلم کتاب الطلاق رقم الحدیث (۳۷۰۰) --(۳) تفسیر مظہری جلد: ۲ صفحہ: ۳۰۱ --

خلافت پر مبارک باد دیے جانے پر تین طلاقیں دیں کہ تم حضرت علی کی شہادت پر (خوشی کا اظہار کر رہی ہو) مبارک باد دے رہی ہو؟

موطا امام مالک کی کتاب الطلاق کی پہلی حدیث ہے:

"اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِابْنِ عَبَّاسٍ اِنِّیْ طَلَّقْتُ اِمْرَأَتِیْ مِائَةَ تَطْلِیْقَةٍ فَمَا ذَا تَرٰی قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ طُلِّقَتْ مِنْكَ ثَلَاثًا وَّ سَبْعٌ وَّ تِسْعِیْنَ اِتَّخَذْتَ بِهَا اٰیَاتِ اللّٰهِ هُزُوًا"۔(۱)

"ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عباس سے عرض کیا کہ میں نے اپنی بیوی کو سو ۱۰۰ طلاقیں دے دی ہیں اس بارے کیا خیال ہے آپ نے فرمایا تین ہو گئیں اور ستانوے (۹۷) کے ساتھ تو نے کتاب اللہ سے مذاق کیا"

مسلم شریف کی وہ حدیث جسے بنیاد بنا کر تین کو ایک قرار دیا جاتا ہے خود حضرت عبداللہ ابن عباس کی طرف منسوب ہے۔ مگر ابن عباس فتویٰ اس کے خلاف دیتے رہے۔

فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے:

"جب راوی کا عمل اپنی ہی ذکر کردہ حدیث کا خلاف ہو تو یہ منسوخ ہونے کی دلیل ہے۔(۲)

نیز اس کے صفحہ ۳۶۳ پر حضرت علامہ عبدالعزیز پرہاروی لکھتے ہیں:

"اِنَّ رَاوِیَةَ اِذَا عَمِلَ بِخِلَافِهٖ کَانَ ذَالِكَ طَعْنًا فِیْ صِحَّتِهٖ

(۱) موطا امام مالک کتاب الطلاق صفحہ ۵۱۰ مطبوعہ نورمحمد کار خانہ تجارت کتب کراچی --(۲) فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد: ۹ صفحہ: ۳۶۳ مطبوعہ لاہور--

أَوْ قَلِيْلاً عَلىٰ أَنَّهُ مَنْسُوْخٌ أَوْ مَصْرُوْفٌ عَنِ الظَّاهِرِ"۔

"یعنی راوی جب اپنی ہی راویت کردہ حدیث کے خلاف عمل کرے تو حدیث کی صحت مشکوک ہو جاتی ہے یا پھر دلیل ہوتی ہے کہ پہلے والی حدیث منسوخ ہو چکی اور یا پھر ظاہری معنی مراد نہیں ہوتے۔"

سنن ابن ماجہ "باب من طلق ثلاثاً فی مجلس واحد" کے تحت حدیث شریف لائے ہیں:

"عَنْ عَامِرِ الشَّعْبِيْ قَالَ قُلْتُ لِفَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ حَدِّثِيْنِيْ عَنْ طَلَاقِكِ قَالَتْ طَلَّقَنِيْ زَوْجِيْ ثَلَاثاً وَهُوَ خَارِجٌ إِلَى الْيَمَنِ فَأَجَازَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ"۔(۱)

"یعنی عامر شعبی کہتے ہیں کہ میں نے فاطمہ بنت قیس سے پوچھا کہ اپنی طلاق کے بارے میں مجھے کچھ بیان کریں تو فاطمہ نے بتایا کہ ان کے شوہر یمن جا رہے تھے کہ جاتے ہوئے انہوں نے مجھے یک وقت تین طلاقیں دیں رسول اللہ ﷺ سے جب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا ہو گئیں۔"

دی گئی تین طلاقوں کے بعد اسی لئے احناف کا مذہب یہی ہے کہ بیوی شوہر کے لئے حلال ہی نہیں رہتی جب تک عدت گزار کر خاتون مطلقہ مرضی سے کسی اور سے نکاح صحیح کے بعد حقوق زوجیت ادا نہ کرلے پھر دوسرا طلاق دے یا مر جائے تب پہلے کے لئے حلال ہوگی۔

(۱) سنن ابن ماجہ صفحہ: ۱۴۷ مطبوعہ سعید کمپنی کراچی ۔، سنن ابن ماجہ کتاب رقم الحدیث (۲۰۲٤) ۔۔

ہدایہ شریف میں ہے:

"وَإِنْ كَانَ الطَّلَاقُ ثَلَاثاً فِي الْحُرَّةِ أَوْ ثِنْتَيْنِ فِي الْأَمَةِ لَمْ تَحِلَّ لَهُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجاً غَيْرَهُ نِكَاحاً صَحِيْحاً وَيَدْخُلَ بِهَا ثُمَّ يُطَلِّقُهَا أَوْ يَمُوْتُ عَنْهَا وَالْأَصْلُ فِيْهِ قَوْلُهُ تَعَالٰى فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجاً غَيْرَهُ وَالْمُرَادُ بِهِ الطَّلْقَةُ الثَّالِثَةُ"۔(۱)

یعنی شوہر اگر آزاد عورت کو تین (۳) طلاقیں یا باندی کو دو (۲) طلاقیں دے چکے تو وہ شوہر کے لئے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے سے نکاح صحیح کے بعد وطی نہ پائی جائے پھر دوسرا یا تو طلاق دے یا مر جائے تب پہلے کے لئے حلال ہوگی اور یہ مسئلہ قرآن مجید کی اوپر ذکر کردہ آیہ طیبہ سے لیا گیا ہے اور آیت میں ﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا﴾ سے تیسری طلاق مراد ہے۔

مفتی لاہوری صاحب سے یہ امر مخفی نہیں تھا کہ تین کے بعد بھی بیوی سے ازدواجی تعلقات حرام ہیں مگر ان احباب کی اجتہادی خواہش کہ حرام کو حلال کیسے کیا جائے، آڑے آتی اور مولوی صاحب سے لاؤڈ سپیکر لے کر مطلقہ ثلاثہ کی حلت کا اعلان فرمایا۔(۲)

لڑائی جھگڑوں کی اسلام میں نفی کرتا قرآن مجید سے کس قدر بے خبری اور جہالت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(۱) ھدایہ اولین جز: ۲ صفحہ: ۷۵ مطبوعہ لکھنو بھارت ۔۔(۲) مفتی صاحب کی کتاب کی صفحہ ( ) پر ذکر کردہ واقعہ کی طرف اشارہ ھے۔۔

نمبر ۱

﴿فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ﴾ (۱)

"آپ کے رب (رسول اللہ ﷺ کو خطاب ہو رہا ہے) ہونے کی قسم یہ لوگ تب تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے مقدمات لڑائی جھگڑوں میں آپ کو حاکم نہ مان لیں۔"

اگر اسلام میں لڑائی جھگڑوں کی گنجائش نہ تھی تو سرکار دو عالم ﷺ سے فیصلے کا ہے کو؟

نمبر ۲

﴿فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ﴾ (۲)

"اگر یہ اپنے جھگڑوں کا فیصلہ آپ کے پاس لائیں تو آپ کو اختیار ہے فیصلہ کریں یا اعراض فرمائیں۔"

اسلام میں عدلیہ کی بنیادی وجہ ہی لڑائی جھگڑے ہیں۔ کتاب کے صفحہ ۲۶ پر رقمطراز ہیں:

"یا معلوم تو ہوتا ہے کہ وہ طلاق دے رہا ہے مگر طلاق کا قصد نہیں ہوتا"

تبصرہ:

مجنون کو علم نہیں ہوتا۔ علم والا مجنون نہیں ہوتا۔ شریعت نے معاشرتی زندگی میں ہر کام کاج کے لئے الفاظ وضع کر رکھے ہیں ان کو جب بھی زبان پر لائیں گے تو معنی ظاہری ہی مراد ہوں گے۔ جیسے "نَكَحْتُ" [میں نے نکاح کیا]، "زَوَّجْتُ" [میں نے نکاح کیا]، "طَلَّقْتُ" لفظ طلاق سے [میں نے طلاق دی]، نکاح ختم کر دیا۔

(۱) القرآن الحکیم سورۃ النساء: ۶۵۔۔(۲) القرآن الحکیم سورہ المائدہ: ۴۲۔۔

"بِعْتُ" [میں نے یہ شی بیچی]، "اِشْتَرَيْتُ" [میں نے یہ شی خریدی]۔ شرعی طور پر جو الفاظ صریحہ ہیں وہاں نیت کی احتیاج ہی نہیں ہوتی پھر مفتی صاحب کا کہنا کہ طلاق کا قصد نہیں ہوتا۔ قصد نیت کا نام ہے۔ جب الفاظ ظاہرہ میں نیت کارگر ہی نہیں تو کیا مفتی صاحب اصول فقہ اور فقہ کی جمیع کتابوں سے اپنی بے خبری کا اظہار کرنا چاہتے ہیں کیونکہ سبھی فقہاء لکھتے:

"لِاَنَّهٗ صَرِيْحٌ لَا يُحْتَاجُ اِلَى النِّيَّةِ"۔ (۱)

صفحہ نمبر ۳۱ پر مفتی لاہوری لکھتے ہیں:

"مریض مرفوع القلم ہوتا ہے"

یہ قول کتاب و سنت کا مذاق اڑاتا ہے باری تعالیٰ نے مریض کے لئے احکام بیان فرمائے:

﴿وَ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ﴾ (۲)

﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيْضًا اَوْ بِهٖۤ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ﴾ (۳)

﴿وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ﴾ (۴)

غرضیکہ قرآن مجید کی درجنوں آیتوں میں مریض کو مخاطب کرتے ہوئے مریض کے لئے احکام بیان ہوئے اگر وہ مرفوع القلم ہے تو احکام کس کے لئے ہیں؟

(۱) ردالمحتار جلد ۲ صفحہ ۴۶۱ مطبوعہ کوئٹہ۔۔(۲) القرآن الحکیم سورہ بقرہ: ۱۷۵۔۔(۳) القرآن الحکیم سورہ بقرہ: ۱۹۶۔۔(۴) القرآن الحکیم سورہ المائدہ: ۶۔۔

بخاری و مسلم اور جمیع سنن کی کتابوں میں رسول اللہ ﷺ کی احادیث نماز، روزے اور حج کو مریض کیسے ادا کرے گا۔ یہ ان کے مکلف ہونے کی دلیل بین ہے۔ فقہائے عظام نے مریض کے احکام بیان فرمائے خاص کر طلاق میں زوج فار۔ (ایسا شوہر جو بیماری میں طلاق دے کر بیوی کو وراثت سے محروم کرنا چاہتا ہے) بطور خاص اس کے احکام بیان فرمائے ہیں۔

بدائع وصنائع میں یہ درج ہے کہ:

"وَكَذَا صِحَّةُ الزَّوْجِ لَيْسَ بِشَرْطٍ وَكَذَا إِسْلَامُهُ فَيَقَعُ طَلَاقُ الْمَرِيضِ وَالْكَافِرِ لِأَنَّ الْمَرِيضَ وَالْكُفْرَ لَا يُنَافِيَانِ أَهْلِيَّةَ الطَّلَاقِ۔"(۱)

ترجمہ: "طلاق دینے کے لئے زوج کا تندرست ہونا شرط نہیں ہے اور ایسے ہی شوہر کا مسلمان ہونا بھی ضروری نہیں۔ بیماری دی ہوئی طلاق ہو جاتی ہے اسی طرح کافر کی دی ہوئی طلاق ہو جاتی ہے بیماری اور کفر طلاق دیے جانے کے اہل ہونے کے منافی نہیں ہیں۔"

مفتی صاحب کی تفسیر بالرائے بھی ملاحظہ فرماتے چلیں:

﴿وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ حَرَجٌ﴾

مریض کے مرفوع القلم ہونے پر آیہ طیبہ کے اس حصہ کو دلیل کے طور پر ذکر کیا جبکہ آیت کا اس سے دور کا تعلق بھی نہیں۔

تفسیر مظہری میں ہے کہ:

(۱) بدائع و صنائع جز:۳ صفحہ: ۱۰۰۔

﴿لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَى حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى أَنْفُسِكُمْ أَنْ تَأْكُلُوا مِنْ بُيُوتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ آبَائِكُمْ أَوْ بُيُوتِ أُمَّهَاتِكُمْ﴾(۱)

قَالَ الْبَغَوِيُّ قَالَ سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ وَالضَّحَّاكُ وَغَيْرُهُمَا كَانَ الْعُرْجَانُ وَالْعُمْيَانُ الْمَرْضَى يَتَنَزَّهُونَ عَنْ مُؤَاكَلَةِ الْأَصِحَّاءِ لِأَنَّ النَّاسَ يَتَقَذَّرُونَهُمْ وَيَكْرَهُونَ مُؤَاكَلَتَهُمْ فَيَقُولُ الْأَعْمَى رُبَّمَا أَكَلَ أَكْثَرَ وَيَقُولُ الْأَعْرَجُ رُبَّمَا أَخَذَ مَكَانَ اثْنَيْنِ فَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ۔"(۲)

﴿یعنی نابینا، اپاہج، اور مریض پر کوئی حرج نہیں اور نہ تم پر اس بات میں کھاؤ اپنے گھروں سے یا اپنے باپ دادا کے گھروں سے یا اپنی ماؤں کے گھروں سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا جن گھروں کی کنجیوں کے تم مالک ہو یا اپنے دوست کے گھر سے تم کو کوئی حرج نہیں ہے کہ تم سب مل کر کھاؤ یا الگ الگ﴾

"امام بغوی نے سعید بن جبیر اور ضحاک سے نقل کیا اپاہج، نابینا اور بیمار، صحت مند احباب کے ہاں سے کھانا کھانے سے احتراز کرتے کیونکہ لوگ ایک تو ان سے گھن کرتے دوسرے ان سے مل کھانے کو اچھا نہ

(۱) القرآن الحکیم سورہ الفتح: ۱۷۔(۲) تفسیر مظہری جلد: ۲ صفحہ: ۵۵۹، ۵۶۰۔

جانتے۔ نابینا کہتا کبھی میں نظر نہ آنے کی وجہ سے اپنے حصہ سے زیادہ
کھالیتا ہوں اور اپاہج کہتا میں دو آدمیوں کا حصہ کھالیتا ہوں جس میں
ان کے اس فعل کو قابل مواخذہ نہ سمجھا گیا۔ علامہ قرطبی نے تفسیر میں لکھا
اگر آدمی نابینا، بیمار اور اپاہج ہو تو ان پر ایسا کام کرنا جس سے ان کو
تکلیف ہوتی ہو ضروری نہیں جیسے جمعہ کی ادائیگی، جہاد میں شرکت
وغیرہ۔''

تفسیر روح المعانی میں لکھا ہے کہ:

﴿لَيْسَ عَلَى الْأَعْمٰى حَرَجٌ﴾ اى اثم ﴿وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ﴾ اى فى التخلف من الغزو لما بهم من العذر۔ (۱)

''یعنی نابینے، اپاہج اور بیمار پر کوئی گناہ نہیں جنگوں میں گھروں پر رہ جانے اور جہاد میں شرکت نہ کرنے پر اس لئے کہ یہ حضرات معذور ہیں''

علامہ قرطبی کی عبارت ملاحظہ ہو:

"اى الاثم عليهم فى التخلف عن الجهاد لعماهم وزمانتهم وضعفهم"

''یعنی ان پر جہاد سے پیچھے رہ جانے میں حرج نہیں کیونکہ نابینا پن، اپاہج اور کمزوری کی وجہ سے۔''

اس کے بعد لکھا:

(۱) تفسیر روح المعانی جلد: ۱۳ مطبوعہ ملتان :۔۔

"فَالْحَرَجُ مَرْفُوْعٌ عَنْهُمْ"

''ان حضرات کا جہاد میں شریک ہونا حرج کا باعث ہے اور حرج ان سے اٹھالیا گیا ہے۔''

قارئین کرام! دیانت داری سے خود فیصلہ کریں کہ کیا مریض کا مسئلہ طلاق سے آیہ مذکورہ میں کوئی تعلق ہے؟

صفحہ ۳۷ پر مفتی لاہوری صاحب نے کمال الدین ابن ہمام علیہ الرحمہ کی عبارت نقل فرمائی اور استدلال کیا کہ طلاق دینے کے لئے عقل کامل ہونی چاہیے اور غصہ والے کی عقل کامل نہیں ہوتی اس لئے طلاق نہ ہوگی۔

ابن ہمام بچے کی دی گئی طلاق کے واقع نہ ہونے کی وجہ ذکر فرماتے ہیں کہ بچہ عقل کا مالک نہیں ہوتا۔ عقل تام بلوغت کے بعد آتی ہے تبھی تو احکام کا مکلف بنتا ہے اور پھر اس کے قول فعل پر احکام مرتب ہوتے ہیں جیسے دیوانے میں عقل نہ ہونے کی وجہ سے احکام مرتب نہیں ہوتے۔ بچے کو پیدا ہوتے ہی اسلام سے متصف کیا جانا شرعاً معتبر ہوتا ہے بشرطیکہ والدین مسلمان ہوں،

"كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ"

اسی لئے اس کا اسلام بھی مان لیا گیا نہ کہ عقل کی وجہ سے۔

صفحہ ۴۰ پر مفتی صاحب شاید طلاق دینے اور ہو جانے میں بڑھاپے کے باوجود فرق نہیں سمجھ پائے طلاق نہیں دینی چاہیے مگر دی تو کیا ہوگی یا نہیں؟ حالت حیض میں طلاق نہیں دینی چاہیے، مگر دی تو ہو جائے گی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حالت حیض میں اپنی اہلیہ کو طلاق دی تو سرکار نے فرمایا اپنے بیٹے سے کہو کہ رجوع کرے اگر وقوع طلاق نہ تھی تو رجوع کس سے؟ غصہ میں یا غیر غصہ میں طلاق نہیں دینی چاہیے مگر

دی تو ہو جائے گی۔

شرح عقود رسم المفتی میں لکھا ہے کہ:

"حاکم اور مفتی کی ذمہ داری ہے ظاہر اور شہادت ظاہرہ پر مسئلہ بتائے اور حکم لگائے"

کتاب کے صفحہ ۴۰، ۴۱، ۴۲ پر اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ طلاق بُری شی ہے اس کے دینے سے بچا جائے۔ یہ امر بجا کہ طلاق سے عرش الٰہی بھی لرز جاتا ہے۔ سوال تو یہ تھا کہ دی گئی طلاق ہوئی یا نہیں یہ امر احادیث صحیحہ کی روشنی میں لکھا جا چکا کہ:

"ثَلَاثَةٌ جِدُّهُنَّ جِدٌّ وَ هَزْلُهُنَّ جِدٌّ، اَلطَّلَاقُ وَالْعِتَاقُ وَالنِّكَاحُ۔"

تین امور مذاق میں ہوں یا ارادۃً ہر صورت وقوع پذیر ہو جاتے ہیں۔ جب رسول اللہ ﷺ فرما رہے ہیں کہ طلاق ہو جاتی ہے تو مفتی صاحب کون ہوئے جو کہیں طلاق نہیں ہوئی۔ کہیں دال میں کالا تو نہیں؟ ابھی تھوڑی دیر پہلے ایک دعویٰ کے فتنہ سے قوم نے بمشکل نجات پائی خدارا قوم کو مزید کسی پریشانی میں مت ڈالنا!

کتاب کے صفحہ ۴۴، ۴۵ پر تاثر دیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد تو یہ ہے کہ دین آسان ہے تم لوگوں کو بشارت دو۔ ان کے لئے آسانی پیدا کرو اور ہم غصہ میں دی گئی طلاق کے وقوع کا قول کر کے امت پر سختی کر رہے ہیں۔

اولاً دیکھتے ہیں کہ احادیث طیبات کا مفہوم شارحین و محدثین نے کیا بیان کیا ہے؟

علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح صحیح بخاری میں رقمطراز ہیں:

"بَابُ الدِّيْنِ يُسْرٌ"

"اَیْ دِیْنُ الْاِسْلَامِ يُسْرٌ اَوْ سُمِّیَ الدِّيْنُ يُسْرٌ مُبَالِغَةً بِالنِّسْبَةِ اِلَی الْاَدْيَانِ قَبْلَهٗ لِاَنَّ اللّٰهَ رَفَعَ عَنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ الْاِصْرَ الَّذِیْ كَانَ عَلٰی مَنْ قَبْلِهِمْ وَ مِنْ اَوْضَحِ الْاَمْثِلَةِ لَهٗ اَنَّ تَوْبَتَهُمْ كَانَتْ بِقَتْلِ اَنْفُسِهِمْ وَ تَوْبَةُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ بِالْاِقْلَاعِ وَالْعَزْمِ وَالنَّدَمِ۔"(۱)

"یعنی دین پر "الف لام" عہد کا ہے مراد دین اسلام ہے یا دین کو آسان مبالغۃً کہا گیا اس لئے کہ پہلے دینوں کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اس امت سے سختی کو اٹھا لیا ہے اس کی واضح مثالوں میں سے ایک یہ ہے پہلی امتوں میں لوگ گناہ کرتے تو اس کے رشتہ دار جب تک اسے قتل نہ کر دیں توبہ قبول نہ ہوتی اس امت پر آسانی رکھی کہ گناہ ہو جانے کے بعد سچے دل سے اظہار ندامت کے ساتھ دوبارہ اس فعل کو نہ کرنے کا عزم کرے توبہ قبول ہو جائے گی۔"

عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

"ثُمَّ كَوْنُ هٰذَا الدِّيْنِ يُسْرًا، يَجُوْزُ اَنْ يَكُوْنَ بِالنِّسْبَةِ اِلٰی ذَاتِهٖ وَ يَجُوْزُ اَنْ تَكُوْنَ بِالنِّسْبَةِ اِلٰی سَائِرِ الْاَدْيَانِ وَهُوَ الظَّاهِرُ لِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی رَفَعَ عَنْ هٰذَا الْاُمَّةِ الْاِصْرَ الَّذِیْ كَانَ عَلٰی مَنْ قَبْلَهُمْ كَعَدَمِ جَوَازِ الصَّلٰوةِ فِیْ غَيْرِ

(۱) فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد: ۲ صفحہ: ۱۲۶ مطبوعہ کراچی ...

الْمَسْجِدِ وَ عَدَمِ الطَّهَارَةِ بِالتُّرَابِ وَ قَطْعِ الثَّوْبِ الَّذِیْ تُصِیْبُهُ النَّجَاسَةُ وَ قَبُوْلِ التَّوْبَةِ بِقَتْلِ النَّفْسِ وَ نَحْوِ ذَالِكَ۔" (۱)

"یعنی دین کا یسر (آسانی) یا تو اپنی ہی ذات کے اعتبار سے ہے یا پھر مقابلۂ ادیان اولی کی نسبت دین اسلام میں آسانی کا فرمایا گیا اور یہی معنی ظاہر ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت سے وہ سختی جو پہلی امتوں پر تھی اٹھالی جیسے پہلے امتوں میں نماز کا وقت کہیں بھی ہو جائے سوائے مسجد کے ادائیگی درست نہ تھی۔ طہارت صرف پانی سے ضروری مٹی سے تیمم درست نہ تھا۔ کپڑے کو پلیدی لگ جائے تو دھو لینے سے کپڑا پاک نہ ہوگا بلکہ اس کو قینچی سے علیحدہ کرنا ضروری ہوتا اور یہ کہ توبہ تبھی قبول ہوگی جب مجرم کو قتل کر دیا جائے"

آیئے! اس بارے میں مفسرین کی رائے معلوم کرتے ہیں کہ وہ "یُسر" (نرمی)، "اِصر" (سختی) کے قرار دیتے ہیں محدثین کے مطابق یا مفتی صاحب کی رائے کی تائید کرتے ہیں؟

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِیْلِ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ یُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَ یُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَ یَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ

(۱) عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری جلد: ۱ صفحہ: ۲۳۵۔۔

الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ۔﴾ (۱)

"(یہ وہ ہیں) جو پیروی کرتے ہیں اس رسول کی جو نبی امی ہیں۔ جن کے ذکر کو پاتے ہیں وہ لکھا ہوا اپنے پاس تورات اور انجیل میں وہ نبی حکم دیتا ہے انہیں نیکی کا اور روکتا ہے انہیں برائی سے اور اتارتا ہے ان سے ان کا بوجھ اور کاٹتا ہے وہ زنجیریں جو جکڑیں ہوئے تھیں انہیں۔" (۲)

اس پر تفسیر مظہری میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

﴿وَ یَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ﴾ "اِصْرَهُمْ قَالَ قَتَادَةُ یَعْنِیْ الشَّدِیْدَ الَّذِیْ كَانَ عَلَیْهِمْ فِی الدِّیْنِ وَ الْاَغْلٰلَ یَعْنِیْ اَلثِّقَالَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ فِیْ شَرِیْعَةِ مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ مِثْلَ قَتْلِ النَّفْسِ فِی التَّوْبَةِ وَ قَطْعِ الْاَعْضَاءِ الْخَاطِئَةِ وَ قَرْضِ النَّجَاسَةِ عَنِ الثَّوْبِ بِالْمِقْرَاضِ وَ تَعْیِیْنِ الْقِصَاصِ فِی الْقَتْلِ الْعَمْدِ وَ الْخَطَاءِ وَ تَحْرِیْمِ اَخْذِ الدِّیَةِ وَ تَرْكِ الْعَمَلِ فِی السَّبْتِ وَ عَدَمِ جَوَازِ الصَّلٰوةِ فِیْ غَیْرِ الْكَنَائِسِ وَ غَیْرِ ذَالِكَ مِنَ الشَّدَائِدِ" (۳)

"یعنی حضرت قتادہ فرماتے ہیں "اِصْرَهُمْ" سے مراد سختی ہے جو ان پر دین کے معاملہ میں تھی اغلال وہ بوجھ ہے جو شریعت موسیٰ علیہ السلام میں تھا۔ مثلاً توبہ کی قبولیت تبھی ہوگی جب مجرم کو قتل کر دو۔ جس عضو سے

(۱) القرآن الحکیم سورہ الاعراف: ۱۵۷۔۔ (۲) ترجمہ ضیاء القرآن۔۔ (۳) تفسیر مظہری جلد: ۳ صفحہ: ۴۱۸ مطبوعہ کوئٹہ۔۔

جرم ہوا اسے کاٹ کے جسم سے علیحدہ کردو۔ اور نجس کپڑے کو قینچی سے کاٹ دو۔ قتل عمداً ہو یا خطأً قاتل سے صرف قصاص ہی ہوگا نہ کہ دیت۔ ہفتہ کے دن تمام کام چھوڑنا لازم تھا۔ اور نماز کا وقت ہونے پر نماز صرف کنیسہ (یہودی مسجد) میں ہی ادا ہو سکتی تھی۔ اسی طرح کی اور بہت سی سختیاں۔"

یہ ہیں وہ آسانیاں جو اللہ تعالیٰ نے اس امت کو عطا کیں نہ یہ کہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال جائز کو ناجائز اور ناجائز کو جائز قرار دے دو! دی ہوئی طلاق کو کہو نہیں ہوئی اور نہ ہونے والی کو کہو ہو گئی۔

"بَشِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا" کا بھی سن لیجیے!

"اَبْشِرُوْا بِالثَّوَابِ عَلَى الْعَمَلِ وَاِنْ قَلَّ" (۱)

"سرکار دو عالم ﷺ کے چاہنے والوں کو ان کے اعمال پر ثواب کی خوشخبری سناؤ اگرچہ اعمال قلیل ہی کیوں نہ ہوں"

نہ یہ کہ طلاق دے جانے کو بعد خوشخبری کہ طلاق نہیں ہوئی۔ جب تک جرم پر سزا کا تصور نہ ہوگا جرائم فروغ پائیں گے۔

﴿وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ﴾ (۲)

"تمہارے لئے جرم کے قصاص (سزا) ہی میں زندگی ہے"

دینی امور میں آسانی تو تبدیلی کے مترادف ہے اور شارع کے بغیر کوئی بھی اس کا حق نہیں رکھتا۔ ایک حدیث ملاحظہ فرمائیں جسے امام بخاری اور امام مسلم شیخین دونوں

(۱) عمدة القاری شرح صحيح البخاری جلد:۱ جز:۱ صفحه: ۲۳۷ ...(۲) القرآن الحکیم ...

ہی نے ذکر فرمایا:

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ لَمَّا تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَ اسْتُخْلِفَ اَبُوْ بَكْرٍ بَعْدَهٗ وَكَفَرَ مَنْ كَفَرَ مِنَ الْعَرَبِ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لِاَبِيْ بَكْرٍ كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَمَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَقَدْ عَصَمَ مِنِّيْ مَالَهٗ وَ نَفْسَهٗ اِلَّا بِحَقِّهٖ وَحِسَابُهٗ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ وَاللّٰهِ لَاُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ فَاِنَّ الزَّكٰوةَ حَقُّ الْمَالِ وَاللّٰهِ لَوْ مَنَعُوْنِيْ عِقَالًا كَانُوْا يُؤَدُّوْنَهٗ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلٰى مَنْعِهٖ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَوَاللّٰهِ مَا هُوَ اِلَّا اَنْ رَاَيْتُ اللّٰهَ شَرَحَ صَدْرَ اَبِيْ بَكْرٍ لِلْقِتَالِ فَعَرَفْتُ اَنَّهُ الْحَقُّ۔" (۱)

"یعنی حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کا انتقال

(۱) صحيح المسلم كتاب الايمان رقم الحديث (۱۲٤)۔ صحيح البخاری كتاب الزكوة رقم الحديث (۱۳۹۹، ۱٤٥۷)۔ كتاب الجهاد رقم الحديث (۲۹٤٦) كتاب استتابة المرتدين والمعاندين رقم الحديث (٦۹۲٤) كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة رقم الحديث (۷۲۸٤)۔ سنن ابی داؤد كتاب الزكوة رقم الحديث (۱٥٥٦، ۱٥٥۷) ۔ سنن الترمذی كتاب الايمان رقم الحديث (۲٦۰۷)۔ سنن النسائی كتاب الزكوة رقم الحديث (۲٤٤۲، ۳۰۹۱، ۳۰۹۲، ۳۰۹۳) كتاب تحريم الدم رقم الحديث (۳۹۸۰، ۳۹۸۳، ۳۹۸٥)...

ہوا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سرکار کے بعد خلیفہ بنایا گیا عرب میں سے کئی دین سے پھر گئے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا آپ لوگوں سے کس بنیاد پر جنگ کریں گے جب کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے مجھے لوگوں سے: جنگ کرنے کا اس وقت تک حکم دیا گیا ہے جب تک وہ لا الہ الا اللہ (ایمان) کا قول نہیں کہہ لیتے جب وہ اس کا اقرار کرلیں گے تو مجھ سے اپنی جان و مال محفوظ کرلیں گے ماسواء اللہ تعالیٰ کے حق کے پھر ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد اس پر حضرت صدیق اکبر فرمانے لگے اللہ کی قسم میں ان لوگوں سے جو نماز اور زکوۃ میں فرق کرتے ہیں ضرور جنگ کروں گا زکوۃ کی ادائیگی مال کا حق ہے اگر بکری کا وہ بچہ جسے وہ رسول اللہ ﷺ کو ادا کرتے رہے مجھ سے روکیں گے تو میں ضرور ان سے جنگ کرونگا۔ اس پر فاروق اعظم فرمانے لگے واللہ میں نے دیکھا ابوبکر صدیق حق پر ہیں اور اللہ تعالیٰ نے دین کے لئے ان کے سینہ کو کھول دیا ہے۔"

اس پر خطابی کا اشارہ بھی نوٹ کریں:

"فِی ذَالِكَ مِنْ قَوْلِهٖ دَلِیْلٌ عَلٰی اَنَّ الْقِتَالَ الْمُمْتَنِعَ مِنَ الصَّلٰوةِ كَانَ اِجْمَاعًا مِنَ الصَّحَابَةِ وَ كَذَالِكَ رَدًّا لِمُخْتَلَفٍ فِیْهِ۔"

"یعنی صحابہ کا اجماع تھا کہ نماز کی فرضیت کے انکار پر قتال اجماعی مسئلہ ہے اس لئے اس پر قیاس کرتے ہوئے ابوبکر صدیق نے زکوۃ کے

انکار پر قتال کا حکم لگایا۔"

حدیث انور سے چند معلوم شدہ امور:

(۱) جو امور شرعاً متعین ہو چکے ہوں ان میں نہ نرمی نہ لچک ہوگی۔

(۲) فاروق اعظم حکمت سے مانعین کے رد کے قائل مگر ابوبکر صدیق امور شرعیہ میں سختی سے عمل کے قائل۔

(۳) اگر "یُسْر" کا معنی مفتی صاحب والا ہی ہوتا تو ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ عمر بن خطاب کی رائے کو قبول کر لیتے۔ مگر دینی امور میں "وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً" دینی امور پر اپنے اندر سختی پیدا کرو۔

(۴) اجماعی مسئلہ کے خلاف قیاس ناروا ہے۔

جب یہ طے شدہ مسئلہ ہے کہ ﴿فَاِنْ طَلَّقَهَا﴾ کا عموم ماسواء استثناء (الصبی، والمعتوہ والنائم) غصہ اور غیر غصہ دونوں کو شامل اور یہ کہ طلاق ثلاثہ کے بعد حرمت منصوص اور اجماعی مسئلہ ہے پھر اس کے خلاف اپنے قول مردود کو قیاس کا درجہ دے کر "یُسْر" کے نام سے کرنا غیر شرعی اور مردود قول ہوگا۔

صفحہ ۴۵، ۴۶ میں زور دیا گیا کہ غصہ اغلاق ہے اور اغلاق میں دی گئی طلاق نہیں ہوتی۔ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ اکثر محدثین اور آئمہ لغت اغلاق کے مختلف معانی بیان کرتے ہیں جیسے اکراہ، بیک وقت تین طلاقیں دینا، اور امام ابوداؤد کا عندیہ کہ غصہ کی حالت کو اغلاق کہتے ہیں۔

کسی لفظ میں احتمالات کثیرہ استدلال احکام سے مانع ہوا کرتے ہیں۔ نیز امام ابوداؤد کا عندیہ حضہ الفاظ حدیث نہیں ہے۔ امام بخاری نے صرف عنوان قائم کیا اور ابوداؤد والی حدیث کو نہ مسلم نے نہ بخاری نے لیا کیونکہ ان کا راوی ضعیف ٹھہرا اور شیخین

ایسی حدیث کو بھی اپنی کتاب میں ذکر نہیں کرتے۔ اصل مسئلہ میں بحث کے بعد ضرورت نہیں کہ دوبارہ اس مسئلہ کو چھیڑا جائے۔

صفحہ ۵۰ پر مفتی صاحب نے اپنی تمام تر علمی صلاحیتوں کا اظہار کرتے ہوئے اپنے آپ کو شارع علیہ السلام کے مقابلے "بزعم خویش" کھڑا کیا۔ اور اپنی علمیت کا خود مذاق اڑایا۔ غصہ میں طلاق دیئے جانے کا شوہر اقرار کرے یا بیوی کہے یا گواہ موجود ہوں تو ہم کہیں گے طلاق نہ ہوئی اور ان تمام امور کے پائے جانے یعنی غصہ بھی تھا شوہر اقرار بھی کر رہا ہے کہ غصہ میں طلاق دی مگر بیوی اس طلاق کے بعد علیحدگی چاہتی ہے تو طلاق ہو جائے گی۔ غصہ دونوں صورتوں میں تھا۔ طلاق بھی دی گئی۔ بیوی شوہر کے ساتھ رہنے کو تیار تو کہیں گے طلاق نہ ہوئی۔ تیار نہیں تو کہیں گے طلاق ہو گئی۔ جس کا معنٰی یہ ہوا اگر تو وجہ طلاق غصہ ہے پھر تو دونوں صورتوں میں طلاق ہو جانی چاہیے تھی۔ یا بیوی کا ارادہ پھر وجہ غصہ نہ ہوا۔

تیسری صورت یہ نکلی کہ شریعت مفتی صاحب کے تابع ہے جس کے لئے مفتی صاحب کہہ دیں کہ طلاق ہو گئی ہو جائے گی، جس کے لئے ارشاد فرمائیں نہ ہوئی طلاق نہ ہو گی۔ اصل وجہ غصہ نہیں۔

اس مسئلہ میں آپ نے اس امر کو جان لیا ہو گا کہ مفتی صاحب کی اپنی تحریر تضادات کا مجموعہ ہے۔ کہیں طلاق کے وقوع کا قول اور کبھی عدم وقوع کا حکم لگایا گیا ہے۔ مفتی صاحب خود اس پر غور فرمائیں!

صفحہ ۵۱ پر مفتی صاحب رقم طراز ہیں کہ ترمذی شریف میں ہے:

"کُلُّ طَلَاقٍ جَائِزٌ اِلَّا طَلَاقَ الْمَعْتُوْهِ الْمَغْلُوْبِ عَلٰى عَقْلِهٖ"

"یعنی معتوہ کی دی گئی طلاق نہیں ہوتی اور معتوہ وہ ہے جس کی عقل پر غلبہ ہو"

یہ امر پہلے تفصیلاً ہو چکا اس لئے دہرانے کی ضرورت نہیں (ملاحظہ ہو صفحہ)

یہ امر واضح کیا گیا ہے کہ معتوہ از قسم جنون ہے اور مجنون ان تین افراد میں شامل ہے جن کی دی ہوئی طلاق نہیں ہوتی۔

البتہ مفتی صاحب نے امام ابو عیسیٰ ترمذی کا قول نقل فرما کر کہ:

"اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ مَعْتُوْهًا یُفِیْقُ الْاَحْیَانَ فَیُطَلِّقُ فِیْ حَالِ اِفَاقَتِهٖ۔"

"اگر معتوہ کو کبھی جنونی کیفیت بھی نہیں تو ایسی صورت میں جب درست ہو طلاق ہو جائے گی۔"

یہ واضح کر رہا ہے کہ معتوہ جنون ہے اور یہ کہ جنون نہ ہو تو دی ہوئی طلاق ہو جاتی ہے خواہ غصہ ہو یا نہ ہو۔

صفحہ ۵۷ پر مفتی صاحب اغلاق کی بحث میں علی قاری رحمہ الباری سے مرقاۃ کا تذکرہ لائے اگرچہ مرقاۃ کی عربی عبارت کا ذکر کرنا پھر علی قاری علیہ الرحمہ کی تردید اور اغلاق کے معنٰی میں مختلف اقوال کا تذکرہ تقاضا دیانت تھا مگر ایک معنی کا تذکرہ کرتے ہوئے کہ اغلاق کا معنٰی تینوں طلاقیں اکٹھا دینا کہ کوئی باقی نہ رہے۔ تبصرہ میں نے لکھا "پھر حدیث کا معنٰی یہ ہوا کہ ایسی طلاق کوئی طلاق نہیں جیسا کہ بعض اہل علم سنت کے طریقہ سے ہٹ کر طلاق کا اعتبار ہی نہیں کرتے امامیہ، امام ابوداؤد بن علی الاصبہانی المعروف ظاہری بڑے فقیہ، محدث اور حافظ قرآن و حدیث تھے یہ احکام شرعیہ میں قیاس کرنے کے قائل نہ تھے (الخ)۔ ابوداؤد ظاہری کی تعریف میں لکھا بڑے فقیہ محدث مگر قیاس کے قائل نہ تھے جب قیاس کے قائل ہی نہ تھے تو فقیہ کیسے قرار پائے قیاس تو نام ہی

کتاب وسنت سے ان مسائل کے استخراج کا ہے جن کا تذکرہ کتاب وسنت میں نہ ہو۔
نابینا غیر مقلد کسی مقلد سے الجھا ہوا تھا اور یہی ابوداؤد کا مسلک پیش کر رہا تھا جو کتاب و سنت کا ظاہری معنی ہو وہی مراد لینا چاہیے تو مقلد نے کہا اگر یہ قاعدہ مان لیں تو آیت طیبہ کا مفہوم کیا ہوگا؟ جس میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا﴾

''جو اس دنیا میں اندھا ہو وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا اور راہ حق سے بھٹکنے والا۔''

جب کہ آیت کا مفہوم تھا ''جو یہاں ہدایت سے خالی واندھا وہ آخرت میں ایسا ہی ہوگا''۔ مگر اصحاب ظواہر تو خیال ہی نرالا رکھتے ہیں۔ یہ ہیں وہ امام جو مفتی صاحب کے مقتدی اور مسائل کا ماخذ ہیں اور ان کی تعریف میں رطب اللسان اور تحسین مسلک کر رہے ہیں۔ جب کہ سنت کا خلاف کرنا حکم کے منافی نہیں ہوتا۔ حضرت عبداللہ بن عمر کا اہلیہ کو حالت حیض میں طلاق دینا خلاف سنت تھا مگر طلاق کا حکم لگا اسی لئے حکم ہوا

"مُرْ اِبْنَكَ اَنْ يُرَاجِعَهَا"

فاطمہ بنت قیس کو دی گئی تین طلاقیں سنت کے منافی ٹھہریں مگر وقوع پذیر ہونے کی وجہ سے نان نفقہ عدت کا حکم سنایا۔ اس کے بعد صفحہ ۶۱ تا ۶۶ اخلاق پر بحث ۶۷ میں پھر ابن قیم کی غصہ کی اقسام کو نئی کتاب فقہ السنہ کے حوالہ سے دہرایا گیا ہے ان تمام امور کا تذکرہ ہم صفحہ ۔۔۔ پر کر آئیں ہیں وہاں دیکھیں!

صفحہ ۷۶ پر ڈاکٹر عبداللہ یوسف مصری کی کتاب "الحلال الزوج فی الفقہ والقانون'' میں:

"لایقع طلاق المخطی والعاقل والغضبان والمدهوش (الخ)"

اس عبارت کا شروع ہی ثقہ آئمہ کے خلاف ہے (مخطی) غلطی سے دینے والے کی طلاق نہیں ہوتی اور یہ خلاف واقع ہے۔

ردالمحتار علی درمختار میں علامہ شامی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

" بِاَنْ اَرَادَ اَنْ يَقُوْلَ سُبْحَانَ اللّٰهِ فَجَرٰى عَلٰى لِسَانِهٖ اَنْتِ طَالِقٌ تَطْلُقُ لِاَنَّهٗ صَرِيْحٌ لَايَحْتَاجُ اِلَى النِّيَّةِ۔"(۱)

''یعنی سبحان اللہ کہنا چاہتا تھا کہ شوہر کی زبان پر انت طالق جاری ہوا تو طلاق ہو جائے گی اس لئے کہ الفاظ صریحہ محتاج نیت نہیں۔''

سہو، خطاء اور غفلت میں توجہ فتی ہے عقل زائل نہیں ہوتی جب تک عقل ہو مکلف ہے اور اس کے کہے اور کئے پر احکام نافذ ہوتے ہیں۔ "کمامر"

صفحہ ۷۸ پر مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ حنبلی مسلک کے فقہاء کی طرف ابن قیم کی مخالفت کی نسبت درست نہیں۔ جبکہ ہم اصل بحث میں مخالفت کا حوالہ دے آئے ہیں:

"لٰكِنْ اَشَارَ فِي الْغَلَبَةِ اِلٰى مُخَالَفَتِهٖ فِي الثَّالِثِ (الخ)"(۲)

شرح غایہ میں خود حنبلیوں کا اختلاف ذکر کیا گیا ہے۔

صفحہ ۸۲ تا ۹۴ سے بھی آگے تک علماء دیوبند کے اقوال کا تذکرہ ہے۔ گورباچوف، جارج ڈبلیو بش، بلیئر، من موہن سنگھ کل کلاں کو مفتی صاحب کی تائید کرنے لگیں یا مفتی صاحب ان کے اقوال سے اپنی کتاب کو مزین فرمائیں تو واقعی عوام کے ہاں

(۱) رد المحتار علی درمختار جلد: ۲ صفحہ: ۴۶۱ ۔۔(۲) رد المحتار علی در مختار جلد: ۲ صفحہ: ۴۶۳ ۔۔

ان سے بڑھ کر بڑا محقق اور کون ہو سکتا ہے۔ ہر شخص اپنوں سے تائید و توثیق چاہتا ہی ہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا قول حجت مانتے تو وہابیہ کا کہا تائیدا کیوں لاتے؟

صفحہ ۹۹ پر علامہ شامی علیہ الرحمہ کا قول نقل کیا کہ:

"لَوْ اَفْتٰی مُفْتٍ بِشَیْئٍ مِنْ هٰذَا الْاَقْوَالِ فِیْ مَوَاضِعِ الضُّرُوْرَةِ طَلَبًا لِلتَّیْسِیْرِ کَانَ حَسَنًا۔"

صرف یہ عرض کرنا چاہوں گا "ھذا لاقوال" سے کیا مراد ہے؟ کہیں ہمارے احقاقِ حق کو بھی مفتی صاحب حسد پر محمول نہ کرلیں۔

رسائل ابن عابدین المعروف علامہ شامی میں ہے:

"قَالَ الْاِمَامُ الْعَلَّامَةُ الْحَسَنُ مَنْصُوْرُبْنُ مَحْمُوْدِ الاوزجندی المعروف بقاضی خان فی کتاب الفتاوی رسم مفتی فی زَمَانِنَا مِنْ اَصْحَابِنَا اِذَا اسْتُفْتِیَ عَنْ مَسْئَلَةٍ اِنْ کَانَتْ مَرْوِیَّةً عَنْ اَصْحَابِنَا فِی الرِّوَایَاتِ الظَّاهِرَةِ بِلَا خِلَافٍ بَیْنَهُمْ فَاِنَّهٗ یَمِیْلُ اِلَیْهِمْ وَ یُفْتِیْ بِقَوْلِهِمْ وَلَا یُخَالِفُهُمْ بِرَأْیِهٖ وَاِنْ کَانَ مُجْتَهِدًا مُتْقِنًا لِاَنَّ الظَّاهِرَ اَنْ یَکُوْنَ الْحَقُّ مَعَ اَصْحَابِنَا وَلَا یَعْدُوْهُمْ وَ اِجْتِهَادُهٗ لَا یَبْلُغُ اِجْتِهَادَهُمْ وَلَا یُنْظَرُ اِلٰی قَوْلِ مَنْ خَالَفَهُمْ وَلَا یُقْبَلُ حُجَّتَهٗ اَیْضًا۔"(۱)

"علامہ قاضی خان اپنی کتاب رسم مفتی میں لکھتے ہیں اگر کوئی شخص کسی مفتی

(۱) رسائل ابن عابدین المعروف علامہ شامی صفحہ: ۲۴، ۲۵۔

سے مسئلہ پوچھے تو وہ دیکھے اگر وہ مسئلہ ہمارے اصحاب (احناف) سے بغیر کسی اختلاف کے ظاہر الروایہ میں ہو (ظاہر الروایہ امام محمد کی چھ کتب) تو اسی پر فتویٰ دے اور ان کی مخالفت اپنی رائے سے نہ کرے اگرچہ وہ خود بھی مجتہد ہو اس لئے کہ ظاہر یہ ہے کہ حق انہیں کے ساتھ ہے۔ اور اس مفتی کا اجتہاد ان کے اجتہاد تک نہیں پہنچ سکتا۔ اس لئے مخالف کے قول کا نہ تو اعتبار ہوگا اور نہ ہی اس کی حجت کو قبول کریں گے۔"

اگر کہیں ضرورت دینی پیش آرہی ہو اور وہ اپنے امام کے مسلک سے اسے اپنانے کا عندیہ دیا گیا ہے مثلاً تعلیم القرآن پر اُجرت لینے میں آئمہ متقدمین قائل نہ تھے اور امام سے اس بارے روایت نہ تھی۔ آئمہ متقدمین نے جائز نہ کہا وجہ یہ بیان کی دینی امر ہے اور ﴿وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا﴾ سے متصادم ہے۔ مگر بعد والوں نے کہا خلفاء راشدین کے زمانہ میں ان احباب کے لئے جو تعلیم قرآن دیتے وظیفے مقرر تھے بعد میں آنے والے حاکموں نے وظیفے بند کر دیئے اور علماء کو جو دینی امور سرانجام دیتے تھے کاروبار میں مصروفیت کی وجہ سے تعلیم و تعلم کے لئے وقت نکال سکے جس سے دین کے ضائع ہونے کا ڈر پیدا ہوا تو بعد کے فقہاء نے وقت کا عوض قرار دیکر تعلیم القرآن کے عوض کو جائز قرار دیا تا کہ دین ضائع نہ ہو جائے۔

یہ ضرورت نہیں کہلاتی کہ امام آئمہ احناف کی کسی مسئلہ میں تصریحات موجود ہوں اور وہ لاہدی بھی نہ ہو تو جس کا دل چاہے اٹھ کر امام کے مسلک کے خلاف کسی اور امام کے مسلک پر فتویٰ دیتا پھرے۔ جیسے مفتی لاہوری صاحب نے امام کے مسلک کو چھوڑ کر امام احمد بن حنبل کے مقلد ہونے کا دعویٰ کرنے والے ایک شخص ابن قیم کے قول پر فتویٰ دے دیا کہ غصہ میں دی گئی طلاق ہی نہیں ہوتی۔ جبکہ اکثر و بیشتر طلاق ہوتی ہی

غصہ میں ہے تفصیل گزر چکی۔

رسائل ابن عابدین کی ایک اور عبارت ملاحظہ ہو:

وَعَنْ هٰذَا قَالَ صَاحِبُ الدُّرَرِ وَالْغُرَرِ فِی كِتَابِ الْقَضَاءِ إِذَا قَضَی الْقَاضِی فِی مُجْتَهَدٍ فِيْهِ بِخِلَافِ مَذْهَبِهٖ لَايَنْفُذُ قَالَ أَیْ أَصْلُ الْمَذْهَبِ كَالْحَنَفِی إِذَا حَكَمَ عَلٰی مَذْهَبِ الشَّافِعِیْ أَوْ نَحْوِهٖ أَوْ بِالْعَكْسِ وَأَمَّا إِذَا حَكَمَ الْحَنَفِیُّ بِمَذْهَبِ أَبِی يُوْسُفَ أَوْ مُحَمَّدٍ أَوْ نَحْوِهِمَا مِنْ أَصْحَابِ الْإِمَامِ فَلَيْسَ حُكْمًا بِخِلَافِ رَأْيِهٖ۔"

''صاحب درر نے لکھا اگر قاضی کسی اجتہادی مسئلہ میں اپنے امام کے مسلک کے خلاف فیصلہ کرے تو اس کا فیصلہ نافذ نہ ہوگا مثلاً کوئی حنفی قاضی امام شافعی کے مسلک پر فیصلہ کرے یا شافعی حاکم امام ابوحنیفہ کے مسلک پر فیصلہ کرے تو نافذ نہ ہوگا (کیونکہ وہ قاضی کے اپنے مسلک کے خلاف ہے اور قاضی اسے درست نہیں جانتا) لیکن اگر حنفی قاضی امام ابو یوسف یا امام محمد کے مسلک کے مطابق فیصلہ دیتا ہے تو یہ اس کا فیصلہ امام کے مسلک کے خلاف نہ کہلائے گا''

مفتی صاحب کا عمل آسانی پیدا کرنا نہیں ہوا وہوس کی پیروی ہے بلکہ مادر پدر آزادی بھی کہ جس کا جو دل آئے کہتا جائے نہ کتاب وسنت کا خیال نہ اپنے امام کی اقتداء۔

آخر میں اپنی گفتگو ارشاد باری تعالیٰ کے اس قول پر سمیٹتا ہوں:

﴿وَإِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ بِأَهْوَائِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ﴾(۱)

''اور بے شک بہت سے لوگ گمراہ کرتے ہیں اپنی خواہشوں سے بے علمی کے باعث اور بلاشبہ آپ کا رب خوب جانتا ہے حد سے بڑھنے والوں کو۔''

❁❁❁❁❁

(۱) القرآن الحکیم سورہ الانعام: ۱۲۰۔

”سوال نامہ پر استفتی کی شرعی حیثیت“

اس وقت جب کہ غصہ میں دی گئی طلاق کا مسئلہ خواہ غصہ عام ہو یا شدید کسی صورت میں بھی دی گئی طلاق ہو جاتی ہے کمپوزنگ کے مراحل میں تھا۔ ایک مہربان نے بتایا کہ مفتی صاحب لاہوری نے ایک سوال نامہ چھپوا رکھا ہے آنے والے سے اس کے کوائف لکھوائے جاتے ہیں اور اسے کہا جاتا ہے کہ تم اسے فِل (Fill) کر دو ہم تمہیں لکھ دیں گے کہ طلاق نہ ہوئی۔ سوال نامہ دیکھا گیا تو یقین مزید پختہ ہوا کہ مفتی صاحب مفتی ماجن اور آنے والے سائل کو حیلہ سازی سکھانے والے خواہشات کے بندے اور بدی کی راہیں کھولنے والے ہیں۔

فتاویٰ عالمگیری کتاب الحجر میں ہے۔

حجران فی التصرف کے تین اسباب بیان کرنے کے بعد لکھا

”قَالَ ابو حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ لا یحجر القاضی علی الحرّ العاقل البالغ اِلّا مَن یتعدّٰی ضررہ الی العامۃ وھم ثلاثۃ الطبیب الجاھل الذی یسقی الناس مایضرھم ویھلکھم وعندہ انہ شفاء ودواٌ والثانی المفتی الماجن وھو الذی یعلم الناس الحیل او یفتی عن جھل والثالث المکاری المفلس۔“(۱)

”یعنی ان تین افراد کو جو بچہ، مجنون اور غلام کے علاوہ امام ابو حنیفہ علیہ

(۱) فتاویٰ عالمگیری کتاب الحجر جلد ۵ صفحہ ۴۵ ۔۔

الرحمہ کے ہاں ان میں سے ایک مفتی ماجن یعنی وہ مفتی جو لوگوں کو حیلہ سازی سے آگاہ کرے اپنے کو تصرف اور فتویٰ دینے سے روک دیا مفلس۔“
جائے گا۔ دوسرے جاہل طبیب، تیسرے مکاری
سائل کے ساتھ جو بھی واقعہ پیش آیا ہو مفتی لاہوری کا ”سوال نامہ“ کو پُر کرواتا اور اس کے مطابق مسئلہ کو جواب پر ماسواء حیلہ سازی کے اور کیا ہو سکتا ہے۔؟

نمبر ۱

مفتی صاحب پر پوچھے گئے سوال کے مطابق جواب دینا ذمہ داری ہے نہ کہ اس کے سوال کو اپنے جواب کے موافق بنانے کی تلقین کرنا۔

در مختار کے حوالہ سے مفتی عمیم الدین علیہ الرحمہ آداب مفتی میں یہ لکھتے ہیں:

”ویحرم التساھل فی الفتویٰ واتباع الحیل ان فسرت الاغراض۔“(۱)

ایک سطر کے بعد لکھا:

”بل یجب علی المفتی ان یجیبہٗ بکل مایسئلونہٗ۔“

”یعنی فتویٰ کے تحریر کرنے میں تساہل سے کام لینا اور حیلہ سازی حرام ہے بلکہ مفتی پر لازم ہے کہ جو مسئلہ پوچھا گیا اس کے مطابق جواب دے!“

نمبر ۲

آداب مفتی میں یہ لکھا ہے:

”(وعندی) إذا علم المفتی حقیقۃ الامر لاینبغی لہٗ اَن

(۱) آداب مفتی صفحہ: ۵۷۰ ۔۔

يكتب المسائل لئلا يكون معينًا على الباطل۔ "(۱)

''مفتی جب حقیقت حال پر آگاہ ہو جائے تو بہتر ہے کہ سائل کو جواب نہ دے کہیں باطل کا مددگار نہ بن جائے۔''

نمبر ٤

شرح عقود رسم مفتی میں ابن عابدین علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

"قال الامام ابو عمرو فی آداب المفتی اعلم ان من يكتفی بان يكون فتواه او عمله موافقًا بقول او وجه فی المسئلة ويعمل بما شاء من الاقوال والوجوه من غير نظر فی الترجيح فقد جهل وخرق الاجماع۔"(۲)

''یعنی امام ابو عمرو نے آداب مفتی میں لکھا کہ جو شخص بھی اپنے فتوی یا اپنے عمل کو کسی خاص مقصد کے پیش نظر اپنی توجیہ میں ڈھالنا چاہتا ہے۔ بغیر راجح قول پر نظر کے وہ نہ صرف جہالت کا ارتکاب کرتا ہے بلکہ اجماع کو توڑنے والا ہوگا۔''

رہے حوالہ جات تو وہ مغالطہ کے لئے وہی ہیں جن کا تذکرہ کتابچہ میں اس سینہ زوری پر اللہ تعالیٰ سے ہم ہدایت کے طلب گاری بن سکتے ہیں۔

(۱) آداب مفتی صفحه ۵۷۹ ۔۔(۲) شرح عقود رسم مفتی صفحه :٤۔۔

مفتی صاحب کی تائید میں

ذکر کردہ علماء میں سے ایک کے بارے میں حقائق:

مفتی صاحب نے جس طرح اپنے رسالہ ''شدید غصہ کی طلاق کا شرعی حکم'' میں اپنے امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کی تقلید سے اعراض کر کے حنبلی ہونے کا ثبوت فراہم کیا ہے وہ تو ہر قاری پر عیاں ہوگا۔ یہ کس قدر کذب بیانی اور عوام کو فریب اور دھوکہ دینا ہے کہ ایک رسالہ جو بار اول 2006ء میں لکھا جارہا ہے اور طبع ہو رہا ہے۔ اس کی تائید میں ان علماء کا نام شامل کیا جارہا ہے جن کو فوت ہوئے دس سال کا عرصہ بلکہ اس سے بھی زیادہ ہو چکا۔

کتاب کے صفحہ ۱۲۱ پر حضرت علامہ الشمس الزمان قادری رحمۃ اللہ علیہ کی تائیدی رسید میں لکھا:

اما بعد: فرید الدھر وحید العصر علامہ ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری صاحب زید مجدہ کا زیر نظر تحریر کردہ طلاق کے موضوع پر تحقیقی رسالہ الخ''

پھر پانچ سطریں چھوڑ کر پھر لکھا ''زیر نظر رسالہ میں الخ''، جس شخص کو فوت ہوئے 10 سال سے زیادہ عرصہ ہو چکا ہو یا تو قبر سے مفتی صاحب نے انہیں اٹھایا اپنا رسالہ پڑھایا اور تائید لکھوائی یا عوام کو بتانا مقصود ہے کہ بہت سے پیران عظام سے سندیں حاصل کرنے کے بعد مابدولت اس مقام اعلیٰ پر پہنچ گئے ہیں کہ مردوں کو زندہ کر کے اپنی کتاب کی تائید کروا سکتے ہیں۔ احمد علی لاہوری کو بھی یہ سوجھی تھی اور علی بن عثمان داتا گنج بخش علیہ الرحمہ کے بارے میں ہرزہ سرائی کی تھی کہ ان کا مزار شاہی قلعہ میں ہے نہ کہ موجودہ۔ تاریخ سے تو لاہوری کو آگاہی تھی ہی نہیں کشف قبور کا اظہار مقصود تھا۔ آج پھر اسی لاہور میں مفتی صاحب نے کشف قبور بلکہ مردوں کو زندہ کرنے اور ان سے تحریر کا دعویٰ پیش نظر لئے کتاب جو مسلک احناف کے خلاف لکھ ڈالی اور مرنے والوں سے دعویٰ

تائید کیا۔ اگر یہ کہیں کہ 10 سال پہلے لکھے گئے فتوٰی کی تائید تھی جو لکھی گئی تو یہ دعوٰی اس لئے درست نہ ہوگا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے کہ'' زیر نظر طلاق کے موضوع پر تحقیقی رسالہ'' یہ اس رسالہ کی تائید پھر پانچ سطروں کے بعد'' زیر نظر رسالہ'' یہ دونوں تحریریں رسالہ کی تائید ہیں اور رسالہ بار اول اور سال طباعت مارچ 2006ء رسالہ کے صفحہ۲ پر یہ اس کی واضح تردید ہے کہ فتوٰی کی تائید نہیں بلکہ چھپنے والے رسالہ کی تائید ہے اور یہ تبھی ممکن ہے جب حضرت علامہ شمس الزمان علیہ الرحمہ کو قبر سے اٹھا کر رسالہ پڑھا کے تائید حاصل کی گئی ہو۔

لوگ زندوں پر افتراء باری کرتے ہیں اور مفتی صاحب نے وفات پانے والوں کو بھی نہ چھوڑا۔

تقریظ

حضرت علامہ مولانا ڈاکٹر سرفراز نعیمی صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

استاذ العلماء والفضلاء حضرت علامہ مفتی محمد عبد العلیم سیالوی صاحب دامت فیوضھم کا شماران فاضل استاذ الاساتذہ اور جید علماء کرام میں ہوتا ہے جو عرصہ 46 سال سے تعلیم و تعلم اور تدریس سے مسلسل رابطہ قائم رکھے ہوئے ہیں۔ اور بفضلہ تعالٰی فنون متداولہ میں سے خاص طور پر فن فقہ و حدیث میں خصوصی ملکہ اور مہارت حاصل ہے اور اس وقت جامعہ نعیمیہ میں شیخ الحدیث والفقہ کے ساتھ ساتھ رئیس شعبہ افتاء کے منصب پر بھی فائز ہیں۔

جناب ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری صاحب نے'' شدید غصہ کی طلاق کا شرعی حکم'' کے نام سے ایک کتابچہ تحریر کیا۔ اس کو اول تا آخر تک دیکھنے کا موقع ملا' عنوان میں اگرچہ ''شدید غصہ'' کے الفاظ کا ذکر ہے لیکن رسالہ میں عموی طور پر جس طرح بحث کی گئی ہے اس میں لفظ'' شدید'' کی شدت تو پس منظر میں چلی گئی اور قاری اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ غصہ میں طلاق ہی نہیں ہوتی۔ جس کی وجہ لفظ'' اغلاق'' کے معروف' مشہور اور راجح معنی کو ترک کرتے ہوئے غیر راجح معنی کو لینا ہے۔ اور اسی طرح طلاق دہندہ میں جنونی کیفیت کو غصہ کی ہر صورت میں پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور کچھ اسی قسم کی صورت حال'' مرفوع القلم ،المخطی ، المعتوہ ، المجنون ،الغافل ، الغضبان ، المدھوش، مغلوب، العقل کی ذکر کردہ تعریفات میں بھی نظر آتی ہے جس سے یہ تاثر بھی پیدا ہوتا ہے کہ خوانخواہ اپنے موقف کو ثابت کرنے کیلئے صریح اور مرادی معانی کو ترک کر کے ضعیف اقوال کا سہارا لیا گیا ہے۔

جبکہ حضرت علامہ مفتی محمد عبد العلیم سیالوی صاحب نے مذکورہ الفاظ کے معانی

کے علاوہ غضب، برسم، عتہ (المعتوہ) صداع، اغماء، دھش (مدھوش)، جد، ھزل اور خاص طور پر اغلاق کے اصل اور قابل ترجیح معانی ہی کو لیا ہے تا کہ ان الفاظ کے اصل مصداقات میں کسی قسم کی غلطی واقع نہ ہو اور اہل فن ولغت کے نزدیک جو راجح معنی مراد لیے گئے ہیں ان کو اپنے مصداق پر ہی رہنے دیا جائے اور فقہی مسئلہ واضح ہو کر قارئین کے سامنے آجائے۔

نیز ڈاکٹر علامہ قادری صاحب نے انسانی نفسیاتی کمزوریوں کو پیش نظر رکھ کر انسانی ہمدردی کا سہارا اور معصوم بچوں کے مستقبل کا حوالہ دیتے ہوئے قاری کے ذہن میں ایسا ماحول پیدا کرنے کی کوشش کی ہے کہ غصہ میں طلاق دینے والے ''ظالم'' کو تو کچھ نہ کہا جائے بلکہ اسے ''مظلوم'' بنا کر پیش کیا گیا ہے تا کہ اس سے ہمدردی پیدا ہو اور اس نے طلاق دے کر جو عرش الٰہی کو ہلا کر رکھ دیا اس پر اسے کچھ نہ کہا جائے اور نہ شرعی حکم لگایا جائے۔

جناب ڈاکٹر غلام سرور قادری صاحب نے اپنے کتابچہ میں احادیث کی 142 کتب میں سے صرف 5 کتب ''سنن ابی داؤد، ابن ماجہ، مسند احمد بن حنبل، صحیح بخاری اور المستدرک میں مذکور 5 احادیث کو بطور دلیل پیش کیا ہے جن میں لفظ ''اغلاق'' آیا ہے۔ لیکن ان احادیث میں سے کسی بھی صاحب کتاب نے اپنی کتاب میں ''اغلاق'' کے معنی کو بیان نہیں کیا البتہ ابوداؤد نے اپنی سنن میں ''اغلاق'' کے معنی کے بارے میں کہا کہ میرے ظن (گمان) کے مطابق ''اغلاق'' کا معنی ''غصہ'' ہے یعنی اغلاق کے معنی غصہ کو پھر بھی یقین کے ساتھ متعین نہیں کیا بلکہ قریب الیقین کے ساتھ بیان کیا اہل لغت بخوبی جانتے ہیں کہ ظن یقین کو نہیں بلکہ قریب الیقین کو کہتے ہیں اور یقین اور قریب الیقین میں جو فرق ہے وہ اہل علم سے مخفی نہیں۔ جب خود صاحب سنن ابی داؤد بھی تیقن کے ساتھ [illegible] ڈاکٹر صاحب غصہ کے معنی کو بطور استدلال کیوں کر

پیش کر رہے ہیں؟

تینوں آئمہ کرام، امام اعظم ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہم ایک طرف شدید غصہ میں دی گئی طلاق کو تسلیم کرتے ہیں اور دوسری طرف امام احمد بن حنبل کے ماننے والوں میں صرف متاخرین فقہاء میں ابن قیم، ابن قدامہ اور ابن قتیبہ شدید غصہ میں طلاق کو مؤثر نہیں مانتے تو کیا جمہور آئمہ اسلام کے متفقہ موقف سے انحراف کرتے ہوئے مرجوح اور غیر راجح اقوال پر فتویٰ دینے کی اساس قائم کرنے کی کوشش میں جو مفسدات اور معاشرتی وخاندانی بدکاریاں سامنے آتی ہیں، دیدہ ودانستہ طور پر انہیں فروغ دینے اور غلط طور پر فقہی جواز مہیا کرنے کی مذموم کوشش نہیں تو اور کیا ہے؟۔ علامہ سیالوی صاحب نے ان مفسدات کو پیش نظر رکھتے ہوئے جہاں سیر حاصل بحث کی ہے اور ڈاکٹر صاحب کے کتابچہ پر صفحہ بہ صفحہ تبصرہ کے حوالے سے علمی وتحقیقی گرفت فرمائی ہے وہاں ان اصول، ضوابط وقواعد کو بھی بالتفصیل ذکر کیا ہے جو فتویٰ دیتے وقت ایک مفتی کیلئے ضروری ہیں تا کہ درست اور صحیح شرعی فتوی جاری کیا جاسکے۔

حضرت علامہ سیالوی صاحب نے کتاب وسنت اور اقوال فقہاء وعلماء اہل سنت کی آراء کی روشنی میں غصہ کی طلاق کے واقع ہونے کو نہایت علمی وتحقیقی انداز میں پیش کیا ہے خاص طور پر جناب ڈاکٹر غلام سرور قادری صاحب نے ''سنن ابی داؤد کی اغلاق'' والی جس حدیث کو بطور استدلال پیش کیا ہے جرح وتعدیل کی روشنی میں پوری تفصیل کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کی پیش کردہ حدیث سند کے اعتبار سے بھی خود ضعیف ہے اور ضعیف حدیث سے نہ احکام فقہ ثابت ہوتے۔ اور نہ کئے جاسکتے ہیں۔ نیز ''اغلاق'' کی آڑ میں بیک وقت تین طلاق دینے کی حوصلہ شکنی کی بجائے حوصلہ افزائی کی گئی ہے جس سے بیک وقت تین طلاق کے واقعات کو اور فروغ ملے گا۔ جو بہر حال مناسب نہیں ہے۔

دوسرے امام کے قول پر تو اس وقت عمل کرنے کا جواز پیدا ہوتا ہے جب اپنے امام کا قول ہی نہ پایا جائے لیکن اپنے مقتداء امام کے قول کے ہوتے ہوئے اس سے انحراف کرنے کی پیروی کو ہوائے نفس کے علاوہ کچھ نہیں کہا جا سکتا طلاق واقع ہونے کے شرعی حکم کے خلاف آسانیاں مہیا کرنے کے دعوئی کے نتیجہ میں جو معاشرہ تشکیل پائے گا وہ بے راہ روی، نفس پرستی، اخلاقی بدکاریوں کی آماجگاہ کے علاوہ کچھ نہ ہوگا اور یورپی معاشرہ اسی قسم کی آسانیاں مہیا کرنے کے نتیجے میں ننگ، انسانیت بنا ہوا ہے۔ڈاکٹر صاحب چاہتے ہیں پاکستانی معاشرہ بھی روشن خیالی میں یورپ سے کہیں پیچھے نہ رہ جائے۔

علامہ مفتی عبدالعلیم سیالوی صاحب نے فن فقاہت ولغت کی مایہ ناز علمی اور مقتدا آئمہ شخصیات کے اقوال سے اور اپنی کتاب کو مضبوط دلائل سے مزین کیا ہے مثلاً علامہ بدرالدین العینی، علامہ ابن حجر العسقلانی، علامہ کاسانی، ملا علی القاری، علامہ ابن عابدین، کمال الدین ابن ہمام شمس الائمہ السرخسی، فخر الاسلام البزدوی، ابن مرابط، برہان الدین علی المرغینانی، علاؤ الدین حصکفی، عبداللہ بن احمد النسفی، مجدد مائۃ حاضرہ اعلیٰ حضرت احمد رضا خان فاضل بریلوی وغیرہم

اس کے ساتھ ساتھ اپنے مؤقف کو فقہ ولغت کی انتہائی اہم اور بنیادی واساسی کتب کے حوالوں سے آراستہ کیا ہے۔جس سے رسالہ کی قدر وقیمت واہمیت دو چند ہو گئی ہے۔مثلاً ردالمحتار علی درالمختار، فتاوی خیریہ، بدائع الصنائع، تہذیب التہذیب، بحر الرائق، الھدایہ، البنایہ، الاشباہ والنظائر، فتاوی عالمگیری، فتح القدیر، مجمع بحار الانوار، نامی مع الحسامی، القواعد الفقہ، شرح ابن جوزی، فتح الباری، عمدۃ القاری، بذل المجہود فی حل ابی داؤد، فتح الملک المعبود، المبسوط، فتاوی قاضی خان، مجمع الزوائد، رسائل ابن عابدین، فتاوی رضویہ، المنجد، منتہی الارب، لسان العرب، مجمع الغرائب، المفردات وغیرہ وغیرہ

حضرت استاذ الاساتذہ مفتی محمد عبدالعلیم سیالوی صاحب نے "غصہ میں دی

گئی طلاق ہو جاتی ہے" کے عنوان پر قلم اٹھا کر ایک بڑے فتنے کو پروان چڑھنے سے روکنے کی سعی جمیلہ کی ہے جو وقت کی اہم ضرورت ہے۔

محمد سرفراز نعیمی

جامعہ نعیمیہ، لاہور

تقویظ

حضرت علامہ مولانا مفتی انور القادری صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

جہلاء سے تو یہ حیلہ بدکئی دفعہ سننے کو ملا کہ ''اس نے طلاق غصہ میں دی تھی'' مگر کسی عالم کی طرف سے جو حنفی مقلد ہونے کا مدعی ہو ایسی بات کہ وہ غصہ کی حالت میں دی گئی طلاق کے عدم وقوع کا فتویٰ دے بلکہ سائل کو ایسے حیلہ کی ترغیب دے جو شیطانی دروازہ کھول دے پہلی دفعہ اتفاق ہوا۔ مزید یہ کہ یہ حضرت پمفلٹ اور کتاب کے ذریعہ اپنے اس فعل کی تشہیر بھی فرما رہے ہیں جیسے کوئی بہت بڑی دینی خدمت سرانجام دی ہو۔ حرام سے بچانے کی سعی ہوتی تو کوئی بات تھی حرام میں ڈالنا کونسی دینی خدمت ہے جس کی تشہیر کی جا رہی ہے۔

خوشی کی حالت میں طلاق کوئی نہیں دیتا، عموماً طلاق شدید غصہ کی حالت میں ہی دی جاتی ہے۔ شرعاً درستی عقل شرط طلاق ہے اور اختلال عقل مانع طلاق ہے۔ غصہ اختلال عقل کے اسباب میں سے ایک سبب تو ہو سکتا ہے لیکن فی نفسہٖ منافی طلاق نہیں بلکہ ارادہ طلاق کی علامت ہے۔ آئمہ دین متین نے تو غصہ کو دلیل طلاق قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ وہ کلمات کنائیہ جو رد و سب کی صلاحیت نہیں رکھتے اور طلاق کی صلاحیت رکھتے ہیں غصے کی حالت میں طلاق ہیں اگرچہ وہ شخص نیت طلاق کا صریح انکار کرے۔

استاذ محترم، فخر المدرسین حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبد العلیم صاحب سیالوی دامت برکاتہم شیخ الحدیث والفقہ جامعہ غوثیہ رضویہ و جامعہ نعیمیہ جو کہ رد ابطال میں بہت سخت اور علمی دنیا میں ایک جانا پہچانا باوقار نام ہے۔ آپ نے غصہ میں دی گئی طلاق کے

عدم وقوع کے فتویٰ کا جس طرح مہذب انداز میں پوسٹ مارٹم فرمایا ہے اور وقوع طلاق پر احناف کی معتبر کتابوں سے دلیلیں نقل فرمائی ہیں آپ کی یہ کوشش نہایت قابل تحسین اور بروقت ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت استاذ محترم کی اس خدمت کو قبول فرماتے ہوئے انہیں جزائے خیر عطا فرمائے اور حضرت مولانا مفتی غلام سرور صاحب کو بھی بزرگوں کا طریقہ پیش نظر رکھتے ہوئے حق کو قبول کرنے کی توفیق بخشے اور اس بات کو ناک کا مسئلہ بنانے یا حکمرانِ وقت کی روشن خیالی کا حصہ دار بننے سے بچائے۔ آمین

محمد انور القادری

20/12/2006

تقریظ

حضرت علامہ مولانا غلام نصیر الدین چشتی گولڑوی صاحب

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ تعالیٰ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

نرفع درجٰتٍ من نشآء وفوق کل ذی علم علیم

(یوسف ۱۲ آیت ۷۶)

ترجمہ: ہم جس کو چاہتے ہیں درجات کی بلندی عطا فرماتے ہیں (مخلوق میں) ہر علم والے سے بڑھ کر علم والا ہے۔

آج طباعت واشاعت کی بھرمار اور برقی ذرائع ابلاغ کی تیز رفتاری اور بہتات کے باوجود لوگوں کی اکثریت دینی مسائل سے ناواقف ہے وہ حلال وحرام کے درمیان تمیز نہیں کر سکتے دینی تعلیمات سے دوری اور شرعی مسائل سے لاعلمی کی بناء پر وہ ناجائز اور حرام کاموں کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں اور بعض اوقات انہیں اپنے کیے پر ندامت اور پشیمانی بھی ہوتی ہے۔ انہی مسائل میں سے ایک طلاق کا مسئلہ بھی ہے۔ نکاح مرد اور عورت کے درمیان ایک مقدس رشتہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم ﷺ کے ذریعہ مشروع فرمایا اور اسے انسانوں کیلئے محبوب ومرغوب بنایا، خاوند اور بیوی دونوں کی انتہائی کوشش یہ ہونی چاہیے کہ وہ اس مقدس رشتے کو زندگی بھر ٹوٹنے نہ دیں کیونکہ نکاح کا قائم دائم رہنا خیر وبرکت کا باعث ہوتا ہے۔ جس سے الفت اور محبت بڑھتی ہے اور خاندانوں کے باہمی تعلقات مضبوط اور مستحکم ہوتے ہیں جبکہ طلاق سے بے شمار فسادات

اور خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اس لیے طلاق کو شرعاً ناپسندیدہ فعل قرار دیا گیا ہے۔ لیکن اگر کسی مرد اور عورت کا میاں بیوی کی حیثیت سے اس بندھن میں بندھے رہنا اور رشتہ ازدواج کو باقی اور قائم رکھنا ممکن نہ رہے تو پھر انہیں خوب سوچ سمجھ کر ٹھنڈے دل ودماغ سے طلاق دینے کا فیصلہ کرنا چاہیے اور ایسے خدا ترس اور اہل دانش رشتہ داروں سے صلاح مشورہ کرنے کے بعد ہی طلاق ایسے نازک مسئلہ کا اقدام کرنا چاہیے۔ پھر اگر یہی فیصلہ ہو کہ دونوں کے درمیان تفریق کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے تو صرف ایک طلاق دینی چاہیے تین طلاقیں ہرگز نہ دے۔ تاکہ گنہگار بھی نہ ہو اور بغیر حلالہ کے واپسی کا راستہ بھی مسدود نہ ہو مگر اب معاشرے میں طلاق کو ایک کھیل تماشا بنا لیا گیا ہے جیسا کہ سامنے کی بات ہے کہ لوگ طلاق دینے میں اتنے جلد باز اور جذباتی واقع ہوئے ہیں کہ ذرا سی بات پر آپے سے باہر ہو جاتے ہیں اور جذباتی ہو کر غصہ سے بپھر جاتے ہیں۔ اور تڑاک تڑاک تڑاک کرکے ایک ہی سانس میں طلاق طلاق طلاق کی رٹ لگا دیتے ہیں اور بیک وقت تین طلاقیں دیکر سارا حساب ہی بے باق کر دیتے ہیں،

اگرچہ فوراً ہی بعد جب دیکھتے ہیں کہ ساق ٹوٹ گیا ہے ہاتھ سے باگ چھوٹ گئی باغ اجڑ گیا تو کچھ نہ باقی رہنے پر باکی (رونے والے) ہو جاتے ہیں۔

اور پھر پریشانی کے عالم میں کسی ایسے فرشتہ کی تلاش میں نکل کھڑے ہوتے ہیں جو تین طلاقوں کو ایک (یعنی تھری کو ون) بنانے کا گُر جانتا ہو اور غصہ کی حالت میں دی گئی طلاق کو طلاق ہی نہ مانتا ہو یعنی "وہ گفتگو کو بات نہیں کہتا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ ملنے کو ملاقات نہیں کہتا" قسم کا عالم ہو۔

یہ تمہید میں نے اس لیے باندھی ہے کہ چند دن پہلے استاذی المکرم شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ حضرت علامہ مفتی محمد عبدالعلیم سیالوی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے راقم الحروف کو ایک کمپوز شدہ وغیر مطبوعہ کتاب کی فوٹو کاپی عنایت کی اور ساتھ ہی حکم فرمایا کہ

اسے پڑھو اور پھر اپنا تاثر لکھو یہ کتاب جس کا عربی میں نام ''اشد غضب علی من قال لا طلاق فی الغضب'' اور اردو میں نام ہے ''غصہ میں دی گئی طلاق ہو جاتی ہے'' در اصل یہ کتاب شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے حضرت پیر طریقت ڈاکٹر غلام سرور قادری صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی کتاب ''شدید غصہ کی طلاق کا شرعی حکم'' (جو ایک سو چھتیس ۱۳۶ صفحات پر مشتمل ہے اور اسے عمدۃ البیان پبلشرز (رجسٹرڈ) لاہور نے مارچ 2006ء کو چھاپا ہے) کے رد میں لکھی ہے۔

مفتی غلام سرور قادری صاحب نے اپنی اس کتاب میں یہ ثابت کیا ہے کہ غصہ میں دی گئی طلاق واقع نہیں ہوتی کیونکہ اس سے ننھے منھے معصوم بچوں کی زندگی خراب ہو جاتی ہے وہ اپنے ابو کو یاد کر کے روتے رہتے ہیں۔ توماں بھی انہیں روتا دیکھ کر اور پریشانی ہو جاتی ہے پیش لفظ میں تو یہ رقم فرمایا اور پس لفظ میں (یعنی کتاب کے اختتام) پر تحریر فرماتے ہیں:

''ہماری اس تحقیق سے یہ فائدہ بھی ہوگا کہ ایسے پریشان لوگ ان لوگوں کے پاس جانے سے بچ جائیں گے جو تین طلاقوں کو ایک قرار دیتے ہیں مگر ان کے عقائد صحیح نہیں ہیں''

جبکہ اس کے برخلاف شیخ الحدیث مفتی محمد عبدالعلیم سیالوی صاحب کی تحقیق یہ ہے کہ ''غصہ میں دی گئی طلاق ہو جاتی ہے'' جیسا کہ حضرت صاحب اپنی کتاب کے صفحہ نمبر 36 پر خود لکھتے ہیں (مؤلف کا غصہ میں دی گئی طلاق میں موقف)

میرا موقف یہ ہے کہ:

غصہ میں دی گئی طلاق خواہ عام غضب کی حالت ہو یا اشد غضب، ہر صورت میں دی گئی طلاق ہو جاتی ہے۔

شوہر کی دی گئی طلاق تبھی نہ ہوگی۔

☆ جب شوہر دیوانہ ہو۔

☆ یا سو رہا ہو۔

☆ یا بچہ (نابالغ) ہو۔

آگے لکھتے ہیں:

اپنے اس موقف و دعوی کو ہم کتاب و سنت اور اقوال فقہا اور تائید علمائے اہل سنت سے مزین کرنے کے بعد مفتی لاہوری (غلام سرور قادری) صاحب کی لکھی گئی کتاب کے استدلال کی تردید اور کذب بیانی و خیانت کو آشکارا کریں گے انشاء اللہ تعالی۔

معزز قارئین!

کتاب پر تبصرہ اور اپنا تاثر لکھنے سے قبل خیال آیا کہ حضرت مفتی غلام سرور قادری صاحب کی کتاب بھی دیکھ لی جائے چنانچہ جامعہ نعیمیہ کی لائبریری سے کتاب حاصل کی جس پر (ھدیہ برائے لائبریری جامعہ نعیمیہ لاہور از ڈاکٹر غلام سرور صاحب قادری کی مہر اور 10-05-2006 تاریخ تحریر ہے)

آپ لکھتے ہیں:۔

''شدید غصہ کی طلاق کے بارے میں پاکستان بھر سے'' بلکہ غیر ممالک سے بھی فتوی کے لیے سوال آتے ہیں کہ میاں بیوی کے درمیان اچانک جھگڑا ہو جاتا ہے خاوند شدید غصہ میں آکر طلاق دے بیٹھتا ہے۔۔۔۔۔۔ بیوی روتی ہوئی میکے چلی جاتی ہے۔ وہاں ایک کہرام مچ جاتا ہے کہ کیا ہو گیا ادھر سے خاوند گھر خالی پاکر اور اپنے معصوم اور چاند سے ننھے منھے بچوں کا خیال کر کے سراپا غم افسوس ہو کر اپنی نادانی اور ناعاقبت اندیشی (عاقبت نااندیشی) پر رونے پیٹنے لگتا ہے ایسی صورت میں عام علماء کرام فتوی دے دیتے ہیں کہ تمہارے

درمیان نکاح ٹوٹ چکا ہے اب حلالہ کے بغیر دوبارہ نکاح نہیں ہو سکے گا۔اس جواب سے میاں بیوی پر مزید مشکلات ڈال دی جاتی ہے جس سے انکی نیندیں حرام ہو جاتی ہیں اور ساتھ ہی معصوم بچوں کی زندگی خراب ہو جاتی ہے وہ اپنے ابو کو یاد کر کے روتے رہتے ہیں تو ماں بھی انہیں روتا دیکھ کر اور پریشان ہو جاتی ہے۔

حالانکہ قرآن وسنت وفقہ اور بالخصوص فقہ حنفی میں اس طرح کے شدید غصہ میں طلاق نہیں ہوتی بلکہ نکاح بدستور قائم رہتا ہے راقم نے اس سلسلے میں ضرورت محسوس کی کہ یہ تحقیق ایک کتابی شکل میں معرض وجود میں آنی چاہیے تا کہ ایسے علماء کرام جو تحقیق کے طلبگار اور "تقلید محض" سے بیزار ہیں مستفید ہوں اور وکلاء و ججز حضرات بھی اس سے استفادہ کر سکیں بلاشبہ یہ کتاب اس دور کا ایک "تجدیدی کارنامہ" ہے جس سے بے شمار اجڑتے ہوئے گھرانے اجڑنے اور برباد ہونے سے محفوظ ہو جائیں گے (ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری مہتمم وخادم الحدیث والتفسیر والفقہ جامعہ رضویہ ماڈل ٹاون لاہور)

تبصرہ:

حضرت قبلہ عالم غلام سرور قادری مدظلہ العالی کی تحقیق جسے آپ نے اس دور کا تجدیدی کارنامہ قرار دیا ہے اس کتاب کی ثاثریا یعنی رفعت کی طرف جاتی پھلدار بیل کھاتی قامت زیبا کو تو پھر دیکھیں گے پہلے اس کے خوبصورت پاؤں (خشت اول) پر ایک نظر ڈال لیجئے تو

ملاحظہ فرمایئے کہ:

قامت زیبا مسئلہ کی تحقیق میں کس طرح مغالطے (FALLACIES) سے مطلب برآری کرتے ہیں مغالطے کی متعدد اقسام میں سے بطور نمونہ (مغالطہ نتیجہ غیر متعلق) جس کی پھر آگے متعدد صورتیں ہوتی ہیں ان میں سے ایک صورت جس کو زیر

بحث مسئلہ (غصہ میں دی گئی طلاق واقع نہیں ہوتی) میں حضرت مفتی صاحب نے استعمال فرمایا اور برتا ہے وہ ہے "دلیل رحم" ARGUMENTUM AD MISEICORDIAM کو پیش فرمانا منطق استخراجیہ مصنفہ کرامت حسین میں لکھا گیا ہے۔

دلیل رحم:

مغالطہ نتیجہ غیر متعلق کی وہ قسم ہے جس میں کسی شخص کے متعلق یہ ثابت کرنے کے بجائے کہ وہ بے گناہ ہے یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ اس کی "حالت قابل رحم ہے" (جیسا کہ حضرت مفتی صاحب نے بچوں کا رونا رویا ہے) اگر ایک طالبعلم جس پر کمرہ امتحان میں نقل کرنے کا شبہ ہو نگران سے یہ کہے کہ اگر اس کو کمرہ امتحان سے نکال دیا گیا تو اس کی زندگی تباہ ہو جائے گی تو یہ دلیل رحم ہو گی۔۔۔۔۔۔۔جب سقراط پر مقدمہ چلایا گیا تھا تو سقراط سے یہ کہا گیا تھا کہ اگر اس کی بیوی اور بچے عدالت میں حاضر ہو کر ججوں کے سامنے گریہ زاری اور رحم کی درخواست کریں تو اسے رہا کر دیا جائے گا۔لیکن سقراط نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔اس نے یہ کہا کہ "دلیل رحم" کی بجائے مجھے یہ دلیل دینی چاہیے کہ میں بے گناہ ہوں۔

نوٹ:۔

نیز اگر "دلیل رحم" کو مان لیا جائے تو پھر مفتی صاحب کے فتاوی کے مطابق قصاص میں کسی قاتل کو شادی شدہ زانیہ اور زانی کو، ڈاکو اور مرتد کسی کو بھی سزا نہیں ملنی چاہیے کیونکہ ننھے منھے بچوں کی زندگی اس سے خراب ہو گی بلکہ طلاق کی صورت میں تو پھر ابو جان زندہ رہتے ہیں ان ساری صورتوں میں تو ان کی زندگی ہی باقی نہیں رہتی ان مجرموں کو بدرجہ اولی پھر سزا نہیں ہونی چاہیے اور اس طرح تو پھر تمام حدود پر پانی نہیں پھر جائے گا کیا؟

حدیث شریف میں ہے

''حشر کے روز ایک حاکم کو پیش کیا جائے گا جس نے حد جاری کرتے وقت ایک کوڑا کم لگایا تھا اس سے پوچھا جائے گا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ وہ کہے گا تیرے بندے پر رحم کرنے کے لیے ارشاد ہوگا تو ہم سے زیادہ رحیم ہے؟ پھر حکم ہوگا اسے جہنم میں ڈال دو''

(تفسیر کبیر، ج:۶، ص:۲۳۵)

(بحوالہ شرح صحیح مسلم علامہ غلام رسول سعیدی)

دوسرا مغالطہ:

خلط مبحث:

مفتی غلام سرور صاحب نے اپنی کتاب ''غصہ میں دی گئی طلاق کا شرعی حکم'' کے پیش لفظ میں یہ دعویٰ فرمایا تھا کہ:

''قرآن وسنت وفقہ اور بالخصوص فقہ حنفی میں اس طرح کے شدید غصہ میں طلاق نہیں ہوتی بلکہ نکاح بدستور قائم رہتا ہے''

حالانکہ امر واقع یہ ہے کہ غصہ کی حالت میں دی گئی طلاق کا واقع ہونا احناف کا مذہب ہے ہی نہیں خالصتاً حنبلیوں کا مذہب ہے جو ابن تیمیہ کے شاگرد ابن قیم حنبلی نے غصہ کو تین اقسام میں تقسیم کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ ایک درجہ کے غصہ میں طلاق ہو جاتی ہے اور دوسرے اور تیسرے درجے کے غصہ کی حالت میں طلاق واقع نہیں ہوتی۔'' جسے مفتی غلام سرور صاحب نے تزویر سے کام لیتے ہوئے حنفیوں کا مذہب لکھ ڈالا ہے''

حضرت مفتی صاحب نے علماء، فقہاء اور محدثین کو جنہوں نے فقہی مسائل اور احادیث کی تحقیق کے لیے سخت اصول وضع کر رکھے ہیں اور احادیث کی چھان بین کے

لئے انہوں نے متن اور اسناد کی صحت کو پرکھنے کے لیے کڑی شرائط عائد کر رکھی ہیں انہیں مشورہ دیا ہے کہ وہ صوفی بن جائیں آپ لکھتے ہیں:

''عالم کے لئے صوفی ہونا ضروری ہے۔ نیز آپ لکھتے ہیں علماء ومفتیان کرام سے درخواست ہے کہ وہ فقہی مسائل میں روایتی فقہی تشدد ترک کر کے اپنے فقہی مزاج میں تصوف کی آمیزش کر کے فقیہ محض کی بجائے فقیہ صوفی بنیں''

تبصرہ:

مولانا محمد انور شاہ کشمیری العرف الشذی شرح سنن الترمذی ج ۱ ص ۲۶ پر محدث ابن الجوزی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

قال ابن الجوزی ''اذا قال وقع فی الاسناد صوفی فاغسل یدیک منه فانهم یقولون :

ظنو بالمومنن خیراً، ولا یطلبون حقیقة الحال

وقال ابن معین: رحمہ اللہ تعالیٰ صوفیوں کے متعلق لکھتے ہیں

نتکلم فی الذین غرزوا خیامهم فی الجنة قبلنا بمائتین.

اور شرعی سزاؤں کے بغیر تو جرائم فروغ پاتے ہیں لیکن حضرت مفتی صاحب ''صوفی ازم'' کے پرچارک ہیں اور آپ گویا مشورہ دے رہے ہیں کہ فقیہ واحد اشد علی الشیطن من الف عابد (الحدیث)

میں جو (اشد) کی بات ہے اس کو صوفیت کی آمیزش کر کے اَرفق اور ''الین'' میں بدلنے کی ضرورت ہے کیونکہ صوفیاء کا مسلک یہ رہا ہے

شنیدم کہ مردان راہ خدا

دل دشمناں ہم نہ کردند تنگ

تراکے میسر شود ایں مقام
کہ بادوستانت خلاف است وجنگ

حضرت مفتی غلام سرور صاحب علماء وفقہاء کو سخت مزاج قرار دے رہے اور انہیں صوفی ازم پر چلنے چلانے کا کہہ رہے ہیں اور یہ ترغیب دے رہے ہیں اکبرالہٰ آبادی کو بھی کسی ایسے ہی صوفی مفتی نے مشورہ دیا تھا تو انہوں نے کہا تھا کہ

مئوی کو برات کہو ترغیب ہے یہ
میں کس سے کہوں جنس کی ترغیب ہے یہ
شیطان کو رجیم کہہ دیا تھا ایک دن
اک شور اٹھا ،خلاف تہذیب ہے یہ

علامہ سیالوی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے درست لکھا ہے کہ:

دینی امور میں آسانی تو تبدیلی کے مترادف ہے اور شارع کے بغیر کوئی بھی اس کا حق نہیں رکھتا پھر یہ کہ "جب تک جرم پر سزا کا تصور نہ ہوگا جرائم فروغ پائیں گے۔

حضرت سیالوی صاحب دامت برکاتہ العالیہ اپنی کتاب "غصہ میں دی گئی طلاق ہو جاتی ہے" کے ص ۱۲۶ میں ایک عجیب وغریب انکشاف فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

مفتی صاحب لاہوری (مفتی غلام سرور قادری) نے ایک سوال نامہ چھپوا رکھا ہے جب کوئی شخص طلاق دینے کے بعد مفتی صاحب کی خدمت میں فتوی لینے کی غرض سے آتا ہے تو حضرت صاحب اس سائل سے اس کے کوائف دریافت فرماتے ہیں اور پھر وہ چھپا ہوا فارم اسے دیکر ارشاد فرماتے ہیں تم اسے فل (پُر) کردو ہم تمہیں لکھ دیں گے کہ طلاق نہیں ہوئی سوال نامہ دیکھا گیا تو یقین مزید پختہ ہوا کہ مفتی صاحب ماجن آنے والے سائل کو حیلہ بازی سکھانے والے اور خواہشات کے بندے اور ،بدی کی راہیں کھولنے والے ہیں۔

حالانکہ درمختار میں یہ صراحت سے لکھا ہوا ہے کہ:۔
یجب علی المفتی ان یجیبه بکل مایسئلونه مفتی پر لوگوں کے سوال کے مطابق جواب دینا واجب ہے (اپنی طرف سے انکو حیلے اور تدبیریں سکھانا جائز نہیں)

صاحب ردالمحتار لکھتے ہیں:

مفتی پر یہ بھی لازم ہے کہ سائل سے واقعہ کی تحقیق کرے اپنی طرف سے شقوق نکال کر سائل کے سامنے بیان نہ کرے مثلاً یہ صورت ہے تو یہ حکم ہے اور یہ ہے تو یہ حکم ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جو صورت سائل کے موافق ہوتی ہے اسے اختیار کر لیتا ہے۔اور گواہوں سے ثابت کرنے کی ضرورت ہوتی ہے تو گواہ بھی بنا لیتا ہے بلکہ بہتر یہ ہے کہ نزاعی معاملات میں اسوقت فتوی دے جب فریقین کو طلب کرے اور ہر ایک کا بیان دوسرے کی موجودگی میں لے اور جس کے ساتھ حق دیکھے اسے فتوی دے دوسرے کو نہ دے۔ (ردالمحتار)

نیز لکھتے ہیں:

مفتی کو بیدار مغز ہوشیار ہونا چاہیے غفلت برتنا اس کے لیے درست نہیں کیونکہ اس زمانہ میں اکثر حیلہ سازی اور ترکیبوں سے واقعات کی صورت بدل کر فتوی حاصل کر لیتے ہیں کہ فلاں مفتی نے مجھے فتوی دے دیا ہے محض فتوی ہاتھ میں ہونا ہی اپنی کامیابی تصور کرتے ہیں بلکہ مخالف پر اس کی وجہ سے غالب آجاتے ہیں اس کو کون دیکھے کہ واقعہ کیا تھا اور اس نے سوال میں کیا ظاہر کیا۔

(ردالمحتار) بحوالہ بہار شریعت ج ۱۲ ص: ۵۳)

حضرت مفتی غلام سرور قادری صاحب مدظلہ العالی نے اپنی کتاب،

ایک "تجدیدی کارنامہ" لکھا ہے۔ ہمارے خیال میں مفتی صاحب کا یہ کارنامہ تجدیدی نہیں "تج دیدہ" ہے کیونکہ آپ کی اس جدید تحقیق نے اپنے امام، امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے لحاظ و دید، تقلید امام، اصول شرع، اجماع فقہاء اور اہل علم کے دل اور دیدہ سب کچھ کو تج دیا ہے اس لیے اس کارنامہ کو تجدیدی کے بجائے تج دیدہ قرار دیا جائے تو زیادہ مناسب رہے گا۔

گستاخی معاف!

ویسے بھی مفتی صاحب کی اس تحقیق جدید پر مشتمل کتاب کو اگر کوئی معترض یا آپ کا کوئی تلمیذ رشید اس دور کا تجدیدی کارنامہ لکھتا تو حضرت مفتی صاحب کی شان علم اور آپ کے وقار کے بھی مطابق ہوتا خود اپنے ہی قلم سے اپنی تحقیق کو تجدیدی کارنامہ لکھنا ایک عالم، صوفی، مجتہد اور مجدد کو جچتا نہیں ہے کیونکہ ابوالطیب احمد بن حسین جعفی الکندی المقتول ۳۵۴ھ نے کہا تھا۔

علی قدر علی العزم تاتی العزائم
وتاتی علی قدر الکرام المکارم
وتعظم فی عین الصغیر صغارھا
وتصغر فی عین العظیم العظام

(دیوان المتنبی قافیہ المیم)

معزز قارئین!

راقم نے شروع میں قرآن مجید کی جو آیت کریمہ لکھی ہے اس سے مقصود دونوں مفتیان کرام دامت برکاتہم العالیہ کی سوانح حیات پر روشنی ڈالنا ہے۔ گویا میں نے دونوں حضرات کا علم و فضل اور تقوی دیانت کے لحاظ سے تعارف لکھا ہے۔

اگر در خانہ کس است یک حرف بس است

ہمارے نزدیک دونوں مفتی صاحبان دامت برکاتہم العالیہ صاحب رائے ہیں
رق اتنا ہے کہ حضرت پیر طریقت ڈاکٹر مفتی غلام سرور صاحب اس زیر بحث مسئلہ غصہ
ں دی گئی طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں؟ میں ہمارے نزدیک صاحب الرائے ہیں
ماب الرائے نہیں جبکہ مفتی محمد عبدالعلیم سیالوی صاحب اس مسئلہ میں صاحب الرائے
ی ہیں اور صائب الرائے بھی۔

اب آخر میں میں گزارش کروں گا کہ یہ کتاب عوام اور خواص دونوں کے لیے
ہایت مفید ہے عوام کے لیے اس کتاب کا پڑھنا اس لیے ضروری ہے کہ اس سے حلال
حرام میں انہیں فرق معلوم ہوگا۔

اور اہل علم اور ہمارے نو آموز مفتیان کرام کے لیے اس لیے کہ اس میں
ضمناً بہت ساری اصولی ابحاث آ گئی ہیں جو افتاء کے منصب پر فائز حضرات کے لیے
نہایت مفید ہیں اور بہت ضروری ہیں اسی طرح میں بالخصوص اصول تفسیر، اصول حدیث
اور اصول فقہ اور یوں ہی فن مناظرہ اور منطق پڑھنے والے طالبعلموں کو مشورہ دوں گا کہ
وہ ضرور اس کتاب کا مطالعہ فرمائیں۔ اس میں ان کے لیے نہایت مفید اور کارآمد معلومات
کا ذخیرہ ہے۔

واللہ اعلم بالصواب
فقط والسلام مع الاکرام
غلام نصیر الدین جامعہ نعیمیہ لاہور
۱۱-۱-۲۰۰۷

تقریظ

حضرت علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعی

مجھے حضرت مولانا علامہ مفتی محمد عبدالعلیم سیالوی دامت برکاتہم العالیہ
الحدیث والفقہ جامعہ نعیمیہ، لاہور کی تازہ تصنیف "غصہ میں دی گئی طلاق ہو جاتی
کے اکثر و بیشتر حصے کے مطالعہ کا موقع ملا راقم نے اسے آئمہ احناف کے مذہب کے م
پایا، مفتی صاحب نے تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے، مولائے کریم انہیں جزائے خیر
فرمائے صفحہ نمبر 84 پر مفتی صاحب نے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کا فتویٰ نقل کیا
جس میں انہوں نے فرمایا کہ غضب (غصہ) اگر واقعی اس درجہ شدت پر ہو کہ حدِ ج
تک پہنچا دے تو طلاق نہ ہوگی

اور یہ غضب (غصہ) اس شدت پر تھا

(۱) یا تو گواہان عادل سے ثابت ہو

(۲) یا وہ اس کا دعویٰ کرے اور اس کی یہ حالت مشہور و معروف ہو تو قسم کے سا
اس کا قول مان لیں گے۔

ورنہ مجرد (محض) اس کا دعویٰ معتبر نہیں، یوں تو ہر شخص اس کا دعویٰ کرے
غصہ کی طلاق واقع نہ ہو، حالانکہ طلاق نہیں ہوتی مگر حالت غضب میں"

(فتاویٰ رضویہ ۴۲۹/۵)

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم

محمد عبدالحکیم شرف قادری

لاہور

تقریظ

حضرت علامہ مولانا حافظ امام علی صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شیخ الحدیث والفقہ حضرت مفتی محمد عبدالعلیم سیالوی مدظلہ کی یہ کاوش "ایسے
ت میں" جب کہ قرآن و حدیث کے احکام ابدیہ کو اتباع ھوائے نفس کی نذر کرنے کی
لاحاصل کی جا رہی ہے" قابل تحسین ہے آپ نے "وقوع طلاق الثلاثہ فی
الۃ الغضب" پر سیر حاصل بحث تحریر فرما کر امت مسلمہ میں پیدا ہونے والے بہت
ے فتنے کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار کھڑی کرنے کی سعی جمیلہ فرمائی ہے۔

بارگاہ ایزدی میں دست دراز ہیں کہ اللہ علیم و بصیر، حضرت مفتی اعظم کے علم
ضل میں برکت فرمائے اور ان کا سایہ امت مسلمہ پر برھان حق کے طور پر تادیر قائم دائم
رکھے۔ آمین!

حافظ امام علی

جامعہ نعیمیہ

مفتی جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور

تقریظ

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد شفیق صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوۃ والسلام علی رسولہ الکریم اما بعد :

اف آج ہم اخلاقی تباہی کے کتنے بھیانک دور سے گذر رہے ہیں۔ شرافت تہذیب کا جنازہ اپنی آنکھوں کے سامنے اٹھتا ہوا دیکھ رہے ہیں۔

کہنے کو تو آج کا دور ترقی یافتہ اور میڈیا کا دور ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسلامی تعلیمات کے حوالے سے جتنی جہالت آج موجود ہے اس سے پہلے نہ تھی۔ مسلمان ہونے کے باوجود لوگوں کو حرام وحلال کی تمیز ہے نہ اچھائی وبرائی میں فرق کرنے کا سلیقہ ہے۔

بلکہ آج کا مسلمان "العوام کالانعام" کا مصداق بن کر رہ گیا ہے۔ بقول شاعر:

کس قدر اندھیارے ملے ہیں ہر درودیوار پے
روشنی کا قحط سا پڑنے لگا ہے شہر میں

دنیا جس تیزی سے بگڑ رہی ہے نہیں کہا جاسکتا کہ اگلے چند سالوں میں انسانیت کا یہ سسکتا ہوا قافلہ تباہی وبربادی کی کس مہلک منزل پر جا کر رکے گا گویا فتنوں کا ایک سیلاب امنڈ رہا ہے۔

اور اس میں رہی سہی کسر ان نام نہاد علماء ومفکرین نے نکال دی ہے جو سستی شہرت کی خاطر حلال کو حرام اور حرام کو حلال بنانے اور امت کے اجتماعی مسائل میں اختلاف کی راہ اختیار کرکے امت میں انتشار وافتراق اور بگاڑ پر لگے ہوئے ہیں اور اس کا کو انجام دے کر وہ اپنے آپ کو بزعم خود دین اسلام کا خادم شمار کرتے ہیں۔

حضرت مولانا پیر طریقت ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری صاحب اس مذکورہ باطل

جماعت کے میر کارواں کا کردار ادا کرنے والوں میں سے ایک ہیں حضرت پیر طریقت ڈاکٹر صاحب موصوف نے 2006ء میں طلاق کے موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے "شدید غصہ کی طلاق کا شرعی حکم" جس میں انھوں نے ثابت کرنے کی ایک ناکام کوشش فرمائی ہے کہ حالت غصہ میں دی گئی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف نے مذکورہ موضوع پر قلم اٹھا کر اسلام کی کوئی خدمت انجام نہیں دی بلکہ اس پرفتن دور کے فتنوں میں مزید ایک فتنے کا اضافہ کر دیا ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ حضرت پیر طریقت ڈاکٹر صاحب موصوف باغ اسلام کی آبیاری کے لئے ایک مالی کا کام کرتے تاکہ ان کی اخروی نجات کا باعث بنتا لیکن کیا کہیں جب مالی اپنے ہاتھوں باغ کو آگ لگانے کا کام کرنے لگ جائے۔ بقول شاعر:

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر ہی کے چراغ سے

حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف نے امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے مقلد ہونے کے دعویدار ہونے کے باوجود امام صاحب کی مخالفت کرکے اپنی قدوقامت میں اضافہ کرنے کی بجائے اپنی جگ ہنسائی کا سامان کیا ہے۔ بقول شاعر:

تو قدوقامت سے شخصیت کا اندازہ نہ کر
جتنے اونچے پیڑ تھے اتنا گھنا سایہ نہ تھا

مجھے حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف کی کتاب "شدید غصہ کی حالت میں طلاق کا شرعی حکم" کا مطالعہ کرنے کا موقعہ ملا دوران مطالعہ میں نے دیکھا کہ حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف نے حق کو چھپانے کی جان بوجھ کر کوشش فرمائی ہے۔ کیونکہ کہیں وہ صریح قرآن پاک کی آیات اور صحیح احادیث کو چھوڑ کر ضعیف حدیث کا سہارا لے کر حرام کو حلال بنانے کی کوشش فرماتے ہیں تو کہیں راجح اور معروف معنی کو چھوڑ کر متروک معنی کو لیتے ہیں

اور کہیں بچوں کی حالت زار پر ترس کھانے کے جذبے سے مغلوب ہو کر حرام کو حلال کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ جس سے عام قاری یہ تاثر لیتا ہے کہ غصہ کی حالت میں دی گئی طلاق ہوتی ہی نہیں ہے۔ جو جمہور علمائے امت کے مؤقف کے خلاف ہے۔

قبلہ استاذی استاذ العلماء والفضلاء شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مفتی محمد عبدالعلیم سیالوی دامت برکاتہم العالیہ اللہ آپ کو شاد و آباد رکھے! آپ نے حضرت ڈاکٹر غلام سرور قادری صاحب کی کتاب کا علمی و تحقیقی رد فرما کر امت میں اٹھنے والے ایک فتنے کا سدباب کر کے جمہور علماء اسلام کی نمائندگی کا حق ادا کر دیا ہے اور بروقت و برمحل امت کو اس سے خبردار کر کے اپنے دانا و بینا ہونے کا مکمل ثبوت فراہم فرمایا۔ بقول شاعر:

آنکھیں تو بے شمار دیکھیں لیکن
کم تھیں بخدا کہ جن کو بینا پایا

حافظ محمد شفیق

جامعہ غوثیہ رضویہ مین مارکیٹ گلبرگ لاہور

21/01/2007

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ: حضرت علامہ مولانا مفتی محمد صدیق ہزاروی صاحب

شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

اسلام میں طلاق کو ناپسند کیا گیا ہے کیونکہ جس طرح نکاح معاشرتی زندگی کو پرسکون بنانے کیلئے طلاق سے گریز کرنا اور نکاح کے ذریعے حاصل ہونے والے بندھن کو قائم رکھنا بھی لازمی ہے۔

لیکن اس کے باوجود جب طلاق دی جائے تو وقوع طلاق سے انکار نہیں کیا جاسکتا چاہے وہ طلاق بدعی ہی کیوں نہ ہو، حالتِ حیض میں طلاق دی جائے یا بیک وقت تین طلاقیں دی جائیں شرعاً ناپسند ہونے کے باوجود ان صورتوں میں بھی طلاق ہو جاتی ہے۔

عوام الناس ایک طرف طلاق دینے کا شوق پورا کرتے ہیں یا اپنی انا کی تسکین کیلئے طلاق بلکہ تین طلاقیں دینا ضروری خیال کرتے ہیں تو دوسری طرف اس کے نتائج و ثمرات کو قبول کرنے کیلئے تیار نہیں ہوتے اس لئے وہ حنفی اور مقلد ہونے کے باوجود غیر مقلدین سے فتویٰ لے لیتے ہیں اور یوں تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دے کر زندگی بھر حرام کے مرتکب ہوتے رہتے ہیں۔

اسی طرح وہ مفتیان کرام کے پاس فتویٰ لینے کیلئے جاتے ہیں اور ساتھ ہی اس بات کی وضاحت بھی کرتے ہیں کہ بس غصہ آ گیا تھا لہٰذا غصہ میں دی گئی یا کہتے ہیں کہ بیوی حاملہ تھی گویا عوام الناس غصے اور حمل کی آڑ میں طلاق کے اثرات سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اب اگر ان کو یہ درس دے دیا جائے کہ غصہ میں طلاق نہیں ہوتی تو ان کی موج ہو جائے گی لہٰذا جب غصہ آیا طلاق دے دی اور پھر کہہ دیا یہ طلاق نہیں ہوئی کیونکہ غصے میں طلاق دی ہے اور اس صورت میں کسی عالم کے پاس جانے کی ضرورت

قدیم و جدید علوم کی مثالی درسگاہ

جامعہ غوثیہ رضویہ مین مارکیٹ گلبرگ لاہور کی نمایاں خصوصیات

★ ماہر اساتذہ کرام کی زیر نگرانی درس نظامی کی تکمیل

★ شرعی مسائل کے حل کے لیے ماہر مفتیان کرام کی زیر نگرانی دارالافتاء

★ ریگولر میٹرک سائنس مضامین کے ساتھ

★ آئی کام، ایف اے، بی اے، کی ریگولر کلاسز

★ حفظ القرآن کے ساتھ سکول کی تعلیم

★ جدید سائنس و کمپیوٹر لیب

★ طلباء و اساتذہ کرام کے لیے فری میڈیکل سہولیات

★ عوام الناس کے لیے غوثیہ شفاخانہ سے مفت علاج معالجہ

★ طلباء کے لیے فری ہوسٹل، کتب، طعام و علاج معالجہ

طلاق سے متعلق چند اہم اور ضروری مسائل پر
ایک ایسی تحریر جو ہر گھر کی ضرورت ہے

تحقیقِ طلاق

حضرت علامہ مفتی محمد صدیق ہزاروی مدظلہ العالی

کرمانوالہ بک شاپ
دوکان نمبر ۲ دربار مارکیٹ لاہور
Voice: 042-7249515

طلاق سے متعلق چند اہم اور ضروری مسائل پر
ایک ایسی تحریر جو ہر گھر کی ضرورت ہے

مولانا محمّد صدّیق مزاروی

کرمانوالہ بک شاپ
دکان نمبر ۲ - دربار مارکیٹ لاہور

کلمات اعزاز

از علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آج ذرائع ابلاغ کی فراوانی کے باوجود بہت سے لوگ دینی مسائل سے بے خبر ہونے کی بناء پر ناجائز اور حرام کاموں کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں اور بعض اوقات اپنے کیے پر نادم اور پشیمان بھی ہوتے ہیں۔

انہی مسائل سے طلاق کے مسائل ہیں، مرد و زن کے درمیان نکاح ایسا مقدس عقد ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم ﷺ کے ذریعے مشروع اور محبوب عمل قرار دیا۔ مرد اور عورت دونوں کا فریضہ ہے کہ حتی الامکان اسے زندگی کے آخری دم تک نبھائیں۔ طلاق شرعاً ناپسندیدہ فعل ہے، لیکن اگر یکجا رہنے کی کوئی صورت باقی نہ رہے تو مرد اچھی طرح سوچ بچار کرے اور اپنے اہل دانش و تقویٰ رشتہ داروں سے صلاح مشورہ کرے اور اگر یہی فیصلہ ہو کہ دونوں کو الگ الگ ہو جانا چاہیے تو صرف ایک طلاق دے تین طلاقیں ہرگز نہ دے ورنہ گنہگار بھی ہوگا اور واپسی کا راستہ بھی بغیر حلالے کے بند ہو جائے گا۔ مولانا محمد صدیق ہزاروی متعدد کتب کے مصنف اور مترجم ہونے کے ساتھ ساتھ عوامی مسائل کا گہرا شعور بھی رکھتے ہیں۔ اس سے پہلے تجہیز و تکفین کے مسائل پر ایک کتابچہ لکھ کر کثیر تعداد میں تقسیم کر چکے ہیں۔ پیش نظر کتابچہ میں نکاح اور طلاق کے ضروری مسائل جمع کر دیے ہیں، اس طرح انہوں نے وقت کی ایک اہم ضرورت پوری کر دی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے، اس کتابچے کی زیادہ سے زیادہ اشاعت ہونی چاہیے۔
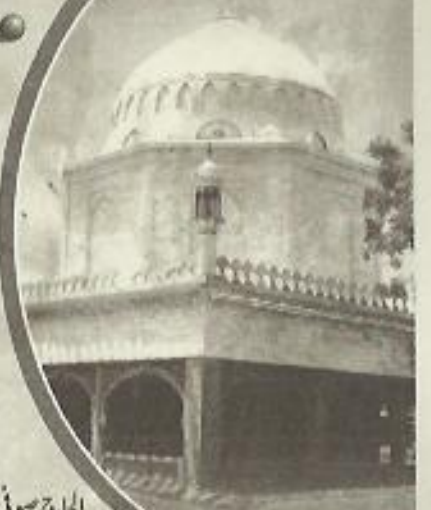
ابتدائیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نکاح کا قائم رہنا باہمی محبت اور خاندانی تعلقات کے فروغ کا ضامن ہے جب کہ طلاق اختلافات، خاندانی جھگڑوں اور اس کے علاوہ بے شمار خرابیوں کا باعث بنتی ہے۔اس لئے طلاق صرف اور صرف شدید ضرورت کے وقت دی جائے اور وہ بھی اسلامی تعلیمات کے مطابق ہونی چاہیے۔

لیکن ہمارے ہاں طلاق دینے کے سلسلے میں جس جذباتیت اور لاعلمی کا مظاہرہ ہوتا ہے اس نے بہت سی پریشانیوں کے دروازے کھول دیئے ہیں۔

ایک دینی خادم کی حیثیت سے راقم کو تجربات کی روشنی میں جو کچھ معلوم ہوا وہ یہ ہے کہ طلاق کے سلسلے میں ہمارے ہاں بنیادی طور پر تین خرابیاں پائی جاتی ہیں

(۱) غصے کی حالت میں جذبات پر قابو نہ پاتے ہوئے فوراً طلاق دے دینا۔

(۲) طلاق دیتے ہوئے اس قدر جذباتی ہو جانا کہ یک وقت تین طلاقیں دے دینا۔

(۳) طلاق دیتے ہوئے عام فہم اور معروف الفاظ کی بجائے الٹے سیدھے الفاظ استعمال کرنا۔

چنانچہ دیکھا گیا ہے کہ اس اقدام کے بعد جب غصہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے اور جذبات کی آگ بجھ جاتی ہے تو ایسے لوگ پریشانی کے عالم میں مارے مارے پھرتے

ہیں۔اب یا تو وہ ساری زندگی کف افسوس ملتے رہتے ہیں یا ایسے لوگوں کی تلاش میں نکل کھڑے ہوتے ہیں جو تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دیں۔

یوں یہ لوگ ان حضرات کی بات پر عمل کر کے بظاہر مطمئن ہو جاتے ہیں لیکن درحقیقت وہ مسلسل گناہ کبیرہ کے مرتکب رہتے ہیں۔

راقم نے اس سے پہلے میت کے مسائل سے متعلق ''تجہیز و تکفین'' کے نام سے ایک جامع رسالہ تحریر کیا جو الحمد اللہ مقبول ہوا، اور امت مسلمہ کے ان افراد کے لئے نہایت کارآمد ثابت ہوا جو ان مسائل سے ناواقف تھے۔

چونکہ طلاق کے مسئلے میں بھی ہمارے مسلمان بھائی پریشانیوں کا شکار رہتے ہیں۔اس لئے ضروری سمجھا گیا کہ اس موضوع پر ایک نہایت عام فہم کتابچہ تحریر کیا جائے جس میں تفصیلی مسائل کی بجائے چند اہم بنیادی اور ضروری مسائل ذکر کئے جائیں۔

یہ کتابچہ ہر گھر میں نہ صرف موجود رہے بلکہ اس کا بار بار مطالعہ کر کے مسائل سے آگاہی حاصل کی جائے۔

راقم کے استاذ محترم محقق و ادیب عالم دین شیخ الحدیث علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری مدظلہ العالی نے مفید مشوروں اور ''کلمات اعزاز'' کے ذریعے حوصلہ افزائی فرمائی۔اللہ تعالیٰ حضرت کی علمی دینی خدمات کو شرف قبول عطا فرمائے۔آمین،

اس کتابچے کی اولین اشاعت کے سلسلے میں راقم کے نہایت ہی کرم فرما اور علم دوست شخصیت جناب عبدالعزیز خان صاحب گلشن راوی لاہور نے طباعت کے تمام اخراجات کی ذمہ داری قبول کی اور اب یہ سعادت اشاعتی میدان کا معروف ادارہ ایچ غلام محمد اینڈ سنز حاصل کر رہا ہے۔اللہ تعالیٰ ان تمام علم دوست احباب کو اجر عظیم عطا فرمائے اور اس کتابچے کو امت کی راہنمائی کے لئے مفید بنائے۔آمین

محمد صدیق ہزاروی لاہور

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

طلاق ناپسندیدہ عمل ہے

چونکہ طلاق کے ذریعے صرف بیوی خاوند کے درمیان جدائی ہی نہیں ہوتی بلکہ دو خاندانوں کے درمیان نفرت کی دیوار بھی کھڑی ہو جاتی ہے اور بعض اوقات تو باہمی جھگڑوں کا نہ ختم ہونے والا ایسا سلسلہ شروع ہوتا ہے جس کے نتیجے میں کئی جانیں ضائع ہو جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ بچوں کا مستقبل تاریک ہو جاتا ہے اور ان کی آئندہ زندگی برباد ہو کر رہ جاتی ہے۔

اس لئے طلاق کو جائز ہونے کے باوجود ایک ناپسندیدہ عمل قرار دیا گیا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا۔

اَبْغَضُ الْحَلَالِ اِلَی اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ الطَّلَاقُ: (سنن ابی داؤد ص ۲۹۶) اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز کاموں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ (عمل) طلاق ہے۔

اور اگر کوئی عورت کسی اشد مجبوری کے بغیر طلاق کا مطالبہ کرے تو وہ جنت کی خوشبو سے محروم ہو جاتی ہے۔ حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔

اَیُّمَا امْرَأَۃٍ سَأَلَتْ زَوْجَھَا طَلَاقًا فِیْ غَیْرِ مَا بَأْسٍ فَحَرَامٌ" عَلَیْھَا رَائِحَۃُ الْجَنَّۃِ: (جامع ترمذی ص ۱۹۱) جو عورت کسی اشد مجبوری کے بغیر اپنے خاوند

سے طلاق کا مطالبہ کرے اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔

ان روایات سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ میاں بیوی کو ایک دوسرے کی بات برداشت کرتے ہوئے حتی الامکان طلاق جیسے ناپسندیدہ عمل سے بچنا چاہیے

طلاق سے پہلے: گھروں میں معمولی نوعیت کے جھگڑے اور اختلافات ہوتے ہی رہتے ہیں اور بعض اوقات کوئی بڑا جھگڑا بھی ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں اگر خاوند بیوی دونوں برداشت سے کام لیں بلکہ گھر کے دوسرے افراد بھی قابل تعریف کردار ادا کریں تو طلاق کی نوبت نہیں آتی۔ اگر عورت خاوند کی نافرمانی پر اتر آئے تو بھی فوری طور پر طلاق دینے سے منع کیا گیا، بلکہ اصلاح کا حکم دیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں قرآن پاک نے جو راستہ بتایا ہے وہ اس طرح ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَھُنَّ فَعِظُوْھُنَّ وَاھْجُرُوْھُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْھُنَّ: (سورہ نساء آیت ۳۴) اور وہ عورتیں جن کی نافرمانی کا تمہیں ڈر ہو تو انہیں پہلے نرمی سے سمجھاؤ اور پھر خواب گاہوں سے انہیں الگ کر دو اور (پھر بھی باز نہ آئیں تو) انہیں مارو۔

اس آیت میں اصلاح کا طریقہ بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے یعنی ایسی عورتیں جن سے نافرمانی کا ڈر ہو پہلے انہیں زبان سے سمجھایا جائے، ٹھیک ہو جائیں تو بہتر ورنہ گھر کے اندر ان کا سوشل (سماجی) بائیکاٹ کیا جائے۔ ہو سکتا ہے اب وہ سمجھ جائیں اور اگر اب بھی باز نہ آئیں تو ہلکی پھلکی سزا دو یعنی ایسی سزا دی جائے جو اصلاح کا باعث بنے، اذیت ناک نہ ہو کیونکہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا:

فَاتَّقُوا اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ فِی النِّسَاءِ: (مسند امام احمد جلد ۵ صفحہ ۷۳)

عورتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو

اور ایک روایت میں اس طرح ہے آپ نے فرمایا:

وَلَا تَضْرِبِ الْوَجْہَ وَلَا تُقَبِّحْ وَلَا تَھْجُرْ اِلَّا فِی الْبَیْتِ۔

(سنن ابی داؤد ص ۲۹۱)

''نہ تو عورت کے چہرے پر مار، اور نہ ناشائستہ کلام کر اور بائیکاٹ بھی گھر کے اندر کر''

اگر ان مندرجہ بالا صورتوں کو اپنانے کے بعد عورت راہِ راست پر آجاتی ہے تو اب طلاق دینے جیسے ناپسندیدہ عمل سے بچنا ضروری ہے، ارشاد خداوندی ہے۔

فَاِنْ اَطَعْنَکُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْھِنَّ سَبِیْلاً: (سورہ نساء آیت ۳۴)

پس اگر وہ عورتیں تمہاری بات مان لیں تو ان کے خلاف کوئی راستہ تلاش نہ کرو۔

مقصد یہ ہے کہ جب عورت خاوند سے بغاوت نہیں کرتی اور اب اطاعت گزار ہو چکی ہے اور گھر کا سکون بحال ہو چکا ہے تو اب طلاق دے کر اسے پریشان نہ کیا جائے۔

مصالحتی کمیٹی: اگر مندرجہ بالا تین طریقے بھی مفید ثابت نہ ہوں اور اتفاق و اتحاد کی کوئی راہ نہ نکلے بلکہ میاں بیوی کے درمیان عداوت اور اختلاف کی دیوار کھڑی ہو جائے تو اب ذمہ دار حضرات مثلاً حکومتی افراد یا علاقے کے کونسلر یا محلہ دار اور گاؤں کے قابل اعتماد بزرگ حضرات کا فرض ہے کہ وہ دو آدمیوں پر مشتمل ایک کمیٹی مقرر کریں جس میں سے ایک عورت کے خاندان سے ہو اور دوسرا مرد کے خاندان سے

تعلق رکھتا ہو، کیونکہ رشتہ داری کی بنیاد پر یہ لوگ اندرونی حالات سے زیادہ واقف ہوتے ہیں، یہ حضرات مصالحت کی کوشش کریں۔

نوٹ: مصالحتی کمیٹی میں حسب ضرورت دوسرے مناسب افراد کو بھی شامل کیا جا سکتا ہے نیز کمیٹی دو سے زیادہ آدمیوں پر بھی مشتمل ہو سکتی ہے۔

اگر ان لوگوں نے خلوص نیت سے کام لیا تو ان شاء اللہ تعالیٰ حالات ٹھیک ہو جائیں گے۔

ارشاد خداوندی ہے۔

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَیْنِھِمَا فَابْعَثُوْا حَکَماً مِّنْ اَھْلِہٖ وَحَکَماً مِّنْ اَھْلِھَا اِنْ یُّرِیْدَا اِصْلَاحاً یُّوَفِّقِ اللّٰہُ بَیْنَھُمَا اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیْماً خَبِیْراً: (سورہ نساء آیت ۳۵)

اگر تمہیں ان کے درمیان ناچاکی کا خوف ہو تو ایک پنچ مرد کے خاندان سے اور ایک پنچ عورت کے خاندان سے مقرر کرو اگر وہ دونوں ان کے درمیان صلح کا ارادہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان (میاں بیوی) کے درمیان موافقت پیدا کرے گا بیشک اللہ تعالیٰ جاننے والا خبر رکھنے والا ہے۔

طلاق کی نوبت: اگر ان تمام طریقوں کو اپنانے کے باوجود حالات بہتر نہ ہو سکیں اور خاوند بیوی کے درمیان صلح کی کوئی صورت پیدا نہ ہو بلکہ ان کا اکٹھا رہنا ناممکن ہو جائے تو سخت مجبوری کے تحت طلاق دی جائے۔

لیکن طلاق دیتے وقت یہ بات پیش نظر رہے کہ اگر کسی وقت حالات بدل

جائیں، ان دونوں کے درمیان صلح ہو جائے اور اب دوبارہ میاں بیوی کی حیثیت اختیار کرنا چاہیں تو کسی قسم کی پریشانی اٹھانا نہ پڑے۔

لہٰذا ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم طلاق کی اقسام، طلاق دینے کے طریقوں اور طلاق کے لئے استعمال ہونے والے الفاظ سے مکمل طور پر آگاہ ہوں اور ہمیں یہ بھی معلوم ہو کہ طلاق دینے کا بہترین طریقہ کیا ہے!

طلاق کے الفاظ: طلاق دینے کے لئے دو قسم کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں:

(۱) صریح (۲) کنایہ

''طلاق کا لفظ'' استعمال کرنا صریح ہے، مثلاً کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دیتے ہوئے یوں کہے کہ طَلَّقْتُکِ (میں نے تجھے طلاق دی)

اس صورت میں نیت بھی شرط نہیں، نیت کرے یا نہ کرے ایک طلاق واقع ہو جائے گی، اور یہ طلاق رجعی کہلاتی ہے یعنی عدت کے اندر اندر رجوع کر سکتا ہے۔ اگر عدت گزرنے کے بعد دوبارہ اکٹھا ہونا چاہیں تو نئے سرے سے نکاح کرنا ہو گا۔ لفظ ''طلاق'' کے علاوہ جو الفاظ طلاق دینے کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں وہ ''کنایہ'' کہلاتے ہیں۔ ان میں سے کوئی لفظ استعمال کرے اور طلاق کی نیت کرے تو ایک طلاق واقع ہو جائے گی۔ مثلاً کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دینے کی نیت سے کہے ''میرے گھر سے چلی جا'' تو اس سے طلاق بائن واقع ہوگی۔ بائن کا مطلب یہ ہے کہ اب دوبارہ رکھنا چاہے تو از سر نو نکاح کرنا ہوگا۔

نوٹ: تفصیل آگے آ رہی ہے۔

صریح طلاق کی اقسام

صریح طلاق کی تین قسمیں ہیں:

(۱) طلاق احسن (۲) طلاق حسن (۳) طلاق بدعت

طلاق احسن: طلاق دینے کا سب سے اچھا طریقہ طلاق احسن کہلاتا ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ جب عورت کی مخصوص حالت یعنی حیض (ماہواری) ختم ہو جائے اور وہ پاک ہو جائے تو اب اگر طلاق دینا چاہتا ہے تو اس سے صحبت نہ کرے اور ایک طلاق دے کر چھوڑ دے۔

یہ طلاق، طلاق رجعی ہے۔ اگر وہ عدت کے دوران رجوع کرنا چاہے تو کر سکتا ہے اور وہ پہلے کی طرح بیوی خاوند کی حیثیت میں زندگی گزار سکتے ہیں اور اگر عدت گزر جائے تو اب صرف نکاح سے اسے دوبارہ بیوی بنا سکتا ہے حلالہ کی ضرورت نہ ہوگی۔

نوٹ: حلالہ اور عدت کی وضاحت آگے آ رہی ہے۔

طلاق حسن: یہ طریقہ بھی اچھا ہے اور اسے طلاق سنت بھی کہتے ہیں، لیکن پہلا طریقہ اس سے بھی بہتر ہے۔

طلاق حسن کی صورت یہ ہے کہ طہر (پاکیزگی) کی حالت میں ایک طلاق دے، پھر حیض (ماہواری) گزرنے کے بعد جب دوسرا طہر آئے تو اس میں دوسری طلاق دے اور پھر حیض (ماہواری) آنے کے بعد جب ختم ہو جائے تو تیسری طلاق

جب تک دو طلاقیں تھیں یہ طلاق رجعی تھی رجوع کرسکتا تھا۔ اب یہ طلاق مغلظہ بن چکی ہے لہٰذا نہ تو رجوع ہوسکتا ہے اور نہ صرف نکاح سے کام بن سکتا ہے، بلکہ دوبارہ بیوی بنانے کا ارادہ ہو تو حلالہ ضروری ہوگا۔

طلاق حسن کا فائدہ یہ ہے کہ دوسری یا تیسری طلاق دینے سے پہلے خاوند کو سوچنے کا موقع مل جاتا ہے اور ممکن ہے وہ رجوع کرلے۔ لیکن بیک وقت تین طلاقیں دینے کی صورت میں رجوع کا دروازہ بند ہوجاتا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے،

اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاکٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌ بِاِحْسَانٍ

(سورہ بقرہ آیت ۲۲۹)

طلاق دو بار ہے (اس کے بعد) یا تو اچھے طریقے سے روکنا ہے یا بہترین طریقے پر چھوڑ دینا ہے۔

دوسری جگہ فرمایا: فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ

سورہ بقرہ آیت ۲۳۰

پس اگر اسے (عورت کو تیسری) طلاق دے تو جب تک وہ عورت کسی اور خاوند سے نکاح نہ کرے اس (پہلے خاوند) کے لئے حلال نہیں۔

حلالہ: اس مندرجہ بالا آیت میں حلالہ کا ذکر ہے یعنی جب عورت کو تین طلاقیں دے دے، چاہے بیک وقت دے یا الگ الگ کرکے تو اب دوبارہ بیوی بنانے کے لئے حلالہ ضروری ہوگا۔

حلالہ کی صورت یہ ہے کہ عدت گزرنے پر وہ عورت کسی دوسرے آدمی سے نکاح کرے اور وہ اس سے حقوق زوجیت بھی پورے کرے، پھر اگر وہ اپنی مرضی سے طلاق دے تو اب عدت گزرنے کے بعد پہلے خاوند سے نکاح کرسکتی ہے۔

نوٹ: کسی شخص سے حلالہ کے لئے نکاح کرنا اور یہ شرط رکھنا کہ تم اسے طلاق دے دینا تاکہ پہلے خاوند سے نکاح ہوسکے حرام ہے۔ اور ایسے لوگوں کے بارے میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حلالہ کرنے والے اور جس کے لئے حلالہ کیا گیا دونوں پر لعنت بھیجی ہے۔ اس لئے دوسرا خاوند اپنی مرضی سے طلاق دے تو ٹھیک ہے ورنہ نہ تو اسے پابند کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی ایسی شرط رکھی جاسکتی ہے۔ اگر ایسی شرط رکھی گئی تو نافذ نہیں ہوگی۔

طلاق بدعت: طلاق بدعت کا مطلب یہ ہے کہ وہ طلاق جو سنت کے طریقے کے خلاف ہو۔ طلاق بدعت کی چار صورتیں ہیں۔

(۱) حالت حیض میں طلاق دینا (۲) بیک وقت تین طلاقیں دینا

(۳) ایک طہر میں جماع کیا اسی میں طلاق دینا بھی بدعت ہے (۴) ایک طہر میں دو یا تین طلاقیں دینا۔

حالت حیض میں طلاق دینا حرام ہے، اگر ایک یا دو طلاقیں دی ہوں تو رجوع کرنا ضروری ہے۔ اس کے بعد جب عورت حیض سے پاک ہو پھر دوبارہ حیض آئے اور اس کے بعد پاک ہو، تو اب اگر طلاق دینا چاہے تو پاکیزگی کی حالت میں طلاق دے دے۔ اگر رجوع نہ کیا تو گناہ گار ہوگا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بارگاہ
نبوی میں عرض کیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ان سے کہیں کہ وہ رجوع
کریں۔ (سنن ابی داؤد ص۲۹۶)

ایک لفظ سے تین طلاقیں

طلاق بدعت کی دوسری صورت یہ ہے کہ ایک ہی لفظ سے تین طلاقیں دی
جائیں، مثلاً کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے "میں نے تجھے تین طلاقیں دیں" یہ تینوں
طلاقیں اسی وقت نافذ ہو جائیں گی اگرچہ وہ شخص گناہ گار ہوگا۔ کیونکہ اس نے خلاف
سنت طریقہ اختیار کیا۔

اس صورت میں نہ تو رجوع کرسکتا ہے اور نہ محض نکاح سے وہ عورت دوبارہ
اس کی بیوی بن سکتی ہے بلکہ حلالہ کے بعد ہی وہ اسی سے دوبارہ نکاح کرسکتا ہے۔

اس سے پہلے قرآن پاک کی آیت کریمہ ملاحظہ کرچکے ہیں کہ طلاق دو مرتبہ
ہے اس کے بعد یا تو رجوع کرکے اچھی طرح رکھ لے یا نیکی کرتے ہوئے چھوڑ دے
یعنی نہ تو مزید طلاق دے اور نہ رجوع کرے اور اگر تین طلاقیں دے دے تو اب جب
تک وہ عورت دوسری جگہ نکاح نہ کرے پہلے خاوند سے نکاح نہیں ہوسکتا۔

یاد رکھیں تین طلاقیں الگ الگ دیں یا ایک ہی بار تین طلاقیں دی جائیں،
مثلاً کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے "میں نے تجھے تین طلاقیں دیں" دونوں صورتوں میں
تین طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں۔ حدیث کی مشہور کتاب موطا امام مالک میں ہے۔

اَنَّ رَجُلاً قَالَ لِابْنِ عَبَّاسٍ اِنِّیْ طَلَّقْتُ امْرَاَتِیْ مِائَةَ تَطْلِیْقَةٍ فَمَاذَا تَرٰی

فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ طَلُقَتْ مِنْکَ ثَلاثًا وَسَبْعٌ" وَتِسْعُوْنَ اتَّخَذْتَ بِهَا
آیَاتِ اللّٰهِ هُزُوًا: (موطا امام مالک ص۵۱۰)

ایک شخص نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے عرض کیا کہ
میں نے اپنی بیوی کو ایک سو طلاق دی ہے آپ کا کیا خیال ہے؟ حضرت ابن عباس
رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا اسے تین طلاقیں ہوگئیں اور ستانوے طلاقوں کے ذریعے تو
نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق اڑایا ہے۔

حضرت ابوسلمہ سے مروی ہے کہ حفص بن مغیرہ نے زمانہ رسالت میں اپنی
بیوی فاطمہ بنت قیس کو ایک کلمہ کے ساتھ تین طلاقیں دی تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام
نے انہیں ان (خاوند) سے جدا کردیا اور ہمیں یہ بات نہیں پہنچی کہ حضور علیہ الصلوۃ
والسلام نے اسے معیوب قرار نہیں دیا۔ (سنن دارقطنی حصہ ۴ ص۱۲)

یہی وجہ ہے کہ فقہ کے چاروں معروف سلسلوں (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) کے ائمہ
کرام تین طلاقوں کو تین ہی قرار دیتے ہیں۔

لیکن افسوس کا مقام ہے کہ ہمارے مسلمان بھائی جذبات پر قابو پاتے
ہوئے بیک وقت تین طلاقیں دے دیتے ہیں اور جب علماء کرام انہیں شرعی مسئلہ
بتاتے ہیں کہ تینوں طلاقیں ہوگئی ہیں تو وہ ایک ایسے فرقے کے پاس چلے جاتے ہیں
جو نہ کسی امام کو مانتا ہے اور نہ ہی وہ صحابہ کرام کے مسلک و مذہب کو تسلیم کرتا ہے۔ یہ
لوگ سیدھے سادے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے فتویٰ دیتے ہیں کہ تین طلاقیں
ایک ہی طلاق ہوتی ہے۔ چونکہ ضرورت مند اندھا ہوتا ہے اس لئے ان کی بات پر عمل
کرکے بعض حضرات زندگی بھر حرام کے مرتکب رہتے ہیں۔ یہ فرقہ اپنے مسلک پر

ایک حدیث پیش کرتا ہے حالانکہ محدثین کے نزدیک وہ حدیث صحیح نہیں اور اس کے ایک راوی طاؤس قابل اعتماد نہیں اور اس حدیث کے صحیح نہ ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اس کے راوی حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں حالانکہ حضرت ابن عباس خود تین طلاقوں کو تین قرار دیتے ہیں جیسا کہ ابھی آپ پڑھ چکے ہیں۔ تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ سرکار دو عالم ﷺ سے ایک بات روایت کریں اور پھر خود اس کے خلاف فتویٰ دیں۔ اس لئے حرام وحلال کے سلسلے میں احتیاط کا دامن تھامنے کی ضرورت ہے۔

یہ مختصری گفتگو اس لئے پیش کی گئی تا کہ ہمارے مسلمان بھائی اس مسئلے کی حقیقت کو سمجھیں اور کسی کے بہکانے میں نہ آئیں۔ اگر اس مسئلہ پر تفصیلی معلومات حاصل کرنا چاہیں تو شرح صحیح مسلم از علامہ غلام رسول سعیدی جلد ۳ صفحہ ۱۰۱۸ تا ۱۰۲۸ کا مطالعہ کریں۔

نوٹ: اگر کسی اشٹام نویس سے طلاق نامہ لکھانا ہو تو اسے کہہ دیا جائے کہ ایک طلاق لکھیں پھر جب وہ لکھ چکے تو پڑھ کر اس پر دستخط کریں، اگر اس نے تین لکھی ہوں تو دستخط نہ کریں۔

کنایہ کے الفاظ: جن الفاظ سے طلاق دینے کے لئے نیت ضروری ہے وہ کنایہ کہلاتے ہیں اور ان کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) وہ الفاظ جو طلاق کی نیت سے استعمال کئے جائیں تو طلاق رجعی واقع ہوگی یعنی عدت کے اندر اندر رجوع کر سکتا ہے، وہ تین الفاظ ہیں مثلاً کوئی شخص بیوی کو

طلاق کی نیت سے یوں کہے۔

(I) تو عدت گزار

(II) اپنا رحم (بچہ دانی) صاف کر

(III) تو ایک ہے

اگر ان الفاظ میں سے کوئی لفظ استعمال کیا اور طلاق کی نیت کی تو طلاق رجعی واقع ہوگی اور اگر طلاق کی نیت نہ ہو تو طلاق واقع نہ ہوگی

۲۔ وہ الفاظ جن کے استعمال سے ایک طلاق بائن واقع ہوگی البتہ تین کی نیت کرے تو تین ہوں گی اور اگر دو کی نیت کرے تو ایک ہی واقع ہوگی۔ وہ الفاظ یہ ہیں

۱ تو جدا ہے

۲ تو حرام ہے

۳ تیری رسی تیری گردن پر۔

۴ اپنے گھر والوں کے پاس چلی جا

۵ تو علیحدہ ہے

۶ میں نے تجھے تیرے گھر والوں کو ہبہ کر دیا

۷ میں نے تجھے چھوڑ دیا

۸ میں نے تجھے جدا کر دیا

۹ تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے

۱۰ اپنے آپ کو اختیار کر

۱۱ پردہ کر لے

۱۲ چادر اوڑھ لے

۱۳ اجنبی ہو جا

۱۴ نکل جا

۱۵ چلی جا

۱۶ اٹھ جا

۱۷ اور خاوند تلاش کرلے

نوٹ: (۱) ان الفاظ سے طلاق تب واقع ہوگی جب طلاق کی نیت سے یہ الفاظ استعمال کئے جائیں۔

(۲) طلاق بائن کا مطلب یہ ہے کہ اگر اسے دوبارہ رکھنا چاہے تو صرف رجوع سے کام نہیں چلے گا بلکہ دوبارہ نکاح کرنا پڑے گا۔ البتہ اگر تین طلاقوں کی نیت کی تھی تو اب حلالہ کے بغیر اسے دوبارہ نکاح میں نہیں لاسکتا۔

خلع: اسلام ایک ایسا رحمت بھرا دین ہے جس میں ظلم نام کی کوئی چیز نہیں۔ اس لئے اسلامی قانون جہاں مرد کو حقوق دیتا ہے وہاں اس دین میں عورت کے لئے بھی حقوق کا ذکر اور ان کے تحفظ کی ضمانت پائی جاتی ہے اگرچہ دائرہ کار الگ الگ ہے۔ طلاق دینے کا اختیار مرد کو حاصل ہے، قرآن پاک میں ارشاد خداوندی ہے:

بِیَدِہٖ عُقْدَۃُ النِّکَاحِ   نکاح کی گرہ مرد کے ہاتھ میں ہے۔

(سورۃ بقرہ آیت ۲۳۷)

یعنی طلاق دینے کا اختیار خاوند کو ہے کسی دوسرے شخص کو یہ حق حاصل نہیں

ہے۔ لیکن عورت کو بھی یہ حق حاصل ہے کہ اگر وہ خاوند کے ساتھ زندگی گزارنے میں تنگی محسوس کرتی ہے اور خاوند اس سے حسن سلوک کا مظاہرہ نہیں کرتا تو وہ طلاق کا مطالبہ کرسکتی ہے اور اس کو شریعت کی اصطلاح میں خلع کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰہِ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْھِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِہٖ

(سورہ بقرہ آیت ۲۲۹)

پھر اگر تمہیں خوف ہو کہ وہ دونوں میاں بیوی اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے تو ان پر کوئی حرج نہیں کہ عورت کچھ فدیہ دے کر جان چھڑا لے۔

خلع کی صورت یہ ہے کہ عورت خاوند سے طلاق کا مطالبہ کرتے ہوئے یوں کہے کہ میں تمہیں اتنی رقم دیتی ہوں تم مجھے طلاق دے دو یا جو مہر کی رقم تمہارے ذمہ ہے وہ رکھ لو اور مجھے طلاق دے دو۔ اگر مرد اس بات کو تسلیم کرلے تو ایک طلاق بائن واقع ہو جائے گی اور عورت پر اس رقم کی ادائیگی یا مہر وصول نہ کرنا لازم ہوگا۔ خلع سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا:

اَلْخُلْعُ تَطْلِیْقَۃٌ'' بَیِّنَۃٌ'' (ہدایہ اولین ص ۳۸۴)

خلع ایک طلاق بائن ہے۔

مرد کی ذمہ داری

اگر مرد کی طرف سے زیادتی کی وجہ سے عورت طلاق لینے پر مجبور ہو جائے تو خاوند کو چاہیے کہ اس کے مطالبہ پر کسی معاوضہ کے بغیر طلاق دے اور اس سے کچھ بھی

نہ لے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا: (سورہ نساء آیت نمبر ۲۰)

اور اگر زیادتی یا نافرمانی عورت کی طرف سے ہو تو صرف مہر کی رقم پر خلع کرے یعنی اگر وہ رقم دے دی ہے تو اتنی ہی رقم واپس لے اور اگر ابھی تک مہر کی رقم ادا نہیں کی تو وہ خلع کے بدل کے طور پر رکھ لے اس سے زیادہ رقم نہ لے۔

حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ حضرت زینب بنت عبداللہ نے خلع کا مطالبہ کیا۔ ان کا مہر ایک باغ تھا۔ نبی کریم ﷺ نے پوچھا کیا تم وہ باغ واپس کرتی ہو؟ انہوں نے عرض کیا، جی ہاں: یہ باغ بھی اور اس کے ساتھ مزید بھی۔ آپ نے فرمایا ''زیادہ نہیں۔'' چنانچہ جو باغ مہر میں دیا گیا تھا اسی پر خلع ہوا حالانکہ یہاں زیادتی بھی عورت کی طرف سے تھی۔

(ہدایہ اولین ص ۳۸۴ حاشیہ نمبر ۱۴)

عدت: عورت، طلاق حاصل کرنے یا خاوند کے فوت ہونے کی صورت میں ایک خاص وقت تک دوسری جگہ نکاح نہیں کر سکتی، اور اگر طلاق رجعی ہے تو اس عرصہ میں خاوند رجوع کر سکتا ہے۔ یہ مخصوص وقت ''عدت'' کہلاتا ہے۔

عدت کی اقسام: بنیادی طور پر عدت کی دو قسمیں ہیں:

(۱) عدت طلاق

(۲) عدت وفات

عدت طلاق: اگر کسی عورت کو طلاق دی جائے تو اس کی عدت ''عدت طلاق'' کہلاتی ہے۔ اس کی تین صورتیں ہیں۔

(۱) اگر عورت کو حیض آتا ہے اور وہ حاملہ بھی نہیں تو تین حیض عدت گزارے گی یعنی طہر کی حالت میں اسے طلاق دی جائے گی۔ اس کے بعد جب تین حیض آ جائیں تو تیسرے حیض کے ختم ہونے پر عدت ختم ہو جائے گی۔ قرآن پاک میں ہے۔

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ (سورہ بقرہ آیت ۲۲۸)

جن عورتوں کو طلاق دی گئی وہ تین حیض ٹھہریں۔

(۲) اس کو کسی وجہ سے حیض نہیں آتا اور وہ حاملہ بھی نہیں ایسی عورت کی عدت تین مہینے ہے۔

ارشاد خداوندی ہے

وَالّٰٓئِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِکُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ

(سورہ طلاق آیت ۴)

اور جن عورتوں کو حیض کی امید نہ رہے اگر تمہیں کچھ شک ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے۔

(۳) اور اگر وہ مطلقہ عورت حاملہ ہو تو بچہ پیدا ہونے تک اس کی عدت ہے۔ جب بچہ پیدا ہو گا تو عدت ختم ہو جائے گی۔ قرآن پاک میں ہے۔

اُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (سورہ طلاق آیت ۴)

حاملہ عورتوں کی عدت بچہ پیدا ہونے تک ہے۔

نوٹ: عوام میں مشہور ہے کہ حاملہ عورت کو طلاق نہیں ہوتی، یہ قطعاً غلط ہے۔

عدت وفات: جب کسی عورت کا خاوند مر جائے تو اس کی عدت، عدت وفات کہلاتی ہے، اس کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) اگر وہ بیوہ عورت حاملہ ہو تو اس کی عدت بچہ پیدا ہونے تک ہے۔

(۲) اگر وہ حاملہ نہ ہو تو اس کی عدت چار مہینے دس دن ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجاً يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا: (سورہ بقرہ آیت ۲۳۴)

اور تم میں سے جو لوگ فوت ہو جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ (بیویاں) اپنے آپ کو چار مہینے دس دن تک ٹھہرائیں۔

عدت کے احکام: جس عورت کو طلاق بائن دی گئی یا اس کا خاوند فوت ہو گیا تو وہ عدت کے دوران زیب و زینت نہ کرے، البتہ صاف ستھرے کپڑے پہنے اور غسل وغیرہ کی کوئی پابندی نہیں اور جس عورت کو طلاق رجعی دی گئی وہ بناؤ سنگھار کر سکتی ہے کیونکہ ہو سکتا ہے اس طرح خاوند رجوع کر لے اور طلاق کے نقصانات سے محفوظ ہو جائیں۔

جس عورت کو طلاق دی گئی یا اس کا خاوند فوت ہوا، وہ عدت اسی مکان میں گزارے جہاں طلاق یا خاوند کی وفات ہوئی ہے، وہ رات اور دن میں کسی وقت باہر نہیں جا سکتی۔ اس دوران اس کے اخراجات خاوند کے ذمہ ہوں گے۔

البتہ بیوہ عورت رزق حلال حاصل کرنے کے لئے باہر جانے پر مجبور ہو تو

دن کو جا سکتی ہے لیکن رات وہیں واپس آنا پڑے گا۔ قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے۔

وَلَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ. (سورہ طلاق آیت ۱)

نہ تم انہیں ان کے گھروں سے نکالو اور نہ وہ خود نکلیں

عدت کے دوران عورت کسی سے نکاح نہیں کر سکتی اور نہ ہی اسے نکاح کا پیغام دیا جائے جب تک عدت ختم نہ ہو جائے۔

اگر طلاق رجعی ہو تو عدت کے دوران خاوند رجوع کر سکتا ہے لیکن طلاق بائن کی صورت میں رجوع نہیں کر سکتا۔

حرف آخر

آپ کی معلومات کے لئے قدرے تفصیلی گفتگو کی گئی ہے لہٰذا ان معلومات سے غفلت ہرگز نہ برتی جائے اور خاص طور پر نیچے لکھی گئی باتوں کو بار بار پڑھیں بلکہ خوب یاد کریں اور اپنے دوست احباب کو بھی بتائیں۔

(۱) جہاں تک ہو سکے طلاق دینے سے پرہیز کیا جائے۔

(۲) اگر طلاق دینا ضروری ہو تو صرف ایک طلاق دی جائے اور خاوند اپنی بیوی سے یوں کہے "میں نے تجھے ایک طلاق دی۔"

(۳) اگر کسی وجہ سے یہ طلاق دے دی ہے تو کوشش کی جائے کہ عدت کے اندر اندر رجوع کر لیا جائے اور آئندہ کے لئے احتیاط سے کام لیا جائے اور اب یہ صرف دو طلاقوں کا مالک ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو باہم اتحاد و اسلام کے سنہری اصولوں پر عمل کرنے اور طلاق جیسی ناپسندیدہ چیز سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ نبیہ الکریم

محمد صدیق ہزاروی

جامعہ نظامیہ لاہور

25 مئی 1995ء

تحقیق طلاق
تقسیم وراثت
تجہیز و تکفین
تحقیق حلالہ
ملنے کا پتہ
کرمانوالہ بک شاپ
Voice: 042-7249515